تاریخِ ملّت

جلد ہشتم

خلافتِ عثمانیہ

تالیف

مفتی انتظام اللہ شہابی اکبرآبادی

ندوۃ المصنفین جامع مسجد دہلی

سلسلۂ ندوۃ المصنفین

(۳۸)

تاریخِ ملت

جلد ہشتم

خلافتِ عثمانیہ

جس میں ارطغرل مورثِ آلِ عثمان سے لے کر آخری خلیفہ
سلطان عبدالمجید خاں اور کمال اتاترک تک چونتیس سلاطین
آلِ عثمان کے عہدِ سلطنت کے حالات اور تاریخ کے تمام
ضروری گوشے جامع اور دلپذیر اسلوب میں بیان کیے گئے ہیں

تالیف

مفتی حکیم انتظام اللہ صاحب شہابی

ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی

قیمت غیر مجلّد   تین روپیے چار آنے

قیمت مجلّد   تین روپیے آٹھ آنے

طبع اوّل

اکتوبر ۱۹۵۱ء   محرم الحرام ۱۳۷۱ھ

مطبوعہ

ہمدرد پریس و اشوکا پریس دہلی

فہرست مضامین خلافت عثمانیہ

تاریخ اتراک

اتراک اغز قوم کا ایک گروہ تھا جو بحالت خانہ بدوشی مشرقی ایشیا اور وسطِ ایشیا میں گھومتا رہتا تھا۔ یہ لوگ فطری طور سے قوی اور شجاع تھے ان کی طبیعت میں خداداد تہوّر تھا۔ مغربی ایشیا اور مشرقی یورپ کی آبادیوں پر تگ وتاز کرتے رہتے۔ ان کی ہیبت دلوں پر مستولی تھی جس علاقہ پر ان کا گذر ہوتا آبادی خوف زدہ ہو کر گھر چھوڑ کر بھاگ جاتی۔ سنہ ۶ء میں ان خانہ بدوش ترکوں نے ایک زبردست سلطنت قائم کرلی جو منگولیا اور چین کی شمالی سرحد سے لے کر بحر اسود تک پھیلی ہوئی تھی۔

اس سلطنت کے دو حصے تھے ایک شمالی ترکی حکومت اور دوسری مغربی ترکی حکومت کہی جاتی تھی۔ شمالی کا بانی "بومین" تھا، اور مغربی کا "اسقومی"۔ پہلی صدی ہجری میں سلطنت چین نے اپنی اطاعت پر مجبور کیا مگر خود وہ ترک کچھ عرصے بعد آزاد ہو گئے۔

مغربی ترکوں میں ترگیش کا قبیلہ ممتاز تھا۔ اس کے سرداروں نے پہلی صدی ہجری میں خاقان کا لقب اختیار کرلیا تھا۔ ۱۲۱ھ میں نصر بن سیار امیر عرب نے ترگیش ترکوں کی سرداری کا بقوت خاتمہ کر دیا۔

ترک اور عرب

اس زمانے سے پہلے سے ترکوں اور عربوں میں تعلقات قائم ہو چکے تھے۔ عربوں کی شجاعانہ سرگرمی اور تہوّر نے اس بہادر قوم کو ان کی طرف مائل کر دیا تھا۔ قتیبہ بن مسلم نے خلیفۂ اموی ولید بن عبدالملک سنہ ۸۶ھ کے عہد میں ترکی علاقہ پیقند، بخارا، سمرقند، خیوا، فرغانہ، کاشغر وغیرہ فتح کر لیے تھے اور وہاں اسلامی حکومت قائم ہو گئی تھی، مگر ترک ان سے مانوس تو ہوئے مگر آبائی مذہب پر قائم رہے پر عربوں کے اخلاق اور ان کی صداقت اور خدا پرستی نے ترکوں کی طبیعت کو بت پرستی سے بیزار کرنا شروع کر دیا۔ مسٹر آرنلڈ نے یہ واقعہ ان کی ترک بت پرستی کا لکھا ہے کہ

"قتیبہ بن مسلم نے بت خانے تباہ کرا دیے۔ ترکوں میں یہ خیال جاگزین تھا کہ جو بتوں سے بے ادبی کریگا وہ ہلاک ہو جائیگا۔ مگر قتیبہ نے بت خانوں میں آگ لگوا دی، مگر اس کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔ اس واقعہ سے ترکوں پر اثر پڑا اور وہ بطیب خاطر اسلام میں داخل ہو گئے"[1]

حضرت عمر بن عبدالعزیز سر برآرائے خلافت ہوئے جہاں ان کے عہد میں خلفائے راشدین کے زمانہ کی یاد تازہ ہوئی اسلام کی اشاعت بھی خوب ہوئی۔ خلیفہ نے ماوراء النہر کے ترک بادشاہوں کو بھی اسلام کی

---

[1] دعوت اسلام صفحہ ۲۳۸۔

دعوت دی جن میں سے اکثر اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے[1]

عبداللہ بن معمر الیشکری اسلام کی تبلیغ کے لیے بھیجے گئے جن کے وعظ و تلقین سے کثیر التعداد ترک داخل اسلام ہو گئے۔

خلیفہ ہشام (۱۰۵ھ) کے زمانہ میں مبلغ اسلام ابو صیدانے ماوراء النہر کے ترکوں میں اسلام پھیلایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سمرقند اور بخارا تک کے ترکوں نے بہت اثر لیا اور داخل اسلام ہو گئے دولت بنی امیہ کے خاتمہ کے بعد آل عباس تخت خلافت پر متمکن ہوئے سفاح کے بعد منصور سریر آرائے خلافت ہوا گو عرب اس کے ہاتھوں پائمال ہوئے عجمیوں کو عروج ہوا ان کے اقتدار سے گھبرا کر اس کی نظر اتراک پر پڑی چنانچہ منصور نے ترکوں کو فوج میں بھرتی کرنا شروع کر دیا۔ ہارون الرشید کے زمانہ میں عربوں اور عجمیوں میں حریفانہ کشمکش شروع ہو گئی، امین اور مامون کی جنگ میں عرب اور عجمی کھل کے آئے امین کی ماں عرب تھی اور آل عباس سے اور مامون کی ماں عجمی چنانچہ عجمیوں نے جان کی بازی لگا کر عربوں کو زیر کر لیا۔ امین قتل ہوا مامون کامیاب۔ نتیجہ ظاہر ہے۔ عرب ختم ہو گئے عجمی برسر اقتدار آ گئے۔

جب معتصم خلیفہ ہوا عجمیوں کی خودسری بڑھی ہوئی تھی۔ اس کے سوا اس کی ماں ترکی خاتون تھی، اس لیے طبعاً اس کا میلان ترکوں کی طرف تھا۔ چنانچہ معتصم نے ہزارہا ترک غلام خرید کر انہیں اسلامی تعلیم اور فوجی تربیت دلائی۔ تھوڑے عرصہ میں فوج میں ترک ہی ترک نظر آنے لگے۔

---

[1] فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۴۳۲

یہ لوگ ماوراء النہر سے لائے جاتے تھے۔

خلیفہ معتصم عباسی حسن صورت، کمال شجاعت اور اسلام کا شیفتہ ہونے کی وجہ سے ترک غلاموں پر بے حد اعتماد کرنے لگا اور اپنے قصر کی حفاظت تک انہی کے سپرد کر دی، ترکوں کو بڑے بڑے عہدے دیے، بڑے صوبوں کا گورنر مقرر کر دیا اور انعام و اکرام کی بارش ان پر کی جانے لگی۔ غرض کہ ترکوں کی تعداد عسکر اسلامی میں ستر ہزار کے قریب ہو گئی۔ ان کے لیے دجلہ کی مشرقی سمت ایک شہر سامرا تعمیر کیا اور اس کو ہی دار الخلافہ قرار دیا۔ واثق نے ترکوں کو حکومت کے نظم و نسق میں بھی دخیل کر لیا۔ کچھ عرصہ بعد نتیجہ یہ ہوا کہ ترک حکومت پر بالکلیہ چھا گئے اور خلفاء کو بے دست و پا کر دیا۔ متوکل نے چاہا کہ ان کے اثرات گھٹائے مگر ترکوں نے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ آگے چل کر امرائے ترک کے اختیار میں خلفائے عباسیہ کا عزل و نصب اور حبس و قتل تھا۔

خلفاء میں اتنی طاقت باقی نہ رہی تھی کہ وہ ترکوں کے اقتدار کو گھٹاتے چنانچہ جب احمد بن بویہ بغداد آیا تو خلیفہ وقت مستکفی نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔

احمد کا سلسلہ نسب بہرام بن یزدجرد تک پہنچتا ہے جو ملوک سامان سے تعلق رکھتا تھا یہ لوگ بلاد دیلم میں آباد تھے جہاں اطروش علوی نے اشاعت اسلام کی ابو شجاع بویہ ماہی گیر تھا۔ اس کے لڑکے علی نے ترقی کر کے ۳۳۴ء میں عراق پر حکمرانی شروع کی۔ یہ تین بھائی تھے۔ خلیفہ نے رکن الدولہ، عماد الدولہ، معز الدولہ خطاب عطا کیے۔

معز الدولہ نے خلافت کے نظم و نسق پر پورا اقتدار جما لیا اور تھوڑے عرصہ

میں خلیفہ بے بس ہو کے رہ گیا پانچ ہزار درہم روزانہ خلیفہ کو گزارے کے لیے ملا کرتے تھے۔ ترکوں سے بڑھ کر ان آل بویہ نے خلفا پر ظلم توڑے سنہ ۳۲۰ھ سے سنہ ۴۱۶ھ تک ان کا اقتدار رہا۔ ان کی قوت کو توڑنے والا طغرل بیگ سلجوقی ترک تھا۔ طغرل نے آل بویہ کی سلطنت کا جنازہ عراق میں دفنا دیا اور وہاں حکومت سلجوقیہ کا سنگ بنیاد رکھا اور سنہ ۴۴۷ھ میں بغداد میں داخل ہوا اور تاتاریوں کی یورش سنہ ۶۵۶ھ تک وہ اور اس کے جانشین وہاں کے سیاسی فرمانروا رہے۔

سلاجقہ کا عہد نہایت عروج و اقبال کا تھا، یہ ضرور ہے کہ بغداد پر ان کے اقتدار سے خلافت عباسیہ صرف نام ہی نام کی باقی رہ گئی تھی۔ مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ سلجوقی ترک مسلمانوں کی قریب مرگ سلطنت میں از سر نو روح پھونکنے کے لیے بڑھے اور کامیاب ہوئے۔

سلاجقہ برق و باد کی طرح ایران، جزیرہ، شام اور ایشیائے کوچک سے گزرے جس ملک نے مزاحمت کی اسے تاخت و تاراج کر ڈالا۔ ان فتوحات کے سیلاب کا یہ نتیجہ ہوا کہ اسلامی ایشیا افغانستان کی مغربی سرحد سے بحیرۂ روم تک پھر مثل عباسی خلیفہ کے ایک بادشاہ کے قبضہ میں آگیا۔ جو اجزائے سلطنت عباسیہ بکھر گئے تھے وہ پھر ایک رشتہ میں منسلک ہو گئے۔ غرض کہ اس پر شوکت و عظمت اسلامی سلطنت نے عیسائیوں کی بازنطائن سلطنت کی پیش قدمی کا قرار واقعی انسداد کیا،

بلکہ عیسائی مجاہدین بیت المقدس کی ناکامیابیوں کے باعث بہ نسبت اور کسی اسلامی سلطنت کے زیادہ تر یہی پرجوش اتراک تھے یہی وجوہات ہیں جس سے خاندان سلاجقہ کو تاریخ میں مہتم بالشان رتبہ حاصل ہے۔

مصر کا طولونی خاندان بھی ترکی خاندان سے تھا۔ احمد بن طولون نے مصر و شام میں سنہ ۲۵۴ھ ۸۶۸ء میں آزاد سلطنت کی بنیاد ڈالی سینتیس سال پرعظمت طور سے اس خاندان نے حکمرانی کی ان کے بعد اخشیدی ان کے جانشین ہوئے[1]۔

مصر کے سلاطین مملوک بحری اور چرکسیہ یہ سب ترک تھے سنہ ۶۴۸ھ سے سنہ ۷۹۲ھ تک مصر پر مملوک حکمراں رہے۔ برجی مملوک سنہ ۷۸۴ھ سے سنہ ۹۰۶ھ تک مصر کے فرمانروا تھے۔ ان سے حکومت آل عثمان نے لی[2]۔

ترک نسل سے دانشمندیہ خاندان بھی تھا جبکہ سلجوق ایشیائے کوچک میں اپنی خدمات کو بڑھا رہے تھے ایک اور ترکی سردار گمشتگین بن دانشمند کپاڈوشیہ کے مشہور شہروں سیواس، قیصاریہ اور ملیشیہ پر حکومت کا سکہ بیٹھا رہا تھا۔ آخری مقام کے قریب اس نے فرانس کو ایسی شکست دی جو مدتوں تک نہ بھولی سنہ ۵۲۹ھ سے سنہ ۵۶۰ھ تک یہ حکومت رہی۔ ابراہیم بن محمد ثانی آخری دانشمندیہ خاندان کا حکمران تھا۔ دیار بکر پر ایک ترکی

---

[1] خلافت عباسیہ جلد دوم از انتظام اللہ شہابی

[2] تاریخ ملت کی جلد ہفتم میں مفصل حالات خاندان طولون اور ممالیک بحری و چرکسیہ کے ہم لکھ چکے ہیں۔ انتظام اللہ شہابی۔

خاندان ایک عرصہ تک حکمراں رہا اس کا بانی ارتوک بن اکسا ترک تھا
جب سلجوقی سلطان دمشق تولش نے بیت المقدس فتح کیا تو ارتوک
اس کا گورنر مقرر ہوا اس کے لڑکے سلمان والغازی جنہوں نے فلسطین
کے شہزادگان روما کے خلاف لڑائیوں میں ناموری حاصل کی تھی ۴۹۵ھ
سے ۸۱۲ھ تک سلمان اور الغازی کی اولاد حکمراں رہی۔ حلب پر بھی حکمراں
رہے کیفہ بھی قبضہ میں رہا۔ تیمور گورگان کے تغلب واستیلا پر یہ بھی اس کے
مطیع ہو گئے۔

اتابیگان آزربائجان۔ خاندان سلغر۔ شاہان خوارزم یہ سب ترکی
نسل کے تھے۔ روم کی سلاجقہ سلطنت بتدریج دیسی ریاستوں میں تقسیم
ہو گئی۔ خاندان قروسی نے میسیہ، ساروخاں اور ایدین نے لیدیہ، منتشا
نے قاریہ۔ تقانے لیسیہ وپمفیلیہ، حمید نے پسدیہ واسوریہ، قرامان نے لیکاؤنیہ
قرمیان نے فریجیہ، قزل احمدی نے پفلاگونیہ پر تصرف کر لیا۔ عثمانیہ خاندان
فریجیہ اپکٹیس پر قابض تھا۔ ان تمام خاندانوں کو ترقی پذیر عثمانیہ حکمرانوں
نے رفتہ رفتہ اپنے میں جذب کر لیا۔

غرضکہ ترک جہاں شجاع اور بہادر تھے ان میں عربوں کے بعد حکمرانی
کا بھی مادہ تھا۔ چنانچہ ترکوں میں سب سے عظیم المرتبت حکومت آل عثمان
کی ہے۔

ارطغرل

مورثِ آلِ عثمان

ارطغرل کا خاندان اتراک اغز سے تھا جس زمانہ میں شاہان خوازم پر چنگیز نے یلغار کی اور اس کی سلطنت پاش پاش ہو کے رہ گئی ترکی قبائل جنوب کی طرف بھاگے بعض ایران و شام گئے جو آگے چل کر ترکمانی مشہور ہوئے۔ بعض مصر کے سلاطین مملوک اتراک سے معرکہ آرا ہوئے۔ مگر شکست کھا کر ایشیائے کوچک میں سلاجقہ سے آملے۔ انہی ترکی قبائل میں ارطغرل کا قبیلہ بھی تھا۔ ارطغرل کا باپ سلیمان شاہ سرگروہ قبیلہ تھا جو خراسان سے شام آیا[1] اور فرات اترتے ہوئے سلیمان شاہ ڈوب گیا۔ قبیلہ کا بیشتر حصہ منتشر ہوگیا جو لوگ رہ گئے ان کی سرداری ارطغرل نے اور اس کے بھائی دوندار نے کی ہر دو بھائی اپنے قبیلے کو لے کر ایشیائے کوچک کی طرف روانہ ہوئے اور سلطان علاء الدین سلجوقی کی سلطنت میں داخل ہوئے۔

یہاں سلجوقی علاقہ میں دو فوجیں برسرپیکار تھیں ارطغرل نے کمزور جماعت کا اپنے قبیلے کے جواں مردوں کو لے کر ساتھ دیا یہ پانسو تھے۔ یہ ترک اس بے جگری سے لڑے کہ طاقتور جماعت نے راہ فرار

---

[1] نیو انسائکلوپیڈیا صفحہ ۱۵۳۸ - از ایچ بی روئل - مطبوعہ لندن

اختیار کی۔ معلوم ہوا کہ یہ تاتاری تھے۔ جن کی حمایت کی گئی وہ علاءالدین کیقباد پسر ملک شاہ سلجوقی کی سپاہ ہے۔ علاءالدین نے اس کارنامہ کی وجہ سے ارطغرل پر شاہانہ توجہ مبذول کی اور قصبہ سکود اور طومانج کا سرسبز اور زرخیز خطہ عطا کیا۔ یہ جگہ دریائے سکاریہ کے کنارے رومی سرحد کے متصل واقع تھی اس کو قریجیہ ایکٹیٹس بھی کہتے تھے۔

خطاب ارطغرل کو قطعہ آراضی کے ساتھ "اوج بک" کا خطاب عطا کیا اور ان حدود کا سپہدار مقرر فرمایا۔

ارطغرل نے اپنے علاقہ کا انتظام ہاتھ میں لے کر ایک چھوٹی سی سرداری کی تشکیل کر لی سرگرت قصبہ کو اپنے قیام کا مرکز بنایا۔ اس کے قریب ہی حدود بازنطائن کے ملتے تھے[1]

علاءالدین کیقباد کے دماز میں دولت سلجوقیہ اندرونی اختلال اور امرا کی بغاوتوں کی وجہ سے زوال کی راہ لگ چکی تھی۔ اگر قونیہ میں ان کی کچھ شان و شکوہ قائم تھی مگر دائرہ حکومت محدود ہو کر رہ گیا تھا۔ ادھر

---

[1] "روئے زمین کے مسلمان سلاطین" مسٹر اسٹینلی لین پول۔ صفحہ ۱۲۴

[2] علاءالدین کیقباد کا مورث سلیمان اول بن قتلمش (۴۷۰ھ) تھا۔ سلاطین سلاجقہ روم اس کی نسل سے تھے۔

فہرست سلاطین سلاجقہ روم

سلیمان اول بن قتلمش	۴۷۰ھ	ملک شاہ اول	۵۰۰ھ
قزل ارسلان داؤد	۴۸۵ھ	عزالدین قزل ارسلان ثانی	۵۵۱ھ

ان میں اسلاف کی سی جانبازی کشور کشائی کا شوق کبھی نہ رہا تھا جس قدر علاقہ قبضہ و تصرف میں تھا اس پر اکتفا کیے ہوئے تھے۔ مگر حدود سلطنت

(بقیہ نوٹ صفحہ ۹)

غیاث الدین کیخسرو	۵۸۸ھ	غیاث الدین کیخسرو ثانی	۶۳۴ھ
قزل ارسلان ثالث	۶۰۰ھ	رکن الدین قزل ارسلان رابع	۶۵۵ھ
(اس نے حکومت بیٹوں میں تقسیم کردی)		غیاث الدین مسعود ثانی	۶۹۲ھ
اعزالدین کیکاؤس اول	۶۰۷ھ		
مسعود اول	۵۱۰ھ	علاء الدین کیقباد اول	۶۱۶ھ
قطب الدین ملک شاہ ثانی	۵۸۴ھ	اعزالدین کیخسرو	۶۳۳ھ
رکن الدین سلیمان ثانی	۵۹۷ھ	غیاث الدین کیخسرو	۶۶۶ھ
کیخسرو اول	۶۰۱ھ	علاء الدین کیقباد ثانی	۶۹۶ تا ۷۰۰ھ

مفصل حالات سلاجقہ کے تاریخ ملت جلد ششم میں لکھ چکے ہیں۔

قتلمش طغرل بک سلجوقی کے امراء سے تھا۔ اس نے الپ ارسلان سے بغاوت کر کے خود مختاری حاصل کر لی رے کے مقام پر ۴۵۶ھ میں ایک معرکہ میں کام آیا۔ اس کا بیٹا سلیمان ایشیائے کوچک میں چلا آیا اور ۴۷۲ھ میں نائیسا پر جو بازنطینی سلطنت کا مشہور شہر تھا قابض ہو گیا اور اس کو بھی پایۂ تخت بنا لیا اور نئی سلطنت کی بنا ڈالی۔ ۴۷۷ھ میں انطاکیہ بھی فتح کر لیا مگر پہلی صلیبی جنگ میں نائیسا ان کے ہاتھ سے نکل گیا اور یہ حکومت صرف ایشیائے کوچک میں محدود ہو کے رہ گئی ایک عرصہ بعد مسعود بن قزل ارسلان نے اس کی توسیع کی طرف توجہ کی اور قونیہ کو

کے قریب بازنطینی فرمانروا تھا، دوسری طرف تاتاری چنانچہ ان تاتاری گروہ نے پھر متحد بازنطینیوں کی فوج لے کر علاء الدین پر حملہ آور ہوئے تو ارطغرل نے بروصہ کے درمیان جاکران کو شکست دی سلطان نے اس واقعہ کے صلہ میں انعام واکرام سے نوازا اور ارطغرل کو سپہ سالار اپنی فوج کا کیا۔ ارطغرل کے علاقہ میں قراجہ حصار۔ بلے جیک اینینی وغیرہ قلعے تھے جہاں خود سر امرائے ترک تھے جن کو ارطغرل نے زیر کرنے کی کوشش کی اور کچھ ہر کامیاب بھی ہوگیا۔ اس طرح سے اس کے مقبوضات کا دائرہ وسیع تر ہوگیا اور امرائے دولت میں اس کا درجہ فائق نظر آنے لگا۔ آخرش سلطان علاء الدین سلجوقی نے ارطغرل کو اپنا نائب قرار دیا۔ ہلال جو علاء الدین کے علم کا نشان تھا اسی کو ارطغرل نے اختیار کیا۔

اوصاف | ارطغرل جہاں بہادر تھا اسی کے ساتھ وہ رحم دل اور متواضع تھا، اس نے دور دور سے جو اس کے قبیلہ کے لوگ تھے، ان کو بلا کر اپنے علاقہ میں آباد کیا۔

وفات | ارطغرل نوے برس کی عمر پاکر سنہ ۶۸۷ھ ۱۲۸۸ء میں فوت ہوا اور "سغوپ" میں

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) دارالحکومت بنایا اور مضبوط حکومت کی بنیاد ڈالی۔ اس کے جانشین قزل ارسلان ثانی نے سلطنت میں اضافہ کیا اور دانشمندیوں کو مغلوب کرکے انہیں محکوم بنایا۔ کیخسرو اول نے انطاکیہ پھر لے لیا اور کیکاؤس نے سنوپ فتح کیا۔ علاء الدین کیقباد اول کا دور حکومت شاندار رہا۔ کیخسرو ثانی کے زمانہ میں تاتاری سیلاب سے رہا سہا اقتدار بھی بہہ گیا۔ ہلاکو نے اس کے دونوں بیٹوں عزالدین اور رکن الدین میں ملک تقسیم کر دیا۔ مگر تاتاریوں کے محکوم تھے۔

دفن ہوا۔

امیر عثمان خاں غازی

بانی دولت عثمانیہ

نام عثمان ابن ارطغرل ۶۵۶ھ میں سرگرت میں پیدا ہوا۔

تعلیم و تربیت امیر ارطغرل سلطان علاء الدین کیقباد[1] کی صحبت سے اپنا آبائی مذہب ترک کر کے اسلام کے آغوش میں مع اپنے قبیلے کے آگیا تھا تو اس نے عثمان کو اور اپنے دوسرے لڑکوں کو مثل اہل اسلام کے طریقہ پر تعلیم و تربیت دلوائی۔ عثمان خود شجاع اور بہادر تھا۔ اسلام کی تعلیم اور اسلامی فضا نے اس میں چار چاند لگا دیے "اسکی شہر" کے قریب "اتیرونی دیہ" میں ایک خدا رسیدہ عالم اوہ بالی رہا کرتے تھے ان کی صحبت میں عثمان رہا کرتا تھا۔ ایک عالم کی خدمت گزاری سے عثمان کچھ سے کچھ ہو گیا۔ آخر ش ان کی صاحبزادی کرمال خاتون اس کے حبالہ عقد میں آئی۔

وقائع ارطغرل کے بعد عثمان اپنے قبیلے کا سردار قرار پایا اور اس نے کچھ عرصہ میں اپنے ہمنوا و ہم خیال ڈو ہزار ترک کر لیے۔

---

[1] انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا جلد ۲۰ صفحہ ۳۴۲۔

قراجہ حصار بازنطینی قلعہ دار دولت سلجوقیہ کے سرحدی علاقوں پر آئے دن حملہ کرتے رہتے تھے سلطان قونیہ کے ایک نائب کی حیثیت سے عثمان ان سے مقابل ہوتا اور ان کو پسپا کرتا رہتا۔ "قراجہ حصار" کا معرکہ پیش آیا عثمان نے اس قلعہ کو بڑی بہادری سے فتح کرلیا۔ اور اس کے ارد گرد کی اراضی قبضہ میں لے آیا سلطان قونیہ علاء الدین نے عثمان کو ہی بطور جاگیر یہ علاقہ بخش دیا اور "بک" کے خطاب سے سرفراز کرکے اس نے اپنے سکے جاری کرنے اور اپنا نام جمعہ کے خطبہ میں شامل کرنے کی اجازت بھی مرحمت کی۔ اس طرح بک لقب کے علاوہ امارت کے تمام امتیازات امیر عثمان خاں کو حاصل ہو گئے۔ "قراجہ حصار" کا حکمراں نکولس تھا جو ۶۸۵ھ میں عثمان سے زیر ہوا اس زمانہ میں مال خاتون کے بطن سے اورخان پیدا ہوا۔

تکفور تکفور بیلہ چک کا حکمراں تھا، عثمان سے گہری دوستی تھی اس نے ۶۹۸ھ میں اپنی بیٹی کی شادی کی تقریب میں عثمان کو دعوت دی۔ اس کا دوست یونانی رئیس کوسہ میخائیل تھا، اس نے تکفور کے ارادے سے مطلع کردیا کہ اس بہانہ سے تمہارے خاتمہ کا درپے ہے چنانچہ امیر عثمان خاں چالیس ترکوں کو جن کی قباؤں کے نیچے اسلحہ تھے ساتھ لے کر محفل شادی میں شریک ہوا تکفور نے گرفتار کرنے کی تدبیر کی تھی کہ تلوار سونت کر سب ترک کھڑے ہو گئے اور اہل قلعہ کو تہ تیغ کرکے قلعہ پر قبضہ کرلیا اور عروس نیلوفر کو قبضہ میں لائے۔ آگے جاکر

نواب زادی نیلوفر اور خاں کی ملکہ بنی۔

بادشاہی ۶۳۸ھ میں جوجی بن چنگیز کے لڑکے باتو خاں نے یورپ کا رخ کیا ماسکو، نوگوروا اور ہنگری تک پہنچ کر لوٹا اس میں آخری سلجوقی تاجدار علاء الدین ثانی پائمال ہو کے رہ گیا اور قونیہ کی سلطنت ختم ہوگئی۔ باتو خاں کے واپس جانے کے بعد طوائف الملوکی پھیل گئی اور ہر حصہ کا امیر خود مختار بن کے بیٹھ گیا۔ چنانچہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر عثمان نے بھی اپنی حکمرانی کا اعلان کر دیا۔ اور پایہ تخت اسکی شہر کو بنایا۔ اور اردگرد کی مستقل امارتیں صارو خاں، قرالی وغیرہ بن گئی تھیں ان سے دو دو ہاتھ کئے، اکثر کو زیر کر لیا۔

آزاد حکمرانی عثمان خاں دولت سلجوقیہ کے خاتمہ کے بعد آزاد حکمراں تھا۔ سلجوقی امرا میں عثمان کا سب سے بڑا حریف امیر کرمانیہ قطب الدین شاہ جہاں تھا[2]

---

[1] تاریخ الدولۃ العلیۃ العثمانیہ از محمد فرید بک مصری

[2] امرائے کرمانیہ براق حاجب قتلغ خاں کی اولاد سے تھے۔ براق قرا کیتے کا باشندہ تھا جو علاء الدین خوارزم شاہ کا فوجی افسر ایک زمانہ تک رہا۔ جب چنگیز نے سلطنت خوارزم شاہ کا شیرازہ پراگندہ کر دیا تو ۶۱۹ھ میں براق نے کرمان میں طرح حکومت ڈالی۔

امرائے کرمان

براق ۶۱۹ھ	رکن الدین ۶۳۲ھ	قطب الدین محمد ۶۵۰ھ
قتلغ خاتون ۶۶۵ھ	جلال الدین سیورغتمش ۶۸۱ھ	جلال الدین محمد شاہ ۶۹۴ھ
صفوۃ الدین بادشاہ خاتون ۶۹۳ھ	قطب الدین شاہ جہاں ۷۰۰ھ *	

انتظام حکومت عثمان نے جس حکومت کی تشکیل کی اس کے انتظام و استحکام میں سنہ ۶۹۰ھ سے سنہ ۶۹۷ھ تک لگا رہا۔ اس کے سامنے علاء الدین حکومت کا نظام سامنے تھا۔ اس طرح اس نے محکمے قائم کیے اور اس کے افسر ترک مقرر کیے اس کے بعد اپنے قلمرو کی رعایا کی فلاح و بہبود کے انتظام میں مصروف ہو گیا۔ تھوڑے عرصہ میں اپنی ریاست اعلیٰ درجہ پر پہنچا دی جو دولت عثمانیہ کی اولین شکل تھی۔

فتوحات عثمان انتظام سلطنت میں لگا ہوا تھا۔ دوسرے ترک سرداروں نے بازنطینی قلعداروں سے ساز باز کر کے اس پر حملہ کر دیا اور شکست کھا گئے اور اطاعت پر مجبور ہوئے۔ پھر تو بازنطینی قلعوں کے فتح کرنے کی طرف عثمان متوجہ ہوا اور یکے بعد دیگرے فتح کر لیے آخر شی ینی شہر پر قبضہ جمایا، جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

سنہ ۷۰۱ھ میں امیر عثمان خاں نے نائکومیڈیا سے متصل فیون حصار کے مقام پر پہلی بار شہنشاہ قسطنطنیہ کی باقاعدہ فوج سے مقابلہ کیا۔ جس میں اسے شاندار فتح حاصل ہوئی۔ غرضکہ چھ سال کے اندر عثمان کی فتوحات کا دائرہ بحر اسود کے ساحل تک پہنچ گیا۔ بازنطینی قلعے پے در پے مسخر ہوتے گئے اور بروصہ، نائسیا اور نائکومیڈیا کے گرد فوجی چوکیوں کا ایک مضبوط حصار قائم ہو گیا۔ بازنطینوں نے تاتاریوں سے میل کر کے عثمان سے مقابلہ کیا مگر شکست کھا گئے۔ پھر ان کو پیشقدمی کی ہمت نہ رہی۔

فتح بروصہ سلطنت بازنطینی کا اہم شہر بروصہ تھا۔ امیر عثمان نے سنہ ۷۱۷ھ میں

اس کا محاصرہ کر لیا۔ دس سال تک اہل بروصہ محصور رہے آخر ش ۷۲۶ھ میں محصورین نے اورخان بن عثمان کے آگے ہتھیار ڈال دیے اور شہر کو خالی کر دیا اور ترکی فوج اورخان کی سرکردگی میں فاتحانہ طور سے بروصہ میں داخل ہوئی امیر عثمان خاں سفوت (سرگرت) میں بستر مرگ پر تھا۔ اس کو بروصہ کی فتح کی خبر اورخاں نے پہنچائی عثمان نے بیٹے کو گلے سے لگایا اور ہمت و شجاعت کی داد دی اور اپنا جانشین مقرر کیا۔

وصیت

اورخاں کو اپنے پاس بٹھا کر یہ وصیت کی کہ

"بیٹا اب میں موت کے آغوش میں جا رہا ہوں، مجھ کو اب کسی بات کا غم نہیں ہے کیونکہ تم سا لائق بیٹا اپنی جگہ چھوڑ رہا ہوں جو میری قائم مقامی اس دولت کی مجھ سے بہتر کر سکیگا۔"

بیٹا یہ وصیت یاد رہے کہ

ظاہر اور باطن میں اللہ کا خوف رکھنا اور عدل گستری کو اپنا شیوہ بنانا کہ اسی سے سلطنت کی بنیاد مضبوط رہتی ہے، رعایا پر رحم کرنا کیونکہ ہمارے رب کی صفت رحم ہے۔ حقوق کے معاملہ میں قوی اور ضعیف کو یکساں سمجھنا، شریعت حقہ کو رائج کرنا اور کتاب و سنت کے مطابق عمل رکھنا۔ اگر میری اس وصیت پر عمل کروگے تو تم اُن اولیاء میں سے ہو جاؤ گے جو رضائے الٰہی سے کامیاب ہوئے ہیں، اور بیٹا آخری کہنا یہ ہے کہ

بروصہ کو پایۂ تخت بنانا اور وہیں مجھ کو دفن کرنا[1]

وفات امیر عثمان خاں نے ۲۱۔ رمضان ۷۲۶ھ میں وفات پائی اور حسب وصیت بروصہ میں دفن کیا گیا۔

اوصاف عثمان میں وہ تمام اعلیٰ اوصاف تھے جو بانیانِ حکومت میں ہوا کرتے ہیں، شجاع تھا، عاقل، نرم خو۔ یہ ضرور ہے دشمن کے لیے سخت تھا، رعایا کے لیے بہت مہربان و رحم دل اس میں قیادت کا ملکہ خاص تھا۔ طغرل کے ساتھ چارسو ترک جانباز تھے مگر اس کے برتاؤ اور لطف و کرم سے چار ہزار ترک اس کے جاں نثار تھے جس میں بہت کچھ اور اضافہ ہو گیا تھا۔ امیر عثمان خاں میں ہمت و شجاعت غیر معمولی تھی۔ میدان جنگ میں دشمن کے مقابل خود آتا جس سے ہر ساتھی میں دلیری کی روح پیدا ہو جاتی۔ اوہ بالیؒ کے فیض صحبت سے عثمان میں صوفیانہ رنگ تھا، اس کے ساتھ مجاہدانہ سرگرمی۔ عثمان کا طریقہ جنگ وہی تھا جو قرون اولیٰ کے مجاہدین کا تھا۔ پہلے امرائے روم کے پاس اعلان بھیج دیا کرتا کہ اسلام قبول کرو یا جزیہ دو یا جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔

مدافعانہ جنگیں زیادہ لڑیں مجبوری درجہ ان ظالم حکمرانوں سے دو دو ہاتھ کئے جو اپنی رعایا پر جور و ظلم روا رکھتے یا مسلمانوں کو آئے دن ستاتے اور پریشان کرتے تھے۔

سادہ زندگی امیر عثمان خاں کو فتوحات میں بہت کچھ مال و زر ہاتھ لگا اس نے غریبوں اور یتیموں کا حصہ نکال کر ترک

---

[1] تاریخ الاتراک العثمانیہ از علامہ حسین لبیب مصری۔

سپاہیوں میں تقسیم کر دیا۔ اپنے پاس اس میں سے ایک حبہ نہ رکھا۔ ینی شہر میں اس کے رہنے کا ایک مکان معمولی درجہ کا تھا۔ جس میں سونے چاندی و جواہرات کچھ نہ تھے۔ ایک کفتان، ایک سوتی عمامہ۔ لکڑی کا ایک چمچہ، ایک نمکدان، چند عربی گھوڑے زراعت کے لیے چند جوڑے بیل اور بھیڑوں کے کچھ گلے، علم اور اسلحہ۔ مرنے کے بعد عثمان نے یہ اثاثہ چھوڑا تھا یہ دولت عثمانیہ کا بانی مبانی تھا۔ فیاض اور مہمان نواز تھا۔ اس کی رحم دلی کی ترکوں میں بہت سی حکایتیں مشہور ہیں[1]۔

آثارِ خیر اس کے آثارِ خیر سے "اسکی شہر" میں ایک مسجد تعمیر ہے جس کو عثمان نے اپنے ابتدائی عہد میں بنوایا تھا۔

وسعتِ سلطنت ارطغرل نے مقبوضات میں سے سیغوت اسکی شہر اور چند مواضعات چھوڑے تھے جو اوسط درجہ کے امیر کے ہونے چاہییں۔ مگر عثمان نے اڑتالیس سال میں ایک بڑے علاقہ کی حکمرانی قائم کی۔ اس سلطنت کا دائرہ جنوب میں کوتاہیہ اور شمال میں بحیرہ مارمورا اور بحر اسود کے ساحلوں تک وسیع کر دیا اس کے قلمرو کا طول ۱۲۰ میل اور عرض ۶۰ میل تھا جس میں ترک یونانی سلافی باشندے آباد تھے۔

اشاعتِ اسلام عثمان کے مبارک عہد میں سب سے بڑا کارنامہ

---

[1] قاموس الاسلام (بزبان ترکی)

سلام کی اشاعت کا ہے۔ عثمان نے بازنطینی ایشیائی مقبوضات
پر قبضہ کرکے وہاں کے نصرانی باشندوں کو اپنے اخلاق سے ایسا گرویدہ
کر لیا کہ وہ بطیب خاطر اسلام میں داخل ہو گئے اور ترکوں سے قرابتیں
قائم کرکے ترک نہیں بلکہ عثمانی کہلانے لگے[1]

---

[1] دعوت اسلام از مسٹر آرنلڈ۔

سلطان اورخاں

نام ونسب اورخاں بن امیر عثمان خاں بن ارطغرل ۶۸۷ھ میں پیدا ہوا، اس کا بھائی علاء الدین چند سال پہلے پیدا ہوا تھا

تعلیم وتربیت اورخاں اور علاء الدین کو علوم دینی کی تعلیم دلائی مگر اورخاں کی طبیعت کا رجحان سپہ گری اور اسپ سواری کی طرف زیادہ تھا اور علاء الدین کی طبیعت علوم دینی کی تحصیل پر مائل تھی اور اس میں ہی اس نے معقول استعداد بہم پہنچائی اورخاں کم عمری میں فنونِ حرب سے واقف ہو گیا تھا۔ امیر عثمان کے ساتھ اکثر معرکوں میں شریک رہا۔ تینتیس ۳۳ برس کی عمر میں بروصہ فتح کیا عثمان، اورخاں کی بہادری اور تہور سے بے حد خوش ہوا۔

تخت عثمانیہ عثمان مرتے وقت اورخاں کے لیے وصیت کر گیا تھا کہ اس کے بعد تخت نشین یہی کیا جائے چنانچہ عثمان کی وفات پر اورخاں نے سلطنت کو باہم تقسیم کر لینے پر آمادگی ظاہر کی، مگر علاء الدین نے باپ کی وصیت اور اپنے علمی ذوق کی بنا پر اس کو منظور نہیں کیا اور بھائی کے حق میں دست بردار ہو گیا۔ اورخاں تخت نشین ہوا، عثمان کی تلوار اس کی کمر میں باندھی گئی۔ سلطان کے نام سے مخاطب

کیا جانے لگا۔[1]

صدارتِ عظمیٰ اورخاں نے صدارت عظمیٰ پر اپنے بھائی کو ممتاز کیا، بہ اصرار علاءالدین نے انتظام مملکت کی ذمہ داری قبول کی، علاءالدین عربی علوم کا ماہر تھا اس نے دولت عثمانیہ کے پہلے وزیر کی حیثیت سے آئین ملک کی ترتیب و تنظیم شروع کردی۔

مملکت کا نظام صدر اعظم نے سب سے پہلے سکہ، لباس اور فوج کی طرف توجہ مبذول کی باوجودیکہ سلطان علاءالدین سلجوقی نے عثمان کو خطبہ کے علاوہ اپنے نام کا سکہ جاری کرنے کی بھی اجازت دے دی تھی مگر ٹکسال کا انتظام نہ ہو سکا تھا صدر اعظم نے اورخاں کے نام کا طلائی و نقرئی سکہ جاری کیا اور سلجوقی سکے قلمرو عثمانیہ میں رائج تھے وہ بند کیے گئے۔

لباس اب تک لباس میں کوئی امتیاز نہ تھا ہر ایک ایک سالباس پہنتا تھا، علاءالدین نے رعایا کے مختلف طبقوں کے مختلف قسم کے لباس تجویز کرکے ان کے متعلق قوانین نافذ کیے شہر اور دیہاتی مسلم اور غیر مسلم ہر طبقہ کا لباس الگ الگ مقرر کیا۔[2] انتظام سلطنت وہی قائم رکھا جو سلاطین سلاجقہ کا تھا، ویسے ہی دفاتر تھے، اسی طرح کی عدالت عظمیٰ تھی۔ البتہ فوجی تنظیم کی طرف علاءالدین نے خاص توجہ کی۔

---

[1] انسائیکلوپیڈیا۔ جلد ۲۷ صفحہ ۴۴۴
[2] گبن جلد ۴ صفحہ ۱۰۳

فوجی تنظیم علاءالدین کا عظیم الشان کارنامہ فوجی اصلاحات کا بھی اجرا ہے ارطغرل اور عثمان کے زمانہ میں باقاعدہ فوج نہ تھی رضا کار تھے جو ضرورت کے وقت پیادہ و سوار جنگ میں شریک ہوتے مال غنیمت لے کر اپنے اپنے ٹھکانوں پر چلے جاتے۔ علاءالدین نے تنخواہ دار فوج پیادہ اور سوار دونوں قسم کے ملازم رکھے تاکہ بوقت جنگ تیار رہیں۔ دس دس، سو سو، ہزار ہزار سپاہیوں پر چھوٹے بڑے امراء مقرر کیے جوان کو باقاعدہ فن سپہ گری اور اصول جنگ کی مشق کرایا کرتے۔ یہ منظم فوج کچھ عرصہ بعد خودسری دکھلانے لگی یہ ضرور ہے کہ سلطنت کی صحیح معنی میں یہی اصلی طاقت تھی۔ اورخاں کو اس فوج سے خطرہ محسوس ہوا کہ اگر کسی جماعت کی معاونت کے لیے یہ فوج اٹھ کھڑی ہوئی تو کوئی طاقت ایسی نہ تھی جس سے ان کا مقابلہ کیا جا سکے۔

انکشاریہ انکشاریہ (ینی چری) فوج کے قیام کے پیش آنے کی ضرورت یہ ہوئی کہ اورخاں نے علاءالدین اور شاہی خاندان کے رکن قرا خلیل (خیرالدین پاشا) سے منظم فوج کی خودسری کے متعلق مشورہ کیا۔ قرا خلیل نے یہ تجویز پیش کی کہ عیسائی اسیرانِ جنگ میں سے جو نوجوان مسلمان ہو جائیں ان کا لشکر ترتیب دیا جائے چونکہ سلطان کے سوا ان کا کوئی مربی نہ ہوگا اور نہ ان میں خاندانی عصبیت ہوگی اورخاں کو یہ تجویز پسند خاطر ہوئی اور اس نے انکشاری کے نفاذ کا حکم دیا۔ جب یہ فوج مرتب ہو گئی۔ شیخ المشائخ حاجی بکطاش جو اپنے عہد کے ولی کامل

تھے۔ ان کی خدمت میں یہ پیش کی گئی اُنھوں نے اس کے لیے دعا کی اور اس کا نام ینی شاری رکھا جو عربی میں انکشاری ہے۔ شیخ الشیوخ کی تقلید میں انکشاریہ نے اپنی ٹوپی اونچی اور سفید رکھی۔ اس فوج کی تربیت اور ترقی کا لحاظ سلطان کو بہت تھا۔ ان کو جاگیریں دیں اور خطابات و القاب عطا کیے۔ ایک زمانہ میں پانچ لاکھ کی تعداد اس انکشاریہ کی تھی۔

علاء الدین نے اس فوج کے علاوہ دوسری فوجوں کی نئے طور سے تنظیم شروع کی تنخواہ کے بجائے پیادوں کو جاگیریں عطا کیں اور فوجی خدمت کے علاوہ جاگیرداروں سے متصل سڑکوں کی مرمت بھی ان کے فرائض میں داخل کر دی اس فوج کے علاوہ ایک اور فوج بھی مرتب کی جس کا کام صرف یہ تھا کہ منظم فوج کے آگے رہے اور دشمن سے آگے بڑھ کر مقابلہ کرے۔ چنانچہ جب غنیم ان سے مقابلہ کرتا اور بے ضابطہ فوج ان کے مقابلہ میں گھونگٹ کھا جاتی غنیم زعم باطل میں کامرانی سے آگے بڑھتا تو عثمانی انکشاری فوج ان کو گھیر کر نرغہ میں لے لیتی اور تیغ و سنان سے ان کے کشتوں کے پشتے لگا دیتیں یہی فتح و کامرانی کا نقشہ تھا۔ علاء الدین کی فوجی اصلاحات سے ترکوں کی باضابطہ فوج تیار ہو گئی جس کی نظیر ایک صدی تک یورپ میں پیدا نہ ہو سکی۔

فن جنگ

ترکوں کو فن جنگ میں جو مہارت تھی اس کی مثال معاصر قوموں میں کم ملتی ہے۔ ترک ہمیشہ جنگ کے لیے تیار رہتا، ترک جاسوس اور جاسوس صحیح رہنمائی کرتے، فوج تیز قدمی میں اپنا ثانی نہ رکھتی تھی جرار جو راستہ تین یوم میں طے کرتا عثمانی فوج ایک دن میں طے کرتی۔

ترک فوج رحم دل ہوتی ہے۔ بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو ان سے گزند نہ پہنچتا، البتہ دشمن کے نوجوان اور تن و توش والے کو کسی حالت میں ترک نہ بخشتا۔ یہی وجہ تھی نصرانی ترکوں کے نام سے گھبرا جاتے اور مقابل آتے ہوئے خوف زدہ ہوتے۔

پاشا علاء الدین کی کارگزاری سے خوش ہو کر اورخان نے پاشا کا لقب عطا کیا۔ یہ پہلا عثمانی ترک تھا جسے پاشا کا خطاب ملا۔ اس کے بعد اورخان کے بڑے لڑکے سلیمان کو پاشا کا خطاب دیا گیا۔

فتوحات اورخان نے امیر عثمان خاں کی وصیت کے مطابق بروصہ کو دارالخلافہ بنایا۔ اور اپنی حکومت کے پہلے سال ۷۲۶ھ ۱۳۲۶ء میں نائکومیڈیا فتح کر لیا۔ اب صرف سلطنت بازنطینی کے ایشیائی مقبوضات میں بڑا شہر نائیسا رہ گیا تھا جو اپنی اہمیت کے اعتبار سے قسطنطنیہ سے دوسرے درجہ پر تھا۔ ۷۳۰ھ میں اورخان نے بزور شمشیر نصرانیوں سے نائیسا کو بھی لے لیا۔ یہاں کے باشندوں کو اجازت تھی کہ وہ اپنا مال و اسباب لے کر کسی دوسری جگہ چلے جائیں مگر ساکنین نائیسا ترکوں کے اخلاق اور اسلامیت کے گرویدہ ہو کر نائیسا سے جانے کو تیار نہ تھے بلکہ وہ بازنطینیوں کے مظالم اور بربریت سے اس قدر ریزہ ہو چکے تھے کہ انہوں نے آبائی مذہب ترک کیا اور خوشدلی سے آغوشِ اسلام میں آگئے۔"

مسجد و مدرسہ اورخان نے نائیسا میں ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی اس کے

متصل ایک مدرسہ قائم کیا جو دولت عثمانیہ کا پہلا مدرسہ تھا۔

لنگر خانہ غرباء کے لیے لنگر خانہ جاری کیا۔ خود آورخاں لنگر خانہ میں بیٹھ کر غرباء کو کھانا کھلایا کرتا تھا۔

قراسی نائیسا کے فتح کرنے کے بعد قراسی کے ترکی امیر نے ۷۳۶ھ میں انتقال کیا۔ اس کا بڑا لڑکا تخت نشین ہوا مگر عنان حکمرانی ہاتھ میں لیتے ہی اپنے چھوٹے بھائی کو قتل کرا دیا۔ آورخاں چھوٹے لڑکے کا طرفدار تھا۔ اس کے خون کا بدلہ لینے کے لیے اورخاں قراسی پر حملہ آور ہوا، بڑا لڑکا تاب مقابلہ نہ لا سکا اور فراری پر مجبور ہوا، چنانچہ ۷۳۷ھ میں قراسی پر آورخاں نے قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد اناطولیہ کے شمال ومغربی گوشہ کی چند ترکی ریاستیں باقی رہ گئی تھیں جہاں کی آبادی ترکوں پر مشتمل تھی، ان کو بھی عثمانی مقبوضات میں شامل کر لیا گیا۔

نظم مملکت اورخاں ان مہمات سے فارغ ہو کر مملکت عثمانیہ کے انتظام میں لگ گیا۔ کیونکہ بیس سال میں حسن اتفاق سے کوئی جنگ پیش نہ آئی جس کی وجہ سے اندرون ملک کا انتظام بخوبی کیا جا سکا۔ دفاتر کا انتظام وہی تھا جو سلاطین سلاجقہ کے زمانہ کا تھا۔ البتہ فوج کی تنظیم میں جدت سے کام لیا گیا۔

رفاہ عام آورخاں میں قدرتی اوصاف بادشاہی تھے۔ اس نے اپنے قلمرو میں جگہ جگہ مساجد سرائیں بنوائیں حمام تعمیر کرائے جن کی تعداد چار ہزار سے زیادہ تھی۔

علمی ترقی مدرسے قائم کیے جنگی شاندار عمارتیں بنوائیں۔ دارالحکومۃ بروصہ کی طرف خاص توجہ کی ایک عالی شان مسجد بنوائی ایک بڑا مدرسہ اور شاہی اسپتال تعمیر کرایا بڑے بڑے فضلاء و اہل کمال آکر جمع ہوئے، یہاں کی علمی شہرت سے ایرانی اور عربی طلباء علوم مشرقیہ تحصیل کرنے کے لیے آنے لگے[1]

ملّا داؤد قیصری اور علامہ تاج الدین کرد جیکے بعد دیگرے نائسیا کے صدر مدرس رہے۔ اُورخاں ان کی بڑی قدر و منزلت کیا کرتا تھا۔ ان دونوں بزرگوں نے تھوڑے عرصہ میں علمی چہل پہل پیدا کردی، صدہا طلباء ان کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔

زبان ترکی اورخان کے زمانہ میں ترکوں کی بول چال ترکی ہی تھی کیونکہ ترکی زبان اپنے وطن ترکستان میں سرسبز نہیں ہوئی جب ترکوں کا تسلط ایشیائے کوچک میں ہوا تو وہاں کے ایک حاکم امیر قرمان نے جو قونیہ کا حاکم تھا، اس کا باپ شیخ نورالدین صوفی تھا اس نے اپنی زبان کی طرف توجہ کی اس وقت سرکاری زبان فارسی تھی اور علمی اور دینی زبان عربی تھی اورخان کے زمانے میں بھی ترکی زبان صرف بول چال تک محدود تھی البتہ مدارس میں عربی اور فارسی پڑھائی جاتی تھی اور دفاتر میں فارسی کا ہی چلن تھا۔

یورپ کا داخلہ اندرونی انتظامات سے فارغ ہوکر اورخاں کی توجہ یورپ کی طرف مبذول ہوئی بازنطینی سلطنت

---

[1] گبن جلد ۴ صفحہ ۳۸۱ [2] قاموس الاعلام جلد اول

ایشیائی علاقے عثمانیوں کے قبضہ میں آچکے تھے یورپ کے علاقہ میں صرف تھریس۔ مقدونیہ کے ایک جز جس میں سالونیکا شامل تھا اور یونان میں موریا کے ایک بڑے حصہ تک محدود تھا۔ یہ کل کائنات سلطنت بازنطینی کی تھی۔ اس پر حکومت سرویا کی نگاہ تھی۔ اس کا با اقتدار فرمانروا اسٹیفن ڈوشن جزیرہ نمائے بلقان کے نصف سے زیادہ علاقوں پر تسلط قائم کر کے سالونیکا اور قسطنطینیہ پر متصرف ہونا چاہتا تھا ۱۳۴۱ء میں شہنشاہ اینڈرونیکس سوم کا انتقال ہوا اس کا نابالغ لڑکا جان بلیولوگس تھا اور شہنشاہ کی ملکہ اینا نامی تھی۔ کنٹا کوزین والی بنا مگر کچھ عرصہ بعد کنٹا کوزین نے (۱۳۴۲ء) نیکوٹیکا میں اپنے شہنشاہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ ملکہ اینا کو کنٹا کوزین کی یہ حرکت ناگوار گزری آخرش ہر دو میں جنگ چھڑ گئی ان کے قریب میں طاقتور سلطان اورخاں تھا اس سے بھی ہر دو نے مدد مانگی۔ مگر کنٹا کوزین نے یہ کہلا بھیجا کہ میں اپنی دختر تھیوڈور کو کنیزی میں پیش کرتا ہوں۔ چنانچہ اورخاں نے چھ ہزار ترک مدد کے لیے روانہ کر دیے کنٹا کوزین نے ترکوں کی مدد سے قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا۔ ایک سال بعد قسطنطنیہ میں فاتحانہ کنٹا کوزین داخل ہوگیا، ملکہ نے مجبوراً صلح کر لی اور صلح اس طرح طے پائی کہ کنٹا کوزین اور اس کی ملکہ اور ملکہ اینا اور شہزادہ جان بلیوگس چاروں مشترکہ تخت نشین قرار پائیں غرض کہ اس طرح چاروں کی تاج پوشی ادا کی گئی کنٹا کوزین نے اپنی ایک دختر اورخاں کے حبالہ عقد میں دی دوسری کی

شادی جان پلیوگس سے کردی

چند سال ہی گزرے تھے ۵۰سنہ ھ میں اسٹیفن ڈوشن شاہ سرویا نے سالونیکا پر حملہ کردیا اور اس کو گمان تھا کہ یہ فتح کرنے کے بعد قسطنطینہ کو لے لیگا۔ کنٹا کوزین نے اپنے داماد اورخاں سے امداد کی درخواست کی اور جان نے بھی اس نازک موقع پر معاونت کی خواہش کی چنانچہ اورخاں نے تیس ہزار ترکی سپاہی روانہ کیے ان کی مدد سے سالونیکا پر اسٹیفن کو شکست فاش ہوئی اور اس کی فتح قسطنطینہ کی تمنا خاک میں مل گئی جنگ کے خاتمہ کے بعد عثمانی سپاہی واپس بلا لیے گئے۔

کنٹاکوزین کو مشترکہ حکومت بار خاطر تھی۔ آخرش باہمی خانہ جنگی شروع ہوگئی جس سے ۵۳سنہ ھ میں کنٹاکوزین نے اورخاں سے پھر مدد کی درخواست کی اور اس کے معاوضہ میں یورپین ساحل کا ایک قلعہ "زنپ" پیش کیا۔ اورخاں نے اپنے بڑے لڑکے شاہزادہ عثمان پاشا کی سرکردگی میں بیس ہزار ترک سپاہی روانہ کیے۔ جان پلیولگس اور ملکہ اینا کو مقابلہ پر شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ کنٹاکوزین ترکوں کی بدولت قسطنطینہ کا تنہا فرمانروا ہوگیا۔ سلیمان پاشا نے حسب معاہدہ قلعہ زنپ پر قبضہ کرکے عثمانی فوج متعین کردی چند ہی دنوں بعد تھریس میں زلزلہ آیا بہتیرے شہروں کی فصیلیں منہدم ہوگئیں تو سلیمان کی نگاہ گیلی پولی پر پڑی جو قلعہ زنپ سے قریب تھا۔ جنرل عشی بابا اور غازی فاضل بابا کی معاونت سے اس پر قبضہ جمایا اور فوج متعین کردی۔ کنٹاکوزین نے دس ہزار دوکاٹ کے عوض میں زنپ

واپس لینا چاہا سلیمان نے انکار کر دیا اس کے بعد تھریس کے چند اور مقامات لے لیے گئے۔

یورپ میں پہلا قدم

ان ہر دو قلعوں کے قبضہ میں آجانے سے یورپ کی سرحدی حدود میں ترکوں کا قدم جم گیا۔ گیلی پولی دردانیال کے مغربی ساحل پر سب سے اہم قلعہ تھا ادھیں سے ترکوں کی تاریخ کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ اس کا اثر اہل قسطنطینہ نے بھی لیا اور کنٹا کوزین کے خلاف ہو گئے اور ترکوں کو یورپ میں لانے کا ذمہ دار قرار دیا ہر شخص کنٹا کو غدار وطن کہتا تھا۔ آخر ش رائے عامہ کے مقابلہ میں اس کو تخت و تاج چھوڑنا پڑا اور معہ اپنی ملکہ کے راہبانہ زندگی اختیار کر لی۔ تخت سے دست برداری کے بعد قسطنطینہ کا حکمران جان پلیولوگس بنایا گیا جس نے پچاس برس حکومت کی مگر سلطنت بازنطینی کی حالت کو نہ سنبھال سکا، آورخاں نے اس حکومت کے اضمحلال سے فائدہ اُٹھا کر قلعہ شور لوا اور ڈیموٹیکا فتح کر لیے۔ جان نے صلح کر کے ڈیموٹیکا چھڑا لیا مگر جنوبی تھریس پر آورخاں کا قبضہ قائم رہا۔ اس کے بعد سلطنت بازنطینی آورخاں کے رحم و کرم پر ہو کے رہ گئی۔

سلیمان پاشا

سلیمان پاشا جس نے گیلی پولی پر قبضہ کیا تھا علاؤالدین کے بعد صدر اعظم کے عہدہ پر سرفراز کیا گیا اور اپنے چچا کے قدم پر قدم رکھ کر ملک کی خدمت انجام دی، یہ شہزادہ فن سپہ گری و سپہ سالاری میں ممتاز تھا علمی استعداد بھی معقول تھی رعایا میں اپنی

کارگزاری سے تھوڑے عرصہ میں قبولیت حاصل کرلی تھی اورخان کا صحیح جانشین ہونے کو تھا کہ قضا وقدر کے ہاتھوں ۷۵۹ھ / ۱۳۵۸ء میں شکار کھیلتے ہوئے گھوڑے سے گر کر جاں بحق تسلیم ہوا۔[1] اورخان کے لیے یہہ اندوہناک واقعہ بے حد سخت تھا۔

وفات اورخان نے سلیمان پاشا کی جُدائی کا اثر بہت لیا اور اس صدمہ میں دوسرے ہی سال بعمر بیاسی سال ۷۶۰ھ میں انتقال کرگیا، بروصہ میں دفن کیا گیا۔

اوصاف اورخان میں فاتحانہ اوصاف بیش از بیش تھے۔ مجاہدانہ سرگرمی کا حامل تھا۔ تینتیس ۳۳ سال کے دورِ حکومت میں عثمانی مقبوضات کے دائرہ کو وسیع کرلیا تھا۔ عثمان نے جس حکومت کی بنیاد قائم کی تھی اس کو بے حد مضبوط کردیا اور سلطان کہے جانے کا مستحق ہوگیا۔ اورخان میں کشورکشائی اور جہاں بانی کے جملہ اوصاف تھے اس کے ساتھ شریعت اسلامیہ کا بڑا پابند اور گرویدہ تھا۔ شجاعت اور تہور کے ساتھ سخت گیر نہ تھا۔ حلیم اور بڑا سخی تھا، علماء کی قدردانی کرتا اور اپنی صحبت میں ان کو رکھتا اعزاز واکرام ان کا بہت کرتا۔ اس بادشاہ میں درویشی کی بھی شان تھی، مشہور مشائخ سے عقیدت رکھتا تھا۔

وسعت سلطنت اورخان کے عہد میں سلطنت عثمانیہ ایشیائے کوچک کے شمال مغربی حصہ اور یورپ میں زنپ

[1] تاریخ الدولۃ العلیۃ العثمانیہ۔

گیلی پولی اور تھریس کے بعض دیگر مقبوضات پر مشتمل تھی اس کا مجموعی رقبہ
بیس ہزار مربع میل سے زیادہ نہ تھا اور آبادی دس لاکھ نفوس کی تھی[1]

علمائے عصر ابن بطوطہ دنیا کا مشہور سیاح شہر طنجہ سے ۱۳۲۵ء میں
شمالی افریقہ سے ہوتا ہوا استنبول، خراسان، بخارا،
قندھار، ہندوستان گیا۔ دہلی میں سلطان تغلق کے دربار میں قاضی القضاۃ
کے منصب پر رہا تغلق نے سفیر بنا کر اس کو چین بھیجا۔ غرض کہ چوبیس سال
تک سیاحت کی پھر فاس واپس آیا یہیں اس کا انتقال ۱۳۷۷ء میں ہوا
تحفۃ النظار فی غرائب الامصار سیاحت نامہ یادگار ہے۔

علامہ زین الدین ابو حفص عمر ابن الوردی جو معرۃ النعمان شام میں پیدا
ہوا حماۃ میں علم فقہ کی تعلیم پائی بعد میں حلب کے قاضی ابن نقیب کا منشی
رہا اس کی کتاب خریطۃ العجائب و فریدۃ الغرائب مشہور ہے ۱۳۴۸ء تک
بقید حیات تھا۔ اس کا معاصر مشہور مورخ ابو الفدا تھا۔

قاضی عضد الدین ایجی معقول و منقول اور اصول و فروع میں
یکتائے روزگار تھا۔ اس کے اور علامہ ابہری کے عالمانہ مناظرے رہے
سعد الدین تفتازانی اس کے ارشد تلامذہ میں سے تھے والی کرمان نے
اس کو قلعہ میں قید کر دیا، وہیں ۷۵۶ھ میں فوت ہوا

---

[1] تاریخ ترکیہ۔

سلطان مراد اول

نام و نسب — مراد اول[1] بن امیر آورخاں بن امیر عثمان خاں غازی۔

پیدائش — مراد ۷۲۶ھ میں پیدا ہوا۔

تعلیم و تربیت — اورخاں کے مصاحب علماء کے سامنے زانوئے شاگردی طے کیا۔ مگر رجحان طبیعت کا فنونِ حرب کی طرف تھا، اس کا بھائی سلیمان پاشا فن سپہ گری میں طاق تھا اس پر بھی اثر پڑے بغیر نہ رہا۔ کم عمری سے اس میں ملک گیری اور حکمرانی کے جوہر نظر آرہے تھے۔ قدرت نے اس کا ساتھ دیا کہ اورخاں کا سچا جانشین بنا۔

وزارت عظمیٰ — مراد کے عہد میں صدر اعظم کی جگہ پر قرہ خلیل الملقب خیرالدین پاشا ممتاز ہوا، خیرالدین میں جملہ وہ اوصاف جو ایک لائق وزیر میں ہونے چاہئیں موجود تھے۔ ایک عرصہ تک فوج عثمانی میں قاضی سکے عہدہ پر ممتاز رہ چکا تھا، علم و فضل کے ساتھ فنونِ حرب کا بڑا ماہر تھا۔ عادل اور منصف مزاج واقع ہوا تھا ۷۸۸ھ میں فوت ہوا۔

امیر العسکر — مشہور سپہ سالار افواجِ عثمانیہ "لالہ شاہین" تھا اس کے بعد تیمورطاش امیر العسکر بنایا گیا۔ ان ہر دو نے فوج میں حسب ضرورت

---

[1] انسائیکلوپیڈیا جلد ۲ صفحہ ۲۲۳۔

اصلاحات کیں جدید نظام کے ساتھ ان کے مراتب میں اضافہ کیا اور پرچم عثمانی سُرخ رنگ کا مقرر کیا اور اس میں ہلال اور ستارہ کا نشان رکھا۔

امیر کرمانیہ کی بغاوت مراد نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لی تھی کہ امیر کرمانیہ نے مراد کے خلاف ایشیائے کوچک میں شورش کر دی، مگر مراد نے موقع پر پہنچ کر بغاوت کا بقوت استیصال کر دیا۔ اس کے بعد باطمینان خاطر یورپ کی طرف متوجہ ہوا

فتوحات تھریس مراد سریر سلطنت پر آتے ہی یورپ کو اپنی فتوحات کا جولانگاہ بنانا چاہتا تھا مگر امیر کرمانیہ کی بغاوت سے کچھ عرصہ کے لیے اس ارادے کو ملتوی کرنا پڑا۔ جب یہ فتنہ فرو ہوا تو مراد ایک زبردست ترکی فوج لے کر دردانیال کو عبور کر کے تھریس میں قدم رنجہ ہوا، قلعہ شورلو فتح کر لیا، یہاں سے قسطنطنیہ صرف پانچ میل کے فاصلہ پر تھا۔ اس کے بعد دوسرا قلعہ کرک کلیسے کو قبضہ میں لایا۔ ۷۶۳ھ میں آشکی بابا پر بازنطینیوں سے سخت معرکہ رہا۔ ادرنہ نے ہتھیار ڈال دیے۔ غرضکہ تھوڑے عرصہ میں تمام تھریس پر مراد کا قبضہ ہو گیا۔

جنرل لالہ شاہین کے کارنامے مراد تھریس کے علاقہ کی تسخیر میں لگا ہوا تھا۔ فوج عثمانیہ کے سپہ سالار لالہ شاہین نے بلغاریہ میں داخل ہو کر فلپ پولس مقام فتح کر لیا شہنشاہ قسطنطنیہ نے یہ رنگ دیکھ کر مراد سے صلح کر لی کہ مراد کی ہر مرتبہ

پر فوجی معاونت کرتا رہیگا۔ اس کامرانی کے بعد مراد بروصہ واپس آگیا۔

جنگ مارٹیزا

مراد کی فاتحانہ سرگرمی سے دوسری مسیحی حکومتوں میں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔ کلیسائے روما کی زیر سایہ حکمرانیاں اپنے لیے خطرہ محسوس کرنے لگیں۔ پوپ اربن پنجم نے ہنگری سردیا۔ بوسنیا۔ ولاچیا کے فرمانرواؤں کو حکم دیا کہ وہ مشترکہ طاقت سے ترکوں کو یورپ سے نکال دیں۔ چنانچہ ۱۳۶۳ء میں اتحادیوں کی بیس ہزار فوج تھریس روانہ ہوئی مراد اناطولیہ میں تھا وہ یورپ روانہ ہوا مگر یہاں جنرل لالہ شاہین نے مختصر فوج سے اتحادی افواج کو جو ادرنہ کے قریب دریائے مارٹیزا پر خیمہ زن تھی آلیا اور دفعتاً حملہ آور ہو کر تقریباً تمام فوج کو تہ تیغ کر دیا۔ شاہ ہنگری بمشکل جان بچا کر بھاگا۔ اس جنگ کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوہ بلقان کے جنوب کا سارا علاقہ سلطنت عثمانیہ میں شامل کر لیا گیا۔ مراد نے ڈیموٹیکا کو جو تھریس میں واقع ہے پایۂ تخت بنایا۔

دار الحکومت

پھر تین سال بعد ادرنہ دار السلطنت قرار دیا۔ اور یہاں سے مراد نے دیگر بلقانی ریاستوں پر حملہ کی تیاریاں شروع کیں۔

شہنشاہ قسطنطنیہ کا باج گزار ہونا

جنگ مارٹیزا کے بعد سلطان مراد اور شہنشاہ قسطنطنیہ

کے درمیان اور معاہدہ ہوا جس کی رو سے شہنشاہ نے سلطان مراد کا باج گذار ہونا منظور کیا اور آئندہ جنگوں میں عثمانی فوج کی حمایت میں اپنی فوج کا ایک دستہ بھیجنے کا وعدہ کیا۔

شاہزادہ بایزید کی شادی امیر کرمیان اناطولیہ میں سربرآوردہ امیر تھا اور وہ دولت عثمانیہ سے آئے دن دو دو ہاتھ کرتا ہی رہتا تھا۔ مراد نے اس کے رام کرنے کے لیے امیر کرمیان کی لڑکی کی بایزید سے نسبت منظور کرلی چنانچہ امیر نے عروس کو ریاست کرمیان کا بڑا حصہ اور قلعہ کوہاتیہ جہیز میں دیا۔ شادی کی تقریب بروصہ میں دھوم دھام سے منائی گئی۔ اناطولیہ کے تمام امرائے ترک سلطان مصر کا سفیر اس تقریب میں شریک ہوئے یہ لوگ اپنے ساتھ عرب کے صبا رفتار گھوڑے حسین یونانی کنیزیں۔ اسکندریہ کے ریشمی پارچے سونے چاندی کے ظروف، طشت جو جواہرات سے مزین تھے سلطان کے سامنے بطور تحفہ پیش کیے اس نے یہ تمام اشیا، اپنے مہمانوں میں تقسیم کردیں۔ عروس نے کرمیان کے قلعوں کی کنجیاں نذر کیں تو مراد نے انھیں اپنے ہی پاس رکھ لیا۔

شہر آق کی خرید ریاست حمید کے امیر سے ۷۷۹ھ میں بقیمت شہر آق خرید لیا جس کی وجہ سے سلطنت عثمانیہ کی سرحد ریاست کرامانیہ سے ملحق ہوگئی۔ مراد نے اپنی دختر نفیسہ کا عقد علاؤالدین امیر کرامانیہ سے کردیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ عرصہ

باہم کوئی جنگ نہ ہوئی مگر امیر کرمانیہ کو اناطولیہ کے ترکوں کی سرداری کا دعویٰ تھا وہ پھر مراد سے قونیہ کے قریب آمادہ پیکار ہو گیا، مگر شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور اس معرکہ میں گرفتار ہو گیا۔ مراد اگر چاہتا تو امیر کرمانیہ کو قتل کرا کر ریاست پر قبضہ کر لیتا۔ مگر نفیسہ خاتون کی خاطر سے اس کے شوہر کا قصور معاف کیا اور ریاست بخش دی۔ اس پر علاء الدین نے مراد کی اطاعت قبول کر لی۔ لطف یہ ہے علاء الدین مراد کا داماد تھا اور بایزید علاء الدین کا داماد بایزید نے ہی اپنے خسر کو زیر کیا اور یلدرم کا لقب پایا۔

فتوحات

۱۳۸۲ھ میں شاہ سربیا لازار اور بلغاریا نے پھر سر اٹھایا خراج دینا بند کر دیا۔ تیمور طاش نے ان پر لشکر کشی کر کے مناستر اور استب لے کر صوفیہ کا محاصرہ کیا اور تین سال بعد اس کو تسخیر کر لیا تیمور طاش ادھر مجاہدانہ سرگرمی دکھا رہا تھا صدر اعظم خیر الدین پاشا نے دوسری طرف سلانیک فتح کیا۔

اس زمانہ میں شہنشاہ قسطنطنیہ پےخابالیولاج باوجودیکہ اس کی متعدد لڑکیاں شاہی حرم میں تھیں مگر اس نے اپنے کھوئے ہوئے اقتدار کو بحال کرنے کے لیے پاپائے روم کی دہلیز پر جبیں سائی کی مگر اس نے اس کو ٹھکرا دیا۔ مراد کو اس کی منافقت کی خبر لگی سخت ناراض ہوا شہنشاہ نے اپنے لڑکے تھیوڈر کو خدمت میں بھیج کر سلطان کو رام کیا۔ مراد ایشیائے کوچک گیا اپنے بیٹے صاروجی کو قائم مقام بنا گیا۔ تھیوڈر نے صاروجی کی ترغیب

دلائی کہ اپنے استقلال کا اعلان کر دے۔ صاروجی جھانسے میں آگیا سلطان مراد کو خبر لگی، پلٹا اور در دانیال کو عبور کر کے شہنشاہ کو ساتھ لیا، ادرنہ پہنچا کہ فوجیں شاہزادہ صاروجی کو چھوڑ کر سلطان کی خدمت میں حاضر ہو گئیں، ہر دو نافرمان بیٹے گرفتار کر لیے گئے، نیل کی سلائیاں آنکھوں میں پھیر دی گئیں۔

شاہ سربیا کی خودسری ۷۸۸ھ میں شاہ سربیا اور سیمین والی بلغاریہ نے مل کر حملہ کیا۔ جنرل علی پاشا نے بیس ہزار فوج سے مقابلہ کیا۔ ان کو پسپا کرتا ہوا ترطوہ اور شوملہ تک لے گیا اور یہاں سے بھی ان کو مار بھگایا۔ اور ہر دو قلعوں پر قبضہ جما لیا سیمین نے بھاگ کر نیکوپلی میں پناہ لی وہاں سے پھر لشکر جمع کر کے ترکوں کے مقابل ہوا مگر گرفتار ہو گیا۔ سلطان نے اس کی لجاجت سے متاثر ہو کر قصور معاف کیا اور اس کی نصف سلطنت بھی ازراہ خسروانہ چھوڑ دی۔ سلسٹریہ کا علاقہ سلطنت عثمانیہ میں شامل کر لیا گیا۔ لازار نے پھر ہاتھ پیر نکالے۔ فیصلہ کن معرکہ کا تہیہ کر کے ۱۵۔ جون ۱۳۸۹ء/۷۹۱ھ کسووا کے میدان میں آ جمع ہوا مراد نے ان کی سرکوبی کر دی اتحادیوں کا شیرازہ بکھر گیا۔ یکایک سردی میلوش کو بیلو دیچ نامی نے دھوکے سے مراد کو خنجر سے زخمی کر دیا۔ مراد نے ترکوں کو سخت حملے کا حکم دیا۔ لازار شاہ سرویا گرفتار کر لیا گیا، مراد کے سامنے لایا گیا اس نے اس کو قتل کرا دیا۔

وفات مراد کے زخم کاری لگا تھا جس سے جانبر ہونا محال تھا چنانچہ پینسٹھ سال کی عمر میں ۷۹۱ھ میں وفات پائی۔ نعش بروصہ لاکر آبائی مقبرہ میں دفن کی گئی۔

وسعت سلطنت مراد نے جو علاقہ یورپ کا فتح کیا تھا۔ وہ اپنے والد کے مقابلہ میں پانچ گنا زیادہ تھا۔ بلغاریہ، سرویہ، بوسنیا پر دولت عثمانیہ کا تسلط تھا۔ ان سے خراج لیا جاتا تھا شاہ ہنگری مقابل آیا تو شکست کھا گیا۔ غرضکہ سلطنت عثمانیہ کا دائرہ حکومت دریائے ڈینیوب تک پہنچ گیا تھا۔ تھریس، مقدونیہ، جنوبی بلغاریہ کی ریاستیں مکمل طور پر سلطنت عثمانیہ میں شامل ہو چکی تھیں۔

کارنامے مراد جلیل القدر سلاطین عثمانی سے تھا تیس سال حکمرانی کی جس میں سے چوبیس سال میدانِ جنگ میں صرف کیے اور ہر جنگ میں فاتح رہا کہیں اس کو ناکامی دشمن کے مقابلہ میں نہ ہوئی گبنس نے لکھا ہے:۔

"مراد خاندان عثمانی کا سب سے زیادہ ممتاز و کامیاب ماہر سیاست اور محارب تھا"

تیس سال تک مراد نے عثمانیوں کی سیادت ایسی سیاسی تدبر کے ساتھ کی کہ اس عہد کا کوئی مدبر اس پر فوقیت نہ حاصل کر سکا۔[1]

---

[1] ہربرٹ گبنس صفحہ ۱۶۸۔

اصلاحات

مراد نے حکومت میں اصلاحیں کیں جس سے اس کا دورِ حکومت امن و امان کا تھا۔ ۸۰۶ھ سے ۸۲۳ھ تک وہ سلطنت کے انتظام واستحکام میں لگا رہا، فوجی نظام میں بھی اپنے پیش رو سلاطین سے زیادہ اصلاحیں کیں۔ جاگیری نظام کو مکمل کیا جو علاقے فتح کیے گیے ان میں جاگیریں قائم کرکے سپاہیوں کو عطا کیں اور ان جاگیرداروں کو جنگ کے مواقع پر ایک یا ایک سے زیادہ مسلح سوار فراہم کرنے کا ذمہ دار بنایا۔

یہ فوجی جاگیریں تیمار، اور زعامت چھوٹی اور بڑی دو قسموں کی تھیں۔

مراد نے شاہی اخراجات کے لیے زمینیں الگ قائم کیں مساجد اور دوسرے مذہبی اداروں کے لیے علیحدہ زمینیں وقف کردیں۔ ان کے انتظام کے لیے ایک محکمہ قائم کیا۔

نصرانی غدار

عثمانی قلمرو میں جس قدر نصرانی آباد تھے ان کے ساتھ رواداری کا برتاؤ آلِ عثمان نے ہر موقعہ پر ملحوظ رکھا، ان کو مذہبی آزادی دے رکھی تھی، ان کے کلیسے محفوظ تھے مگر یہ لوگ مغربی امراء سے سازباز کرتے رہتے، مراد نے ان کی درستی مزاج کے لیے ان کے لیے بعض خدمات مخصوص کردی تھیں۔ اصطبل وغیرہ کی صفائی، خیموں کا نصب کرنا اور اکھاڑنا، سامان کی گاڑیوں کی دیکھ بھال اسی قسم کے دوسرے فوجی کام نصرانیوں کے سپرد کیے گئے

رایت احمر | مراد نے علم عثمانی کے لیے سُرخ رنگ تجویز کیا۔

اوصاف | مراد بہادر و شجاعت کا مجسم پیکر تھا۔ بہادری کے جس قدر اوصاف ہونے چاہئیں وہ سب قدرت نے مراد میں رکھے تھے

خلیق اور متواضع بڑا تھا۔ رحم دل بھی تھا، دشمن زیر ہو جاتا تو اس کا قصور معاف کر دیتا۔ سخی بھی بڑا تھا۔ بایزید کی شادی میں جس قدر تحفہ تحائف آئے وہ تقسیم کر دیے اپنے لیے نہیں رکھے۔ غرباء کی بڑی خبرگیری رکھتا تھا۔ مذہب کا پابند۔ جہاد سے اس کو دلی رغبت تھی

علمائے عصر | علامہ ابن خلدون ۷۳۲ھ میں پیدا ہوا تونس وطن تھا فلسفۂ تاریخ کا موجد روشن خیال متبحر عالم صاحب الرائے۔ علم الکلام اور فلسفہ پر پوری نظر تھی ۸۰۸ھ میں فوت ہوا

سلطان بایزید اوّل یلدرم

نام ونسب بایزید بن مرادؒ بن اورخان عثمانی

ولادت بایزید ۷۶۱ھ میں پیدا ہوا۔

تعلیم وتربیت شاہانہ طور طریق سے بایزید کی تعلیم و تربیت ہوئی فطری رجحان فنون حرب کی طرف تھا۔ کم عمری میں وہ جنگی کارنامے انجام دیے کہ یلدرم (صاعقہ) کے لقب سے ملقب ہوا۔

تخت نشینی مراد کی شہادت کے بعد شہزادہ بایزید جنگ کسووا کی کامیابی اور کامرانی سے اپنے لشکر میں واپس آیا فوج کے تمام سرداروں نے اس کا خیر مقدم خوش دلی سے کیا۔ اور تاج و تخت سپرد کیا۔
عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی اپنے چھوٹے بھائی یعقوب چلپی کو قتل کرا دیا۔ یہ بڑا شجاع اور ماہر جنگ تھا۔

امیر العسکر تیمور طاش سالار عسکر اور ایشیائے کوچک میں بایزید کا نائب سلطنت بھی تھا مراد کے زمانے میں تیمور نے بڑے کارہائے نمایاں کیے، شجاعت اور تہور میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔

وقائع جنگ کسووا میں سرویا کو بھی ہزیمت اٹھانا پڑی تھی، مگر اس پر

---

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا صفحہ ۴۴ جلد ۲۷

بھی وہ برسرپیکار رہا، آخرش اس نے بایزید سے ایسی صلح کی کہ اس کی خود مختاری قائم رہی مگر باج گزار رہا شاہ سردیالازار کا جانشین اسٹیفن ہوا اس نے سالانہ خراج کے علاوہ پانچ ہزار سپاہیوں کا ایک دستہ سلطان بایزید کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار رکھنے کا معاہدہ کیا اپنی بہن شہزادی ڈیسپینا کو بایزید کے نکاح میں پیش کیا اور اس نے یہ وعدہ کیا کہ سلطان جب کبھی کسی دول مغرب سے برسر جنگ ہوگا تو وہ خود بنفسِ نفیس معہ فوج کے شریک ہوا کریگا۔

شہنشاہ قسطنطنیہ سے جدید صلحنامہ

بایزید نے شہنشاہ قسطنطنیہ جان پلیولوگس کو ایک جدید صلحنامہ کے لیے کہا اگر وہ تیار نہیں ہے تو اینڈرونیکس کو تخت قسطنطنیہ بٹھائیگا اور صلحنامہ اس سے کرلیگا۔ جان پلیولوگس اور اس کا لڑکا مینوئل جو تخت سلطنت میں اپنے باپ کا شریک تھا گھبرا کر معاہدہ کے لیے تیار ہوگئے اور تیس ہزار طلائی سکے بطور خراج ہر سال دینے کا وعدہ کیا اور بارہ ہزار کا ایک فوجی دستہ بایزید کی خدمت میں ہمیشہ حاضر رہا کریگا۔ طے کیا اور ایشیائے کوچک میں قلعہ فلاڈلفیا جو بازنطینی سلطنت کا باقی رہ گیا تھا وہ بایزید کو نذر کیا۔

اناطولیہ کی بقیہ ریاستیں

ایشیائے کوچک میں چند ترکی ریاستیں باقی رہ گئی تھیں جو سلطنت عثمانیہ کے لیے ہر آن خطرہ کھڑا کردیتی تھیں اور یورپ کی فتوحات میں بغاوت کرکے

اکثر روڑا اٹکا دیا جاتا۔ بایزید نے پہلے ان کی طرف توجہ کی۔ پہلے اس نے ترکی ریاست ایدین کو فتح کیا پھر منتشا اور صاروخان پر حملہ کر دیا یہاں کے ترکی امراء امیر قسطمونی کے پاس پناہ گزیں ہوئے۔ غرضکہ ہر دو مذکور الذکر ریاستیں سلطنت عثمانیہ میں شامل کر لی گئیں جس سے اس کے حدود بحر ایجین کے ساحل تک پہنچ گئے۔ پھر ریاست تکہ کے بقیہ حصہ پر بھی قبضہ کیا اور آگے بڑھ کر قسطمونی کے امیر سے بھڑ پڑا اور اسے شکست دے کر اس کی حکمرانی کا خاتمہ کر دیا۔ آخر میں کرمانیہ کا رخ کیا اس کے امیر علاء الدین نے مقابلہ پر شکست کھائی اور خود بھی معہ اپنے دو بیٹوں محمد و علی کے گرفتار ہو گیا۔ آخرش اس نے شہر آق نذر کر کے صلح کر لی۔

محاصرۂ قسطنطنیہ اناطولیہ کی فتوحات کے بعد بایزید درِ دانیال کو عبور کر کے ادرنہ آیا۔ یہاں سے مینوئیل جان پلیولوگس کے مرنے پر قسطنطنیہ پہنچا اور تخت نشین ہو گیا۔ یہ فعل بایزید کو ناگوار ہوا تو فوجیں لے کر قسطنطنیہ گیا اور محاصرہ کر لیا۔ سات ماہ تک محاصرہ جاری رہا۔ پھر چونکہ بایزید کو بلغاریہ میں سجمنڈ شاہ ہنگری کے جارحانہ اقدام کو روکنے کے لیے فوجیں درکار تھیں اس لیے مینوئیل سے دس سال کے لیے صلح کر کے محاصرہ اٹھا لیا سالانہ خراج کی رقم تیس ہزار طلائی کراون مقرر ہوئی۔ مسلمانوں کے لیے قسطنطنیہ میں ایک شرعی عدالت قائم کی گئی، جہاں کا قاضی ترکی عالم مقرر ہوا اور ایک عالی شان مسجد بھی تعمیر ہوئی اور غلطہ کا نصف حصہ بھی

سلطان کے قبضہ میں آیا یہاں چھ ہزار عثمانی فوج متعین کی گئی۔

ولاچیا بایزید نے ولاچیا پر حملہ بول دیا۔ آخرش وہ باج گزار بن گیا پھر بوسینیا اور ہنگری کی طرف رُخ کیا مگر حملہ میں ناکامی ہوئی۔ بایزید ہمت نہ ہارا، دوبارہ حملہ کر کے گیا ہوا قلعہ نا کوپولس لے لیا۔ سجمنڈ کو بھاگنا پڑا۔

فتح بلغاریہ ۹۵ء میں بایزید نے اپنے لڑکے سلیمان پاشا کو بلغاریہ کے فتح کے لیے بھیجا جنوبی حصہ اس کا مراد کے عہد میں فتح ہو چکا تھا جو باقی تھا شہزادہ سلیمان نے اس پر حملہ کر دیا شاہ سلیمان نے جم کر مقابلہ کیا، مگر سلیمان نے پایۂ تخت ترنوا کو ایک ہفتہ محاصرہ کر کے فتح کر لیا۔ اب شمالی بلغاریہ بھی عثمانی سلطنت میں شامل کر لیا گیا۔ یہاں کی بادشاہت ختم ہو گئی "اسقف اعظم" جو بڑا فتنہ گر تھا وہ جلاوطن کر دیا گیا۔ بلغاریہ کے بہت سے نصرانی بطیب خاطر داخل اسلام ہو گئے ان کی زمینیں بحال رہیں باقی سارا علاقہ فوجی جاگیروں کی شکل میں ترکوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

صلیبی جنگ

بلغاریہ کے سلطنت عثمانیہ میں شمولیت سے شاہ ہنگری سجسمنڈ کو اپنے ملک کے لیے خطرہ نظر آنے لگا، کیونکہ اس کی سرحد ترکی علاقہ سے ملی ہوئی تھی اس نے نامہ و پیام سے یورپ کے بادشاہوں کو ہمنوا بنایا اور پوپ نے بھی اس کی درخواست پر صلیبی جنگ کا اعلان کر دیا۔

سب سے پہلے کلیسا کی آواز پر ڈیوک برگنڈیا نے لبیک کہی اور اپنے بیٹے کاؤنٹ ڈی نیفر کو چھ ہزار منتخب بہادروں کے ساتھ جن میں امرائے فرانس اور شاہی خاندان کے ارکین شامل تھے۔ روانہ کیا۔ راہ بویریا اور آسٹریا کے امراء اپنی اپنی فوجیں لے کر اس جماعت میں شامل ہوتے گئے۔ جرمنی سے فریڈرک کاؤنٹ ہوہنزلون اور اس کا لشکر۔ قدیس یوحنا اور جماعت تثلیثی بھی ساتھ ہو گئی سان صلیبی مجاہدوں کو گمان تھا کہ ترکوں کو شکست دے کر ارض مقدس پر قبضہ جمائینگے لطف یہ تھا کہ صلیبیوں کے ساتھ شراب کے قرابے اور نصرانی دوشیزائیں بھی تھیں جو شب کی رنگین صحبتوں کے کام میں لائی جاتیں۔ یہ گروہ بہ کروفر ہنگری پہنچا شاہ ہنگری معہ اپنی سپاہ کے تیار بیٹھا تھا وہ اس صلیبی جماعت میں شامل ہو کر دریائے ڈینوب کو عبور کر کے نیکوپلی پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ شاہ ہنگری کے ساتھ شاہ ولاچیا بھی شریک ہو گیا۔ نیکوپلی کے امیر اوغلان بک نے بڑی پامردی سے اس جم غفیر کا مقابلہ کیا۔ بایزید اس حملہ کی خبر پا کر دو لاکھ سپاہ کے ساتھ صلیبیوں پر مثل صاعقہ کے آگرا، والی سربیا اسٹیفن اپنے عہد پر قائم رہ کر معہ جرار لشکر کے ترکوں کے ساتھ آملا۔

۲۳۔ ذی قعدہ ۷۹۶ھ کو صلیبی فوجیں اسلامی فوج پر حملہ آور ہوئیں ان کی کمان کاؤنٹ دی نیفر کے ہاتھ میں تھی۔ باوجودیکہ شاہ ہنگری سجمنڈ نے ان کو اس حملہ سے منع کیا تھا کہ جو فوج مقابل ہے وہ

غیر مرتب تر کی دستہ ہے، اس کے عقب میں جو فوج ہے اس سے نبٹنے کی ضرورت ہے مگر سجمنڈ کی رائے کے خلاف کاؤنٹ اپنی بہادری کے زعم میں ینی چری سے ہی دو دو ہاتھ کرتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ ترکوں کا مقدمۃ الجیش شکست کھا گیا، کاؤنٹ کو اپنی فتح نظر آنے لگی اور اس قدر میدان جنگ میں آگے بڑھ گیا کہ ینی چری فوج اس کے پیچھے رہ گئی اور سامنے ترکوں کا منظم لشکر عظیم نظر آنے لگا تو اس کے چھکے چھوٹ گئے۔ واپس ہونا چاہا مگر راہ ینی چری فوج نے روک لی آخر ش نہایت بے جگری سے ترکوں سے لڑا، اس کے چھ ہزار ساتھی مارے گئے اور بہت سے گرفتار ہوئے۔ بایزید نے یہ رنگ دیکھ کر سجمنڈ کی طرف توجہ مبذول کی صلیبیوں کے دونوں بازوؤں کی فوج بھاگ کھڑی ہوئی قلب لشکر جو ہنگری بویریا اور آسٹریا کے دستوں پر مشتمل تھا جس کی کمان خود سجمنڈ کے ہاتھ میں تھی جم کر مقابلہ پر رہا مگر چند گھنٹے سے زیادہ تاب مقابلہ نہ لا سکا۔ آخر ش یہ صلیبی مجاہد بھاگ کھڑے ہوئے۔ ہزارہا قتل ہوئے ترکوں نے بھگوڑوں کو گھیر کر گرفتار کر لیا جن کی تعداد دس ہزار کے قریب تھی۔ کاؤنٹ نے مسلمان قیدی جو اس کے قبضہ میں آئے تھے قتل کرا دیے۔ بایزید نے ان کے انتقام میں ان قیدیوں کو بھی تہ تیغ کرنا شروع کیا۔ قیدیوں میں کونٹ ڈی نیورس بھی تھا۔ شاہ ہنگری سجمنڈ سر پر پیر رکھ کر ایسا بھاگا کہ جو اس کی امداد کے لیے صلیبی بہادر آئے تھے ان کی خبر بھی نہ لی مگر کونٹ ڈی نیورس جب قتل کرنے کے لیے لایا گیا بایزید نے اس کو دیکھ کر اس کی جوانی پر ترس کھایا اور اس کی جان بخشی کی اور اس

کی سفارش سے چوبیس ساتھی بھی بچا لیے گئے۔ ان سب کو سلطان بایزید نے نہایت احترام و عزت سے ایک سال تک زیرِ حراست رکھا۔ فرانس سے زرِ فدیہ آ گیا تو ان کو وطن جانے کی اجازت عطا کی اور چلتے وقت کونٹ ڈی نیورس سے کہا:-

"جان مجھ کو علم ہے کہ تو اپنے ملک کا سردار ہے۔ ممکن ہے تیرے ہمعصر تیری اس ناکامی پر تجھے قابلِ الزام سمجھیں مگر میں تجھ کو آزاد کرتا ہوں اور اجازت ہے کہ پھر میدانِ جنگ میں آ کر مجھ سے دو دو ہاتھ کر لے، میں ہمیشہ تیار رہوں گا۔"

جان بادشاہ سے رخصت ہو کر اپنے ملک میں آیا مگر تمام عمر پھر کبھی سر نہ اٹھایا۔

اس عظیم الشان فتح کی بشارت تمام عالمِ اسلامی میں بھیجی گئی اس پر ہر جگہ بڑی خوشی منائی گئی۔

فرمان خلیفہ عباسی

متوکل علی اللہ اول عباسی خلیفہ قاہرہ نے بھی بایزید کے اس کارنامے سے محظوظ ہو کر جملہ علاقہ جات مفتوحہ کا فرمان بایزید کے نام بھیجا۔ سلطان نے فرمان کو آنکھوں سے لگایا اور فرمان لانے والوں کو انعام و اکرام سے نوازا اور بہت سے تحفے تحائف خلیفہ کے حضور میں ارسال کیے۔

جنگ نائکوپولس کے بعد بایزید نے ولاچیا۔ آسٹریا اور ہنگری پر فوجیں بھیج دیں جنہوں نے پیٹرواردین کے شہر پر قبضہ کیا۔ ایک ترکی دستہ نے سربیا پر یورش کی اور ساحل ڈینوب کے جو قلعے نصرانیوں

نے لیے تھے وہ ان سے بزور حاصل کر لیے اور خود بایزید بنفس نفیس بوڈا پر چڑھائی کرنا چاہتا تھا لیکن دفعۃً بیمار ہو گیا جس سے ہنگری کی یہ مہم معرض التوا میں رہی۔

فتح یونان

تندرست ہونے کے بعد ادرنہ کو بایزید واپس ہوا اور وہاں پہنچ کر مینوئیل شاہ قسطنطنیہ کو مجبور کیا کہ جان کے حق میں تخت سے دست بردار ہو جائے۔ مگر مینوئیل نے بایزید کو نا ملائم جواب دیا جس کی بنا پر ۷۹۶ھ میں بایزید یونان پر حملہ آور ہوا اور بلا زحمت اٹھائے تھسلی، فوسیس، ڈوریس اور لوکریس پر قابض و متصرف ہو گیا۔

ادھر بایزید برسرپیکار تھا دوسری طرف اس کے جنرل یعقوب اور افرنیوس نے خاکنائے کورنتھ کو طے کر کے جنوب کا رُخ کیا اور تمام موریا کو فتح کر لیا۔

بایزید نے اپنے جنرلوں کو حکم دیا کہ موریا کے تیس ہزار یونانی باشندے ایشیائے کوچک میں منتقل کر دیے جائیں اور ان کی جگہ پر ترکوں کو آباد کیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

موریا کا حکمراں پھر تھیوڈور پلیوگس شاہ قسطنطنیہ کے نائب کی حیثیت سے تھا اُس نے شکست کھا کر بایزید کی سیادت کو قبول کیا اور دولت عثمانیہ کا باج گزار بن گیا۔

یونان کی فتح کے بعد بایزید ادرنہ لوٹ آیا۔ یہاں معلوم ہوا شہنشاہ قسطنطنیہ مسلمانوں کے مذہبی امور میں دست اندازی کرتا ہے اور معاہدہ

کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ اس نے قسطنطنیہ کے فتح کرنے کا ارادہ کرلیا۔ اور شہنشاہ کو کہلا بھیجا قسطنطنیہ کے معاوضہ میں دوسری حکومت پسند کرلے تاکہ وہ اس کو عطا کردی جائے، مگر شہنشاہ نے جواب دیا کہ۔

"ہم ضعیف و ناتواں ہیں ہم خدا کے سوا کسی دوسری طاقت سے نہیں ڈرتے وہی کمزور کی حفاظت کرتا ہے اور طاقتور کا غرور توڑتا ہے۔ سلطان کو اختیار ہے جو چاہے وہ کرے"

اس جواب پر بایزید نے ادرنہ سے آگے بڑھ کر قسطنطنیہ کا محاصرہ کرلیا۔ قریب تھا کہ فتح کرلے۔

مغلوں کی یلغار

سلطان کو اطلاع ملی کہ اس کے ایشیائی مقبوضات پر مغلوں کا قبضہ ہوتا جا رہا ہے چنگیز کا پوتا تیمور لنگ مثل چنگیز کے کشورکشائی کرتا ہوا بڑھ رہا ہے۔ بایزید نے قسطنطنیہ کا محاصرہ اٹھا لیا اور شہنشاہ سے عہدنامہ لکھوا لیا کہ وہ دس ہزار سکہ طلائی سالانہ جزیہ میں دیا کریگا اور جو مسلمان اس کے علاقہ میں رہتے ہیں اُن کے لیے ایک جداگانہ محکمہ شریعہ قائم کریگا اور نیز ان کو ایک جامع مسجد بنانے کا بھی حق دیگا۔

صاحب قران امیر تیمور

تیمور کا مورث اعلیٰ قراچار نویان اور چنگیز ایک دادا کی اولاد سے تھے۔

قراچار و چنگیز ابن عم اند بکشور کشائی قرین ہم اند

قراچار کا خلف ارشد ایجل خاں دانش و خدا شناسی کے ساتھ مخصوص تھا ہلاکو خاں نے ایجل کو تبریز کا حاکم کیا اس کا بیٹا ایلنگر خاں تھا جو اسلام سے مشرف ہوا اور امیر الامراء کے خطاب سے سرفراز کیا گیا اس کا صاحبزادہ امیر برکل تھا جس کے لڑکے امیر طراغائی تھے[1] جو شیخ شمس الدین کلال کے مریدین میں سے تھے۔ یہاں ۲۵ شعبان ۷۳۶ھ ۱۳۳۵ء کو نگینہ خاتون کے بطن سے شہر سبز (ماوراء النہر) میں تیمور پیدا ہوا۔ امیر طراغائی نے تعلیم و تربیت کا معقول انتظام کیا۔ کم عمری میں اس کی لیاقت اور تہور و شجاعت کے گھر گھر چرچے ہونے لگے۔ تغا تیمور نے کش کی گورنری پر تیمور کو مامور کر دیا بعدہٗ چغتائیہ خاں سیور غالمش کا وزیر ہو گیا جس کی حکومت اس نے ۷۷۱ھ ۱۳۶۹ء میں غصب کر لی۔ گو تیمور نے اسے اور اس کے لڑکے محمود کو ۸۰۰ھ ۱۳۹۷ء تک برائے نام بادشاہ رہنے دیا[2]

۷۸۲ھ میں تیمور نے ایران پر چڑھائی کر دی۔ سات برس کے اندر خراسان، جرجان، مازندران، سجستان، آذربائیجان، کردستان فتح کر لیے۔ تیمور نے جس ملک کا ارادہ کیا فتح کر کے چھوڑا۔

۷۸۹ھ میں اصفہان کے آدمیوں نے فتنہ و فساد برپا کیا تو تیمور نے سب کو تہ تیغ کرا دیا۔ پھر دار الملک فارس میں آیا، آل مظفر اس کی خدمت

---

[1] ظفر نامہ مولانا شرف الدین یزدی قلمی صفحہ ۹۶ و انساب الترک ابو الغازی خاں۔
[2] شجرات فرمانروایان اسلام از مسٹر اسٹینلی لین پول صفحہ ۱۹۲۔

میں حاضر ہوئے۔ دشت قپچاق کا فرمانروا اس کا تربیت یافتہ توقتمش خاں تھا۔ اس نے مخالفت کی اس کا سر کچل دیا ۷۹۵ھ میں ایران میں دوبارہ جا کر شاہ منصور کو جو سرکش ہو گیا تھا، شیراز میں قتل کیا، آل مظفر کو پامال کیا۔ پھر جلائر سے بغداد بجبر لے لیا۔ کئی مرتبہ گرجستان میں آیا ۸۰۱ھ میں دریائے سندھ پر پل بنا کر عبور کیا اور ہندوستان کو فتح کیا۔ پھر یہاں سے دمشق پر فوج کشی کی اور امرائے شام جو قید میں تھے ان کو قتل کیا[1]

تیمور کی فتوحات کا دائرہ تھوڑے عرصہ میں حدود دولت عثمانیہ سے مل گیا تو بایزید نے جن علاقوں پر قبضہ کیا وہاں کے امراء بھاگ کر تیمور کے پاس پہنچے اور جن مقامات پر تیمور نے چڑھائی کی وہاں کے حکمراں بایزید کے دامن میں پناہ گزین ہوئے۔ ہر دو ریاستوں کے فرمانروا تیمور اور بایزید کو ایک دوسرے کے خلاف اُبھارتے اور بھڑکاتے۔ ان باتوں کے سلسلہ میں ہر دو شاہوں کے درمیان نہایت تلخ نامہ و پیام ہوئے آخرش نوبت جنگ کی آ گئی اور دو عظیم الشان طاقتیں آپس میں ٹکرا گئیں۔ فتوحات اسلامیہ کا بڑھتا ہوا سیلاب رک گیا۔

معرکہ تیمور و بایزید

۸۰۳ھ / ۱۴۰۰ء میں دمشق کی فتح کے بعد تیمور نے ارمینیا کی طرف سے عثمانی سرحد میں داخل ہو کر سیواس جو عثمانی مقبوضہ تھا اس کا محاصرہ کر لیا

---

[1] روضۃ الصفا۔

اس شہر کی دیواریں مضبوط تھیں اور ترکی دستہ نے سلطان بایزید کے سب سے بڑے لڑکے شاہزادہ ارطغرل کی سرکردگی میں اس کی محافظت بھی بڑی جانبازی کے ساتھ کی تیمور کی سات آٹھ لاکھ تاتاری فوج شروع میں کامیاب نہ ہو سکی۔ مگر تیمور نے آخر میں سرنگیں لگا کر شہر کی فصیل کو گرا دیا۔ جس سے شہر پر تیموری فوج کا قبضہ ہو گیا۔ تیمور نے سیواس کے محافظ دستہ کو تہ تیغ کیا ان میں چار ہزار ارمنی بھی تھے جن کو زندہ دفن کرا دیا۔ اور شہزادہ ارطغرل اس معرکہ میں کام آیا۔

بایزید اس وقت قسطنطنیہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھا اس کو سیواس کے فتح ہونے کی خبر لگی اور اپنے لخت جگر کے کام آنے کا علم ہوا۔ اس کی کمر ٹوٹ گئی اور وہ تیمور کے مقابلہ کے لیے ایشیائے کوچک پہنچا۔ لیکن تیمور اس درمیان میں شام اور مصر کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ دو سال بعد پھر وہ لوٹا اور سیواس پہنچنے کے بعد بایزید اور اس کے درمیان خط و کتابت دوبارہ ہوئی بایزید کو اپنی فتوحات کا زعم تھا اور تیمور کی طاقت کا اندازہ وہ نہ رکھتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک فیصلہ کن جنگ کے لیے ہر دو مسلم شاہنشاہ تیار ہو گئے۔

معرکہ انگورہ

بایزید ایک لاکھ بیس ہزار فوج کے ساتھ تیمور صاحبقران کے مقابلہ کے لیے سیواس کی طرف بڑھا لیکن تیمور کی کثیر فوج (سات لاکھ) کے لیے یہ میدان تنگ تھا اس لیے وہ بایزید کے پہنچنے سے پیشتر انگورہ کی طرف روانہ ہو گیا اور وہاں پہنچ کر فوراً انگورہ کا محاصرہ

کرلیا۔ اسے یقین کامل تھا کہ بایزید انگورہ کو بچانے آئیگا۔ چنانچہ بایزید اطلاع پاکر انگورہ سیواس کے بجائے پہنچا، اس نے دیکھا تیمور شہر کے شمال مغرب کی جانب جو فوجی نقطہ نظر سے میدان کا بہترین حصہ ہے قبضہ کیے ہوئے ہے۔ مگر بایزید اپنی قوت کے گھمنڈ میں تیمور کی فوجی طاقت کا اندازہ نہ کرسکا۔ ادھر تیمور نے اپنے تاتاری ایجنٹ بایزید کی فوج میں بھیج دیے جنہوں نے عثمانی فوج میں تاتاریوں میں بایزید کے خلاف بغاوت پیدا کرکے ان میں قومی عصبیت برانگیختہ کردی چنانچہ تاتاری عین جنگ کی حالت میں کٹ کر تیمور کی فوج میں شامل ہو گئے اس سے بڑھ کر بایزید کی خست نے فوجیوں کو بددل بنا دیا تھا۔ عثمانی افسروں نے یہ رنگ دیکھ کر بایزید کو مشورہ دیا کہ تیمور سے صلح کرلے مگر اپنی قوت کے زور میں اس نے مطلق توجہ نہ کی بلکہ اپنی شان دکھلانے کے لیے انگورہ کے بعد ایک روز پوری فوج کو ساتھ لے کر شکار کے لیے روانہ ہوگیا۔ راہ میں پانی کی کمی سے پانچ ہزار فوجی سپاہی پیاس کی شدت سے مر گئے جو باقی رہے وہ بھی گرمی اور پیاس کی تکلیف سے خستہ حال تھے۔

بایزید شکار سے لوٹا دیکھا کہ اس کی لشکر گاہ پر تیمور کا قبضہ ہے اور جس چشمہ سے عثمانی فوج پانی لے سکتی تھی اس کا رخ بھی تیموری فوج نے پھیر دیا ہے بایزید نے ان حالات کی ناسا عدت سے گھبرا کر ۱۹ ذی الحجہ ۸۰۴ھ ۱۴۰۲ء کو فیصلہ کن معرکہ کا آغاز کردیا۔ لڑائی طلوع فجر سے قبل

شروع ہوگئی۔ غروب آفتاب کے بعد تک جاری رہی بایزید نے اپنی سپہ گری اور سپہ سالاری کے خوب خوب جوہر دکھائے مگر تیمور کی فوجی قابلیت اور اس پر طرہ یہ تھا کہ دعا اور مناجات میں مشغولی اور سجدے میں سر رکھ کر رونا اور گڑگڑانا جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ بایزید کو ناکامی نظر آنے لگی۔ ادھر اناطولیہ کی ترکی ریاستوں کے رئیس تیمور کے ساتھ تھے اور فوجیں بایزید کے ہمراہ وہ اپنے آقاؤں کے جھنڈے کے نیچے پہنچ گئیں تاتاری علیحدہ کٹ گئے پھر افسروں نے بایزید کو میدان چھوڑنے کی رائے دی مگر اپنی شجاعت اور کشوری کے زعم میں اس مشورہ کو حقارت سے ٹھکرا دیا سا بایزید کے ساتھ اب صرف دس ہزار ینی چری رہ گئے تھے وہ سات آٹھ لاکھ تاتاریوں کا کب تک مقابلہ کر سکتے تھے۔ یہ رنگ بایزید نے جو دیکھا تو بھاگنا چاہا، وقت گزر چکا تھا سردار محمود خاں چغتائی نے بایزید کو میدان سے ہٹتے ہوئے دیکھا، اس نے آگے بڑھ کر گرفتار کر لیا۔ بایزید کے پانچ لڑکوں میں سے جو شریک جنگ تھے ان میں سے تین دشمن کی زد سے بچ کر نکل گئے شہزادہ سلیمان نے یورپ کی راہ اختیار کی شہزادہ محمد نے اناسیا پہنچ کر دم لیا۔ اور شہزادہ عیسیٰ نے کرمانیہ کا رخ کیا۔ شہزادہ موسیٰ گرفتار ہوا، شہزادہ مصطفیٰ اس وقت لاپتہ ہوگیا۔

بایزید کا انجام

بایزید قیدی کی حیثیت سے دست بستہ تیمور کے سامنے لایا گیا۔ تیمور نے تخت سے اتر کر بایزید کا استقبال

کیا اور ہتکڑی کھلوا کر عزت و احترام کے ساتھ اپنے پہلو میں تخت پر بٹھایا، اور سلطان بایزید کے اس حال کو دیکھ کر آبدیدہ ہوا اور کہنے لگا۔[1]

"اگرچہ احوالِ عالم تمامتر خداوند تعالیٰ عزاسمہٗ کے ارادہ و قدرت کے مطابق پیش آتے ہیں اور کسی دوسرے کو حقیقۃً الامر یہ ہے کوئی اختیار و اقتدار نہیں تاہم ظاہر سبب یہ ہے کہ تم پر یہ جو مصیبت آئی ہے وہ انصاف و حق یہ ہے کہ خود تمہاری لائی ہوئی ہے۔

تم نے بارہا اپنی حد سے باہر قدم رکھا اور بالآخر مجھے انتقام پر مجبور کر دیا پھر بھی تم اس مغربی دیار میں نصرانی کفار سے جہاد کر رہے تھے میں نے بہت کچھ تحمل سے کام لیا اور ان حالات میں جو فرض ایک خیر اندیش مسلمان کا تھا اُسے بجا لایا میری خواہش تھی کہ اگر تم فرماں برداری کی راہ اختیار کرو تو مال و لشکر کی جس قدر ضرورت تمہیں ہو اس سے تمہاری مدد کروں تاکہ تم اطمینان و قوت کے ساتھ جہاد میں مشغول رہ سکو اور دیارِ اسلام کے اطراف و اکناف سے بیدینوں کے شرک کی شوکت کو فنا کر دو۔ مگر تم نے سرکشی اور عناد اختیار کیا حتیٰ کہ معاملہ یہاں تک رونما ہوا سب جانتے ہیں کہ اگر صورتِ حال اس کے برعکس ہوتی اور یہ قوت و غلبہ جو خداوند تعالیٰ نے مجھ کو بخشا تم کو حاصل ہوتا تو اس

---

[1] ظفر نامہ

وقت مجھ پر اور میرے لشکر پر کیا گزرتی لیکن اس فتح کے
شکرانے میں جو خدا کے فضل و عنایت سے مجھے حاصل
ہوئی ہے میں تمہارے اور تمہارے آدمیوں کے ساتھ
بھلائی کے سوا کچھ نہ کروں گا۔ دل کو مطمئن رکھو[1]»

بایزید نے منفعل ہو کر اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور آئندہ کے لیے اطاعت کا وعدہ کیا۔ تیمور نے خلعت شاہانہ پہنا کر مزید لطف و عنایت کی توقع دلائی اور اس کی خواہش پر شہزادہ موسیٰ بھی آزاد کیا گیا اور بایزید کے پاس پہنچا دیا گیا۔

تیمور صاحبقران نے اپنے شاہی خیمہ کے قریب ایک عالی شان خیمہ نصب کرایا اور بعض عالی مرتب امراء کو سلطان کی خدمت میں مامور کیا۔ بروصہ سے جب حرم سلطانی لائی گئیں تو تیمور نے شہزادی ڈیسپنیا اور اس کی لڑکی کو بھی بایزید کے پاس بھجوا دیا۔

بایزید کی موت

تیمور کے مراحم خسروانہ بایزید کے زخم دل کے لیے نمک پاشی کا کام دے رہے تھے اور اپنی سابق عظمت و سطوت کی یاد ایک لمحہ چین نہ لینے دیتی تھی آخر ش راہ فرار اختیار کرنا چاہی۔ تیمور کو اطلاع ہو گئی، نگرانی سختی سے کی جانے لگی[2] اور پالکی میں جس میں جالی لوہے کی تھی اس میں بایزید سفر کیا کرتا تھا اور تیمور کی فوج کے ساتھ یہ پالکی رہتی۔ بہرحال بایزید

---

[1] ظفر نامہ جلد دوم صفحہ ۴۴۳ [2] حبیب السیر

کے قلب و دماغ پر اپنی قید و رسوائی کا اس قدر جانکاہ اثر پڑا کہ صرف آٹھ مہینے بعد اس کا طائر روح قفس عنصری اور قفس فولادی دونوں سے بیک وقت پرواز کر گیا۔ یہ واقعہ ناہیہ میں ۸۰۵ھ میں ہوا۔

تیمور کو بایزید کے مرنے کی خبر لگی تو اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور شہزادہ موسیٰ کے ہمراہ بایزید کی نعش شاہانہ احترام کے ساتھ بروصہ روانہ کی جہاں وہ دوسرے تاجداران عثمانی کے پہلو میں سپرد خاک کی گئی۔

ایشیائے کوچک کی تمام ریاستیں آزاد ہو گئیں اور سلطنت عثمانیہ محدود ہو کے رہ گئی۔ کیونکہ ایشیائے کوچک کا کوئی علاقہ دولت عثمانیہ کے ہاتھ میں باقی نہ رہا۔ ایدین، منتشا، صاروخاں، کرمیان اپنی ریاستوں پر فرماں روائی کرنے لگے۔

اوصاف بایزید

سلطان بایزید شجاع تھا۔ ایک بہادر میں جو اوصاف ہونے چاہئیں وہ سب اس میں قدرت کی طرف سے ودیعت تھے۔ البتہ جوہر سخاوت سے معریٰ تھا۔ ہر سپاہی اس کے ہیبت و جلال سے مرعوب رہتا تھا۔ دلوں میں اس سے انس و محبت نہ تھی۔

عیش و عشرت

سلطان کے حرم میں جیسے شہزادی ڈیسپینا داخل ہوئی ہمہ تن محل سرا عیش و نشاط کی محفل بن گیا شہزادی کے ماں باپ نصرانی، شرابی کبابی اور لہو لعب میں زندگی

گزارنے والے تھے۔ اس نے شوہر کو بھی شراب کے چسکے پر لگا لیا عثمانی سلاطین میں یہ پہلا سلطان تھا جو جام و سبو کا متوالا بن گیا، نتیجہ یہ ہوا کہ جملہ لوازم عیش اس کے اردگرد تھے مگر اس ترک میں یہ خوبی تھی جب اس نے سنا کہ ممالک اسلامیہ پر صلیبیوں کا جم غفیر تسلط کرنے آرہا ہے تمام عیش و عشرت کے سامان کو ٹھکرا مثل ایک مجاہد کے سرکف میدان میں نکل کھڑا ہوا

سلطنت عثمانیہ بایزید اور تیمور کی باہمی آویزش سے سلطنت عثمانیہ کو بہت بڑا نقصان پہنچا ترکی امراجن کو زیر کرنے میں آل عثمان نے بڑی قربانی دی تھی وہ آزاد ہو گئے۔ غرضکہ ایشیائے کوچک کا علاقہ سلطنت عثمانیہ سے کٹ گیا اور حکومت محدود ہو کے رہ گئی۔ اس کے علاوہ بایزید ممالک یورپ پر چھاتا جا رہا تھا۔ اس وقفہ سے وہ سیلاب فتوحات رک کے رہ گیا۔

گیتی ستاں امیر تیمور دنیا کے ان چند اولوالعزم شہنشاہوں میں سے ہے جنہوں نے ساری دنیا کی فتح کا ارادہ کیا تھا، اور فقط ارادہ ہی نہیں کیا بلکہ ایک حد تک اس کو کر کے دکھایا اس کی سلطنت دیوار چین سے لے کر ایشیائے کوچک کی سرحد تک اور بحیرۂ ارل سے دریائے گنگ اور خلیج فارس تک پھیلی ہوئی تھی پینتیس سال کی عمر میں اس نے تاتاری امراء کو زیر کر کے سمرقند کو اپنا پایہ تخت بنایا اور فتوحات کا وہ سلسلہ شروع کیا جس کی وسعت

کے سامنے سکندر اعظم، سیزر، چنگیز خان، شارلمین اور نپولین کی سلطنتیں حقیر معلوم ہوتی ہیں چھتیس سال حکمرانی کی، ستائیس مملکتیں فتح کرلی تھیں۔ نوشاہی خاندان اس کے ہاتھ سے فنا ہوئے۔ اس کی یہ حیرت انگیز جہانگیری صرف ذاتی شجاعت اور اعلیٰ فوجی قابلیت کا نتیجہ نہ تھی بلکہ اس کے تدبر اور ملکہ حکمرانی کو بھی اس میں بہت کچھ دخل تھا۔ شجاعت دلاوری اس درجہ کمال پر کہ ابتداء عمر سے آخر عمر تک کسی ورطۂ مہلکہ میں دہشت و خوف اس کی خاطر میں نہیں آئے۔ اصابت رائے اس مرتبہ پر کہ مدۃ العمر میں جو تدبیر اس کے فکر و اندیشہ میں آئی وہ تقدیر کے موافق تھی۔ رقت قلب وہ کہ جس وقت پروردگار کا سپاس گزار ہو تو آنکھوں سے آنسوؤں کا پانی رواں ہو۔ قہر و سیاست وہ کہ خدا تعالیٰ کے اوصاف جلالی کا آئینہ۔ غرضکہ امیر تیمور ایک عجیب پیکر بشر مظہر قدرت آفریدگار و مصدر غرائب آثار و بدیع اطوار تھا بعد فتح انگورہ آذربائیجان آیا، ڈیڑھ سال رہ کر یہاں کا انتظام کیا سلطان مصر نے روپے اشرفیوں پر امیر تیمور کے نام کا سکہ لگا کر اس کے پاس بھیجا اور حرمین شریفین اور اماکن مقدسہ کے منابر پر اس کی فرمانروائی کا خطبہ پڑھا گیا۔ ۸۰۶ھ میں فیروزہ کوہ میں تیمور آیا یہاں کی فتح حاصل کرکے خراسان گیا۔ ۸۰۷ھ میں نیشاپور کی راہ سے ماوراء النہر پہنچا اور وطن مالوف میں امیرزادہ الغ بیگ، امیرزادہ ابراہیم سلطان، امیرزادہ اجل و عمر شیخ، امیرزادہ احمد، بائقرا کی شادیوں کا جشن عظیم کیا۔ اس

فراغت پاکر چین اور خطا کی تسخیر کے لیے لوا عزم بلند کیا۔ دو لاکھ فوج لے کر بعمر ستر سال تین سو میل تک سفر کر کے اترار مقام پر قیام کیا یہیں مرض الموت میں گرفتار ہوا۔ ۱۷ شعبان ۸۰۷ھ انتقال کیا۔ پیر محمد جہانگیر کو ولیعہد مقرر کیا۔

تاریخ وفات

سلطان تیمور آنکہ چرخ را دل خون کرد ۔ وز خون عدو روئے زمیں گلگوں کرد
در ہفدہ شعبان سوئے علیین تاخت ۔ فی الحال ز رضواں سروپا بروں کرد

علمائے معاصر علامہ محمود بن محمد چغمینی خوارزمی علوم فلسفہ کا ماہر تھا۔ علمائے اعلام میں شمار ہے ۸۰۸ھ میں ملخص فی التیسر کے نام سے ایک متن لکھا جس میں اجسام کے اقسام اجرام علویہ اور بسائط سفلیہ پر بحث کی۔ قاضی زادہ رومی نے ۸۱۳ھ میں اس کی شرح کی، جو شرح چغمینی کے نام سے مشہور ہے

علامہ علی بن محمد المعروف با سید الشریف جرجانی علوم عربیہ اور معقولات کا کامل تھا تحریر اسکی نہایت شستہ اور محققانہ ہے مناظرات میں ید بیضا رکھتا تھا علامہ تفتازانی جیسے متبحر سے بازی لے جاتا تھا تیمور صاحبقران کے عہد یلغار پر ماوراء النہر چلا گیا ایک عرصہ تک وہاں رہا پھر سمرقند آ گیا۔ کشاف، مطول، شرح مطالع، شرح لوالع، شرح حکمت العین، شرح شمسیہ، فرائض سراجی وغیرہ پر رقیق حاشیہ لکھا۔ ۸۱۶ھ میں انتقال کیا[۱]

۱؎ اخبار واصلین از مولوی اکرام اللہ گوپاموی صاحب تصویر المشعراء

مولانا شرف الدین علی یزدی مورخین ہم عصر میں امتیازی درجہ رکھتا تھا تاریخ تیمور صاحبقران میں ظفرنامہ مشہور ہے۔ ۸۵۸ھ میں انتقال کیا۔

باب II

سلطان محمد اوّل چلپی

نام ونسب وحالات

محمد بن بایزید ۷۸۳ھ میں پیدا ہوا۔ اپنے چھ بھائیوں میں شجاعت و تہور اور علمی لیاقت میں فائق تھا تعلیم و تربیت ترکی سلاطین کی طرح اس کی بھی ہوئی۔ بایزید تیمور کے مقابل آیا تو چلپی پہلو بہ پہلو جنگ میں شریک رہا۔

نزاع تخت

جنگ انگورہ میں بایزید کے چھیوں لڑکے شریک تھے مصطفیٰ لاپتہ ہوگیا۔ موسیٰ بایزید کے ساتھ گرفتار ہوا باقی تینوں شہزادے جان بچا کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہوئے ان میں سب سے بڑا سلیمان تھا جو وزیر اعظم علی پاشا کو ساتھ لے کر ادرنہ پہنچا اور بایزید کی وفات کی خبر پا کر سلطنت عثمانیہ کے یورپی حصہ کا حکمراں بن گیا اور اپنے سلطان ہونے کا اعلان کر دیا۔ شاہزادے عیسیٰ بن بایزید نے بروصہ پر قبضہ جمایا اور بایزید کی جانشینی کا مدعی ہوا۔ محمد اول چلپی نے یہ رنگ دیکھ کر ایشیائے کوچک کے شمال مشرق میں اماسیہ کے چھوٹے سے علاقہ پر قابض ہو کر حکمرانی کرنے لگا۔

لہ انسائیکلوپیڈیا جلد ۲۷ صفحہ ۴۴۵۔

بھائیوں کی باہمی آویزش | بادی النظر میں حکومت عثمانیہ کے حصے بخرے ہو گئے مگر بایزید کی ہر اولاد کی دلی اُمنگ یہی تھی کہ کل قلمرو عثمانیہ کا سلطان بنے چنانچہ پہل محمد چلپی اور عیسیٰ سے ہوئی محمد چلپی ایشیائی مقبوضات کو برابر تقسیم کرنا چاہتا تھا لیکن عیسیٰ پوری سلطنت کا دعویدار تھا۔ غرضکہ ہر دو بھائیوں میں معرکہ کارزار گرم ہوا فوج عیسیٰ گھونگھٹ کھا گئی عیسیٰ بھاگ کر سلیمان کے پاس مدد کے لیے پہنچا، سلیمان عیسیٰ کی حمایت میں فوج لے کر ایشیائے کوچک میں داخل ہوا۔ محمد چلپی کو مقابلہ میں سخت دشواری پیش آئی مگر اس نے موسیٰ کو آمادہ کر لیا کہ سلیمان کے مقبوضات یورپ پر اس موقعہ پر قبضہ کرلے۔ چنانچہ موسیٰ نے حملہ کر دیا سلیمان کو خبر لگی وہ اُلٹے قدم اپنے مقبوضات کی طرف روانہ ہوا یہاں محمد چلپی نے اپنے بھائی عیسیٰ کو گھیر لیا۔ اس کی فوج میدان جنگ میں کام آئی اور عیسیٰ لاپتہ ہو گیا۔ شہزادہ سلیمان اور شہزادہ موسیٰ میں دو دو ہاتھ ہوئے سلیمان سے اس کی سخت گیری اور نااہلیت کے سبب سے اس کے ساتھی بیزار تھے، چنانچہ ایک فوجی نے سلیمان کو قتل کر دیا اور اس کی تمام فوج موسیٰ کے پرچم کے نیچے آ جمع ہوئی، اب ادرنہ کے تخت کو موسیٰ نے سنبھالا اور اپنے سلطان ہونے کا اعلان کر دیا۔

موسیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ باپ نے قسطنطنیہ کے فتح کرنے کا آغاز کیا تھا مگر تیمور کے حملہ سے بایزید نے ارادہ ملتوی کر دیا۔ اس کی تکمیل

اب مجھے کرنا چاہیے، چنانچہ فوج شاہی کی قیادت میں قسطنطنیہ پر موسیٰ حملہ آور ہوا۔ شاہنشاہ قسطنطنیہ نے بھائیوں کی ناچاقی سے فائدہ اٹھا کر محمد چلپی سے میل کر لیا اور اس کی امداد چاہی محمد چلپی اپنی ترکی فوج اور سرویا کے دستہ کی خود کمان ہاتھ میں لے کر شہنشاہ کی مدد کے لیے قسطنطنیہ پہنچا۔ شاہزادہ موسیٰ محاصرہ کیے ہوا تھا اس کو عقب سے جا کر گھیر لیا۔ آخر ش موسیٰ تاب مقابلہ کی نہ لا سکا پسپا ہوا۔ محمد نے اس کا پیچھا سرویا کی سرحد تک کیا۔ ہر دو میں جنگ ہونے کو تھی، امرائے فوج موسیٰ سے خوش نہ تھے وہ وقت پر علیحدہ ہو کر پرچم محمد چلپی کے سایہ میں آ گئے موسیٰ نے یہ رنگ دیکھ کر راہ فرار اختیار کی موسیٰ زخمی ہو چکا تھا، کچھ دن بعد اس کی نعش دلدل میں ملی۔

تخت نشینی محمد چلپی کا مدمقابل اب کوئی نہ رہا تھا اس نے ۸۱۶ھ میں سلطان ہونے کا اعلان کیا اور تخت سلطنت پر رونق افروز ہوا۔ ایشیا اور یورپ کی تمام رعایا میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور انہوں نے سلطان محمد کا غاشیہ اطاعت قبول کیا۔

امرائے اناطولیہ سے آویزش عنان سلطنت ہاتھ میں لے کر ایشیائے کوچک کی وہ ترکی ریاستیں جو تیمور کی وجہ سے آزاد ہو گئی تھیں ان کی تسخیر کے لیے آمادہ پیکار رہا۔ محمد چلپی میں شجاعت کے ساتھ حلم بھی تھا تھوڑے عرصہ میں تمام ریاستوں کو زیر نگین

کردیا۔

قرہ مان (کرمیان) جب فتح کیا تو اس کے امیر سے قرآن پر ہاتھ رکھوا کر اطاعت کا حلف لینے کے بعد اس کو وہاں کا والی رہنے دیا۔ اس نے کچھ دن بعد عہد شکنی کی مگر اس کی خطا معاف کر دی اسی طرح قرہ جنید جو بایزید کی طرف سے ازمیر کا والی تھا لیکن استقلال کا دعویدار ہو گیا تھا جب گرفتار ہوا تو اس کی خطا سے بھی درگزر اور اس کو نیکوپلی کا امیر مقرر کیا۔ اس کے اس برتاؤ سے شورش پسند امرا بھی سرنگوں اس کے سامنے ہو گئے۔

غرضکہ کرمانیہ اور دوسری ترکی ریاستیں تاتاریوں کی حمایت سے الگ کر کے دولت عثمانیہ کی فرمانروائی قبول کرنے اور خراج ادا کرنے پر مجبور کر لی گئیں۔

فتنہ پیر قلیچہ قاضی بدرالدین جو شہزادہ موسیٰ کے لشکر میں قاضی رہ چکا تھا اس نے ازنیک میں رہ کر ایک جدید مذہب نکالا۔ جس میں کل انسان خواہ وہ کسی مذہب و قوم سے ہوں بھائی بھائی تسلیم کیے گئے اور جملہ مال و متاع میں سب کا حصہ برابر رکھا گیا۔ بیشتر اصول اس مذہب کے مزدکی مذہب سے ماخوذ تھے۔

پیر قلیچہ مصطفیٰ اور ایک یہودی طورلاق کمال بدرالدین کے ہم نوا ہو کر اس مذہب کی اشاعت کرنے لگا۔ تھوڑے عرصہ میں کثیر التعداد جہال ان کے دام تزویر میں پھنس گئے غرض اس کے پیروؤں کی تعداد اس قدر بڑھ گئی کہ سلطنت عثمانیہ کے لیے خطرہ پیدا ہو گیا۔ اس کے مرید

پیر قلیچہ کو دادا سلطان کہتے تھے۔ سلطان محمد کو اس فتنہ کا علم ہوا تو اس نے سیسین والی بلغاریہ جو بطیب خاطر مسلمان ہو چکا تھا اس کو پیر قلیچہ کی سر کوبی کو بھیجا مگر وہ مقابلہ پر شکست یاب ہوا اور اس معرکہ میں کام آیا صدر اعظم بایزید پاشا کو مجبوری درجہ ترکی فوج لے کر جانا پڑا، پیر قلیچہ تاب مقابلہ نہ لا سکا، گرفتار ہوا، اس کے ہزارہا متبعین تلوار کے گھاٹ اتار دیے گئے بدرالدین نے بھی مقدونیہ میں ترکی فوج سے دو دو ہاتھ کیے مگر گرفتار کر لیا گیا مولانا سعید کے فتوے کے مطابق جو علامہ تفتازانی کے شاگرد تھے ۸۲۰ھ میں دار پر چڑھا دیا گیا جس سے یہ فتنہ بالکل ختم ہو گیا۔

دعویدار سلطنت مصطفیٰ نامی نے یہ دعویٰ کیا کہ میں بایزید کا بیٹا ہوں اور محمد چلپی سے بڑا لہذا تخت عثمانیہ کا حقدار صحیح معنی میں میں ہوں قرہ جنید والی نیکوپلی اور والی فلاخ ہر دو نے اس کی فوج سے مدد کی سلطانی فوج نے گھیر لیا تاب مقاومت نہ لا کر سلانیک چلا گیا یہاں رومیوں کا قبضہ ہو گیا تھا شاہنشاہ نے مصطفیٰ کی حمایت کی اور سلطان کو لکھا کہ میں ضامن ہوں اس کی جانب سے آئندہ کوئی فتنہ نہ اٹھیگا۔ سلطان نے اس کے گزارے کے لیے ایک لاکھ دوک سالانہ مقرر کر دیے اور قرہ جنید کی بھی خطا معاف کر دی۔

دور سلطنت سلطان محمد چلپی نے صرف آٹھ سال حکومت کی لیکن اس مختصر مدت میں غیر معمولی اہلیت کا ثبوت دیا اس نے نہ صرف اپنی سلطنت کے انتشار کا خاتمہ کیا بلکہ اپنی خداداد فوجی

اور آئینی قابلیت سے دولت عثمانیہ کو ویسا ہی طاقتور اور مستحکم بنا دیا جیسا کہ امیر تیمور کے حملہ سے قبل وہ تھی۔

سلطنت عثمانیہ کے استحکام کے لیے محمد چلپی نے امن و صلح کو ضروری سمجھا اور اس مقصد کو پیش نظر رکھ کر گرد و پیش کی تمام مملکتوں سے صلح کے معاہدے کیے سلطان نے بازنطینی سلطنت کے چند مقبوضات شہنشاہ کو واپس کر دیے اور اس سے آخر وقت تک تعلقات دوستانہ قائم رکھے۔

سلطان مدبر تھا نظم و نسق کی اہلیت اس میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ اس کے ساتھ اعلیٰ فوجی قابلیت رکھتا تھا۔ بایزید کی صحبت نے اس کو فنونِ حرب میں یگانہ بنا دیا تھا اکثر معرکوں میں باپ کے پہلو بہ پہلو داد شجاعت دی۔ دشمن کو بھی جس کا اعتراف تھا۔

اوصاف سلطان محمد چلپی بلندیٔ اخلاق میں اپنے معاصر سلاطین میں امتیازی درجہ رکھتا تھا وہ بے حد کشادہ دل اور منصف مزاج اور جو وعدہ کرتا اس کو پورا کرتا جہاں سختی کی ضرورت ہوتی وہاں بھی حلم سے کام لیتا۔ اس کی عدالت میں ہر ملت و مذہب اور ہر فرقے کے لوگ برابر تھے اس کی رعایا خوشحال تھی عیسائی جو اپنی کینہ وری اور بد اخلاقی میں فائق تھے ان کے ساتھ بھی اس کا بہتر برتاؤ تھا اور ان پر مراحم خسروانہ کیا کرتا مذہب کا بڑا پابند تھا۔ حرمین شریفین کے خدام کے لیے اس نے پہلے پہل سالانہ ایک کثیر رقم بھیجنے کا دستور مقرر کیا یہ صرہ ہمایونی کہلاتا تھا۔

علمی ترقی سلطان محمد چلپی میں جہاں حکمرانی کے اعلیٰ اوصاف تھے وہاں علم سے بھی اس کو دلی لگاؤ تھا۔ مسجد جامع بروصہ کے متصل ایک عظیم الشان درس گاہ تعمیر کرائی اس سے متصل غربا کے لیے طعام خانہ بنوایا۔ اس نے ادب کی سرپرستی بڑی فیاضی سے کی جس سے ترکی زبان میں شعر و شاعری کے چرچے ہونے لگے۔

وفات سلطان چلپی نے بعمر اکتالیس سال ۸۲۴ھ ۱۴۲۱ء وفات پائی[۱] اور بروصہ میں مسجد خضرا سے متصل جسے اس نے خود تعمیر کرایا تھا دفن ہوا۔

آثارِ خیر بروصہ میں ایک عظیم الشان مسجد مراد اول نے بنوانا شروع کی تھی جس کی تکمیل سلطان محمد نے کی۔ یہ مسجد اسلامی طرز تعمیر اور سنگ تراشی کا بہترین نمونہ خیال کی جاتی ہے۔

علمائے معاصر مولانا سعید اکابر علماء سے تھے علوم عقلیات و نقلیات [redacted] کی تحصیل علامہ تفتازانی[۲] سے کی۔ بعد فراغت

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا جلد ۲ صفحہ ۴۲۵۔

[۲] علامہ سعد الدین تفتازانی علمائے زمانہ سے آپ کی مطول و مختصر متداول کتب علمیہ سے ہیں مخبر الواصلین میں یہ قطعہ تاریخ ہے۔

قلزم علم و جودی تمکیں ‏ ‏ فاضل بے نظیر سعد الدین
گلشن چار باغ تفتازاں ‏ ‏ نور شمع و چراغ تفتازاں
مختصر نقطۂ ز تصنیفش ‏ ‏ ہم منول خطی ز تالیفش
سال ترحیل نقل سعد الدیں ‏ ‏ بے گماں از کمال صدق یقیں

نتیجۂ الہام حضرت شیخ مولوی
بادا زپئے خشت [redacted] دلان
۷۹۱ھ

علمی دربار سلطان محمد چلپی سے متعلق ہو گئے اور عہدہ افتار پر فائز ہوئے۔ مولانا حق گو علماء سے تھے علمار معاصر میں امتیازی درجہ رکھتے تھے۔ سلطان مراد ثانی کے زمانہ میں انتقال کیا۔

سلطان مُراد ثانی

نام و نسب مراد ثانی ابن سلطان محمد چلپی بن سلطان بایزید یلدرم ۸۰۶ھ میں پیدا ہوا۔

تعلیم و تربیت عثمانی شہزادوں کی طرح تعلیم و تربیت ہوئی۔ مگر فنون حرب سے دلی تعلق تھا کم عمری میں شجاعت و شہامت کے جوہر اکثر موقعوں پر دکھائے۔ چنانچہ سلطان محمد نے ایشیائے کوچک میں اپنا قائم مقام اس کو کر رکھا تھا جس نے اس علاقہ میں حکمرانی بڑی لیاقت اور حسن انتظام سے کی۔ سب اولاد میں یہ بڑا تھا اس لیے یہی ولی عہد قرار پایا۔

تخت نشینی سلطان محمد کے انتقال کے بعد صدر اعظم نے اس کی موت کو مخفی رکھا۔ اکتالیس روز بعد جب ایشیائے کوچک سے آ گیا تو محمد چلپی کی وفات کا اعلان کیا گیا۔ مراد سریر آرائے تخت عثمانیہ ہوا۔ مراسم تدفین محمد چلپی کے ادا کیے گئے۔ اس وقت مراد کی عمر اٹھارہ سال کی تھی۔

مراد اور مصطفیٰ محمد چلپی نے اپنے مختصر زمانۂ حکومت میں تیموری حملہ کے تمام اثرات ایک حد تک مٹا دیے تھے اور سلطنت عثمانیہ

کو گویا از سر نو قائم کر کے مستحکم کیا تھا۔ مراد کی نو عمری سے امرائے اناطولیہ اور شہنشاہ قسطنطنیہ نے فائدہ اٹھانا چاہا۔ شہنشاہ مذکور نے محمد چلپی کے احسانات کو بالائے طاق رکھ کر محسن کشی اور غداری کا مظاہرہ دکھانے کو تیار ہو کر مصطفیٰ کی سرکردگی میں فوج گراں مراد پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کی مراد ان دنوں ایشیائے کوچک میں تھا اس نے صدر اعظم بایزید پاشا کی سرکردگی میں ترکی فوج مصطفیٰ کے مقابلہ کے لیے بھیجی مگر ترکی فوج مصطفیٰ سے عین میدان جنگ میں مل گئی جس سے صدر اعظم کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا بلکہ اس معرکہ میں اپنی جان کو حکومت پر قربان کر دیا۔ مصطفیٰ کی ہمت بڑھ گئی اس نے شہنشاہ قسطنطنیہ کے بحری بیڑے کو لے کر ایشیائے کوچک دردانیال کو عبور کر کے پہنچا۔ مراد نے خود ترکی فوج کی کمان ہاتھ میں لی اور مراد سے دو دو ہاتھ کیے نصرانی فوج کہاں ٹک سکتی تھی گھونگھٹ کھا گئی مصطفیٰ بھاگ کر گیلی پولی میں محصور ہو گیا۔ مراد نے گیلی پولی کو فتح کر کے مصطفیٰ کو گرفتار کر لیا اور اس کو سولی پر لٹکا دیا۔ یہ غدار وطن کا انجام تھا۔

قسطنطنیہ کا محاصرہ سلطان مراد نے شہنشاہ قسطنطنیہ کی غداری کا انتقام لینے کی ٹھانی۔ بیس ہزار ترکی فوج لے کر ۸۲۵ھ میں قسطنطنیہ کو آ گھیرا۔ شہنشاہ نے پوری قوت سے مقابلہ کیا۔ مگر مراد نے اپنی فوجی لیاقت کا ایسا ثبوت دیا کہ قسطنطنیہ فتح ہونے کے قریب تھا کہ ایشیائے کوچک میں مراد کے بھائی مصطفیٰ نے اپنی حکومت

کا اعلان کر دیا، اس کے ورغلانے والوں میں شہنشاہ کے کارندے اور امرائے ترکی ایشیائے کوچک میں تھے سب میں پیش محمد بک امیر قرہ مان (کرمانیہ) تھا سلطان نے قسطنطنیہ کا محاصرہ اٹھا دیا اور غصہ کی حالت میں بھائی کی گوشمالی کے لیے روانہ ہو گیا۔ مصطفےٰ کو اس وقت خبر ہوئی جب وہ گھر چکا تھا آخر ش مصطفےٰ گرفتار ہوا فوجی افسروں نے بلا اجازت مراد کے اس کو سولی پر چڑھا دیا۔ مراد نے اس خانگی فتنہ کو ختم کرنے کے بعد امرائے اناطولیہ کی مزاج پرسی کی پہلے معرکہ میں امیر کرمانیہ قتل ہوا مراد نے بجائے کرمانیہ پر قبضہ کرنے کے اپنی فراخ دلی سے اس کے بیٹے ابراہیم کو حکومت عطا کی اور اس کو باج گزار بنایا اس کے بعد کرمیان، قسطمونی، منتشا، صاروخان اور حمید کے امرا کی خبر لی وہ تاب مقابلہ نہ لا کر اس کے مطیع بن گئے اور سلطنت عثمانیہ کے باج گزار ہو گئے اس واقعہ سے امرائے اناطولیہ جو تیمور کی وجہ سے آزاد ہو گئے تھے وہ سب زیر نگیں سلطنتِ عثمانیہ آ گئے آل عثمان کا وہی اقتدار پھر بحال ہو گیا جو جنگ انگورہ سے پہلے تھا۔ امیر قسطمونی نے نصف ریاست بھی بطیب خاطر سلطان کے نذر کی اور اپنی دختر نیک اختر حبالۂ عقد میں پیش کی۔ امیر کرمیان ۸۳۲ھ میں فوت ہو گیا تو اس کی ریاست کا کوئی حقدار نہ تھا اس بنا پر سلطنت عثمانیہ میں شامل کر لی گئی۔

شہنشاہ قسطنطنیہ

شہنشاہ قسطنطنیہ مینوئیل کا انتقال ہوا تو اس کی جگہ اس کا لڑکا جان پلیولوگس تخت نشین

ہوا۔ مراد ایشیائے کوچک کے فتنے ختم کر چکا تھا جان کے لیے یہ اندیشہ لاحق تھا کہ مراد اب قسطنطنیہ کی طرف توجہ کریگا۔ چنانچہ اس نے صلح کی استدعا کی تیس ہزار دوکات سالانہ خراج دینے کا معاہدہ لکھا۔ اور سلیبریا اور ورکوس کے سوا زیتون اور دوسرے یونانی شہر جو دریائے اسٹرانیا اور بحر احمر کے ساحلی علاقہ تھے وہ سب سلطان کے نذر کیے۔

سالونیکا اور سرویا سلطان نے سالونیکا جہاں کا فرمانروا جان کا بھائی اینڈرونیکس تھا وہ ۸۳۳ھ میں فتح کر کے سلطنت میں شامل کر لیا۔ اس کے بعد سرویا کی طرف توجہ منعطف کی اسٹیفن لازاریوویچ شاہ سرویا ۸۳۰ھ میں مر چکا تھا اس کی جگہ جارج برنکوویچ تخت نشین ہوا اس نے اسٹیفن کے طریقہ وعمل کے خلاف ترکوں کے اقتدار کی مخالفت شروع کر دی اور ہنگری سے معاہدہ کر لیا اور دریائے ڈینوب کے ساحل پر سمندریا میں ایک مضبوط قلعہ تعمیر کرالیا جارج کے معاندانہ ارادوں سے واقف ہو کر مراد نے اس قلعہ کا مطالبہ کیا، اس نے ہنگری کی معاونت کے زعم میں قلعہ دینے سے انکار کر دیا۔ مراد نے حملہ کیا اور سرویا کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا غرضکہ پورے ملک پر ترکی فوج قابض ہو گئی اور سرویا کے علاقہ پر مراد کا تسلط ہو گیا۔

واقعات ہونیاڈسفاک جنگ انگورہ سے ہنگری کو بھی فائدہ پہنچا تھا اس نے موقعہ سے فائدہ اٹھا کر اپنی قوت

بڑھالی مگر سرویا کی تسخیر کے بعد اس کا علاقہ خطرہ میں پڑگیا۔ اہل بوسینیا، البانیہ ولاچیا مراد سے الجھے مگر جلد ہی صلح کر کے جان بچا گئے ۱۴۴۲ء میں لازسلاس شاہ پولینڈ ہنگری کے تخت پر بیٹھا تو مذکور الذکر ریاستوں کے امراء متحد ہو کر مراد سے دو دو ہاتھ کرنے کو تیار ہو گئے۔ اس اثنا میں یورپ سے سردار ہونیاڈ ہنگری آیا یہ اپنی بہادری کا یورپ میں ڈنکا بجا چکا تھا شاہ ہنگری نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا اس نے ترکوں کے مقابلہ کے لیے بیڑا اٹھایا چنانچہ ۱۴۴۲ء میں بلغراد پر مراد نے حملہ کیا۔ ہونیاڈ سینہ سپر ہوا۔ آخر ش مراد ناکام لوٹا۔

جنرل فرید پاشا اور ہونیاڈ

فرید پاشا نے ٹرانسلونیا میں ہرمان اسٹاٹ پر حملہ کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا، ہونیاڈ مراد سے نبٹ کر ہرمان اسٹاٹ پہنچا اور ترکوں کو شکست دی جس میں بیس ہزار ترک شہید ہوئے۔ ہونیاڈ نے فرید پاشا اور اس کے لڑکے کو جو گرفتار ہو گئے تھے اپنے سامنے تہ تیغ کرا دیا۔ اس فتح کے بعد ہونیاڈ نے جشن منایا اور ساتھیوں کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھا تو اسی وقت ترک قیدیوں کو نہایت بے دردی سے اپنے سامنے قتل کرایا۔ کھانا کھاتا جاتا تھا اور ترکوں کو ذبح کراتا جاتا تھا۔ سلطان مراد کو فرید پاشا کی شکست کی خبر پہنچی تو اس نے اسی ہزار ایک دوسری ترک فوج شہاب الدین پاشا کی سرکردگی میں روانہ کی مگر واژاگ پر ہونیاڈ کے مقابلہ میں گھوٹنے ٹیک دئیے۔ شہاب الدین گرفتار ہوا۔

ہونیاڈ کی شاندار کامیابی اور ترکوں کی پسپائی اور ناکامی سے یورپ کی تمام حکومتوں میں ایک اُمید کی لہر دوڑ گئی۔ پوپ نے یہ رنگ دیکھ کر جنگ صلیبی کا اعلان کر دیا۔ اس اعلان عام سے ہنگری پروشیا، پولینڈ اور سربیا کے جنگجو لوگ جوق جوق ہونیاڈ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے، اس نے نیش پہنچ کر فوج سلطانی کو شکست فاش دی۔ ایشیائے کوچک میں امیر قرہ مان نے موقع سے فائدہ اُٹھا کر بغاوت کر دی اور بروصہ کا محاصرہ کر لیا۔ مراد نے خانہ جنگی ختم کرنے کے لیے ہونیاڈ سے صلح کر لی جس میں ولاخ کی آزادی کو بحال کیا۔ اور ترکوں نے اس پر سے اپنی سیادت اُٹھا لی۔ سربیا کے مفتوحہ مقامات واپس کیے اور ہنگری سے دس سال تک جنگ نہ کرنے کا عہدنامہ لکھا۔

شہزادہ علاء الدین کا انتقال مراد کا بڑا بیٹا علاء الدین تھا یہ بڑا ہونہار تھا سلطان بننے کے جملہ اوصاف سے متصف تھا۔ یکایک اس کا انتقال ہو گیا مراد کو ولی عہد کے مرنے کا بے حد صدمہ ہوا۔

خلوت نشینی مراد نے اس واقعہ کا اس قدر اثر لیا کہ اس نے اپنے چھوٹے بیٹے محمد کو جس کی عمر چودہ سال کی تھی خود اپنے سامنے تخت نشین کیا اور ولایت آیدین جا کر گوشہ نشین ہو گیا۔

شاہ ہنگری

شاہ ہنگری نے مُراد کے تخت سے ہٹ جانے سے فائدہ اُٹھانا چاہا پوپ کا فرستادہ کارڈینال اس کے پاس آیا، اس نے اس سے کہا اگر مسلمانوں سے بدعہدی کرلو تو کوئی گناہ نہیں" اور شاہ ہنگری کے ایما پر فوج گراں لے کر بلا لحاظ پیمان کے بلغاریہ پر جو عثمانی سلطنت کے قبضہ میں تھا اس پر حملہ کر دیا۔ مراد کو خبر لگی ادھر وزرائے عظام نے اصرار کیا ناچار مراد خلوت سے باہر آیا۔ اور مثل شیر کے فوج عثمانی کی کمان لے کر بدعہدوں پر مقام دارنہ (بحر اسود کے کنارے) پر حملہ آور ہوا صلیبی مجاہد تاب مقابلہ نہ لا کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہوئے شاہ ہنگری ایک ترک کی تلوار کے گھاٹ اترا ادھر دیگر ترکوں نے اس فتنہ کی جڑ کارڈینال کو بھی تہ تیغ کیا۔ ہونیاڈ جو یورپ کا بڑا شجاع وبہادر تھا اپنی جان بچا کر ایسا بھاگا کہ میدان جنگ کی طرف پھر کر بھی نہ دیکھا۔ فوج صلیبی و شاہ ہنگری نے اپنے بھگوڑے جرنل کا ساتھ دیا۔ ترکوں نے نصرانیوں سے پورا انتقام لے لیا۔ مال غنیمت بہت کچھ ہاتھ آیا۔

اس فتح کے بعد مراد نے سلطان محمد کو پھر تخت پر بٹھایا اور خود گوشہ نشین ہو گیا۔

بغاوت انکشاریہ

چند ماہ سلطان محمد کو عنان حکومت ہاتھ میں لیے نہ گزرے تھے کہ فوج انکشاریہ نے بغاوت کردی مراد پھر خلوت سے باہر آیا اور اس فتنہ کو دبا کر یونان میں موره کی طرف

رخ کیا۔ قلعہ کورنتھ کو محاصرہ میں لے لیا اور توپ سے گولہ باری کی اور قبضہ کرلیا۔

البانیہ میں اسکندر بک نے سرکشی کر رکھی تھی اس کی گوشمالی کردی اور اس کے دو شہر فتح کرلیے۔ ہونیاڈ ایک عظیم الشان صلیبیوں کا لشکر یورپ کے مختلف ملکوں سے لے کر ۸۵۲ھ میں قوصوہ کی طرف آیا۔ مراد نے پلٹ کر صلیبیوں پر بہت زبردست حملہ کیا۔ ہونیاد نے شکست کھائی اور ایسا زخمی ہوا کہ جانبر نہ ہوسکا اس کامیابی کے بعد سلطان مراد نے البانیہ پر فوج کشی کی اور اسکندر بک کو محصور کرلیا۔ اس نے مجبور ہو کر سالانہ خراج دینا منظور کیا اور عہدنامہ اطاعت گزاری کا لکھ دیا یہاں سے کامرانی کے بعد مراد ادرنہ کو لوٹا۔

وفات مراد ۵ محرم ۸۵۵ھ مطابق ۱۴۵۱ء کو مراد نے ادرنہ میں وفات پائی[1] تجہیز و تکفین قدیم پایہ تخت بروصہ میں ہوئی۔

اوصاف مراد کے عدل و انصاف کا اعتراف دشمن بھی کرتے ہیں سلطان مراد نے انچاس سال کی عمر پائی اور تیس سال چھ مہینے آٹھ روز حکومت کی وہ ایک عادل اور شجاع فرمانروا تھا۔ نہایت کشادہ دل مستقل مزاج، عالم، رحمدل، پابند مذہب اور فیاض۔ وہ اہل علم اور ان تمام لوگوں سے جو کسی علم یا فن میں کامل

---

[1] انسائیکلوپیڈیا جلد ۲ صفحہ

رکھتے محبت کرتا اور ان کی حوصلہ افزائی کرتا وہ ایک نیک شہنشاہ اور ایک جلیل القدر سپہ سالار تھا[1]

مراد کے عہدِ حکومت میں سپاہی ہمیشہ فتحیاب تھا اور شہری خوش حال تھے جب وہ کسی ملک کو تسخیر کرتا تو سب سے پہلے وہاں مساجد کارواں سرائے، ہسپتال، مدرسہ تعمیر کراتا، ہر سال ایک ہزار طلائی سکے سادات کرام کی نذر کرتا اور ڈھائی ہزار مکہ معظمہ مدینہ منورہ اور بیت المقدس کے عباد و زہاد کو بھیجتا تھا۔

معاصر علماء باکوی عبدالرشید بن صالح بن نوری یہ شہر باکو سے جو ساحل بحر خزر پر واقع ہے منسوب ہے یہ علمائے عصر میں ممتاز تھا تلخیص الآثار و عجائب الممالک القہار اس کی یادگار ہے ۱۴۰۳ھ تک بقید حیات تھا۔

علامہ تفتازانی ملا سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی مشاہیر علماء سے تھے منطق میں تہذیب المنطق اس کی کتاب مشہور ہے ۷۵۸ھ میں وفات پائی۔ (ان کا ذکر گزشتہ نوٹ میں بھی آچکا ہے۔)

علامہ صدرالدین شیرازی قوت ذکا اور تبحر علوم عقلیہ میں مشہور ہے۔ علمائے اعلام سے تھا اس نے شیراز میں اپنا مدرسہ قائم کیا جس میں خود درس دیتا تھا زائد اوقات میں تصنیف و تالیف میں لگا رہتا۔ شرح تجرید، شرح مطالع، شرح شمسیہ پر حاشیہ لکھا۔ الحکمۃ المتعالیہ اس کی تصنیف معرکہ کی ہے کتاب الاسفار الاربعہ فلسفہ کے دقیق مسائل پر مشتمل ہے

---

[1] گبن جلد ۳ صفحہ ۲۶۱۔

۸۲۴ھ میں انتقال ہوا۔

سلطان محمد ثانی فاتح قسطنطنیہ

نام و نسب	محمد ثانی ابن سلطان مراد عثمانی۔
ولادت	۲۶۔رجب ۸۳۱ھ میں اس کی ولادت ہوئی۔
تعلیم و تربیت	شاہانہ طور طریق سے محمد ثانی کی تعلیم و تربیت ہوئی باپ نے اپنی زندگی میں دو مرتبہ تخت نشین کیا۔

اداب حکمرانی باپ کے زیر سایہ سیکھے۔

تخت نشینی شہزادہ محمد ثانی ایدین میں مقیم تھا وہیں مراد کے انتقال کی خبر لگی۔ چنانچہ وہ دارالخلافہ آیا اور ۸۵۵ھ میں تیسری بار تخت عثمانیہ پر بیٹھا۔ ہمسایہ سلطنتوں نے اپنے اپنے سفراء کے ذریعہ مبارکباد کے پیغام بھیجے۔

معصوم بھائی کا قتل زمام حکومت ہاتھ میں لے کر اپنے شیرخوار بھائی کو جو سرویا کی شہزادی کے بطن سے تھا حوض میں غرق کرادیا۔

ایشیائے کوچک میں طرابزون اور قرہ مان کی ریاست دونوں خلفشار کے موجب تھے اس وجہ سے کرمانیہ (قرہ مان) کو سلطنت عثمانیہ

لہ انسائیکلوپیڈیا جلد ۲۰ صفحہ ۲۲۶۔

میں داخل کرلیا اور رئیس کی لڑکی کو حبالۂ عقد میں لے آیا اور طرابزون پر سالانہ خراج لگایا گیا۔ ہونیاڈے سے تین سال کے لیے صلح کرلی اور ایک فوج موریا میں بھیج دی کہ قیصر کے بھائی کو گھیرے رکھے۔

قلعہ کی تعمیر

آبنائے باسفورس کے ایشیائی ساحل پر بایزید یلدرم نے قلعہ تعمیر کیا تھا اس کے مقابل قسطنطینیہ سے تقریباً پانچ میل کے فاصلہ پر ایک زبردست قلعہ تعمیر کرایا۔

قسطنطینیہ پر حملہ

شہنشاہ قسطنطینیہ ان دنوں قسطنطین یازدہم تھا۔ یہ سلطنت بازنطینی کا آخری فرمانروا تھا۔ اس کا پیشرو مینوئل تھا، جس نے مراد سے جھگڑا کیا تھا قسطنطین نے محمد ثانی سے بیٹھے بٹھائے خود چھیڑ کی سلطان سے کہلا بھیجا کہ تمہارے خاندان کا شہزادہ آورخان نبیرۂ سلیمان اعظم جو قسطنطینیہ میں نظر بند تھا اور اس کے مصارف سلطان کی طرف سے ادا ہوتے تھے قسطنطین نے اس رقم کا مع اضافہ کے مطالبہ کیا اور عدم منظوری کی صورت میں آورخان کو مقابل کھڑا کردینے کی دھمکی دی۔ محمد ثانی شورشوں کے فرو کرنے میں مصروف تھا سفیر کو نرمی کے ساتھ جواب دے کر ٹال دیا لیکن وزیر اعظم خلیل پاشا نے کہلا بھیجا کہ قسطنطینیہ سے نکلنے کی تمنا ہے گھبراؤ نہیں جلد حکومت سے سبکدوش کیے دیتے ہیں۔

فتح قسطنطنیہ

سلطان محمد ثانی نے باپ کی وصیت کے مطابق فتح قسطنطینیہ کے لیے تیاری کرنا شروع کردی۔ اس نے

حصار کی تعمیر کے بعد ہنگری کے صناع اربان سے بڑی توپیں ڈھلوائیں جن کے کھینچنے کے لیے ساٹھ ساٹھ جوڑ بیل لگتے تھے۔ جب انتظام مکمل کر لیا خود سلطان بنفسِ نفیس نوے ہزار فوج ادرنہ سے لے کر چلا اور امیر البحر بالطہ اوغلی کی قیادت میں جنگی کشتیاں روانہ کیں کہ سمندر کی طرف سے محاصرہ رکھے۔

اِدھر حملہ کی تیاری تھی، اُدھر قسطنطین نے مغربی یورپ کے فرماں رواؤں سے مدد کی درخواست کی اور یورپ کی ہمدردی کے لیے کلیسائے روما کے مطالبات منظور کر لیے۔ اس فیصلہ نے یونانی پادریوں کو برافروختہ کر دیا۔ گرانڈ ڈیوک نوٹارس جو تمام افواج قسطنطنیہ کا سالار تھا وہ بھی قسطنطین سے کبیدہ خاطر ہو گیا۔ مغربی یورپ نے قسطنطین کی فریاد کو قابلِ سماعت نہ سمجھا، البتہ پوپ نے آزمودہ کار سپاہیوں کو معہ رقوم کثیر کے کارڈینل اسیڈور کے ساتھ روانہ کیا۔ اٹلی اور اسپین کے بعض شہروں سے فوجی دستے آئے۔ وینس نے بھی کچھ مدد کی۔ اہلِ جنیوا کی طرف سے مشہور جنیوی کمانڈر جان جسٹینانی دو جنگی جہاز اور سات سو منتخب بہادروں کے ساتھ قسطنطنیہ آ گیا۔ غرضکہ اپنی اور دوسروں کی فوج ملا کر قسطنطین کے پاس نوے ہزار تھی۔ فرانس، جرمنی، ہنگری، پولینڈ ترکوں سے ہٹ چکے تھے۔ ہمت نہ تھی کہ اس آگ میں کود تے۔

محاصرہ | ۲۶۔ ربیع الاول ۸۵۷ھ کو سلطان نے قسطنطنیہ کا نوے

ہزار فوج سے محاصرہ شروع کیا۔ اس کے ساتھ ہی بحری جنگ آبنائے باسفورس میں پیش آئی۔ ۱۴۰ عثمانی جہاز تھے۔ قیصر کی امداد کے لیے جنیوا کے جنگی جہاز آگئے اور دشمن کے رسد کے جہاز قسطنطنیہ پہنچ گئے۔ غرضکہ ترکی بیڑہ نقصان اُٹھا گیا۔ سلطان محمد نے یہ رنگ دیکھ کر خشکی میں باسفورس اور بندرگاہ قسطنطنیہ کے درمیان پانچ میل میں پہاڑی زمین پر لکڑی کے تختوں کی سڑک بنوائی اور ان تختوں کو چربی سے خوب چکنا کرا دیا۔ اور ایک رات کے اندر اسی کشتیاں بیلوں سے کھچوا کر بندرگاہ کے اس حصہ میں پہنچا دیں قسطنطنیہ کا یہ حصہ بھی حملہ کی زد میں آگیا۔ بری فوج نے مناسب فاصلہ پر توپیں نصب کیں سلطان بحر و بر نے ۲۹۔ مئی ۱۴۹۳ء کی صبح کو عام حملہ کا وقت مقرر کیا تھا۔ اس رات تمام معسکر میں چراغاں رہا۔ اور ساری فوج دعا اور عبادت میں مصروف رہی۔ صبح ہوتے ہی فصیل کی طرف بڑھی۔ رومیوں نے نہایت ہمت اور پامردی سے مدافعت کی یہاں تک کہ قیصر قسطنطین اس جنگ میں مارا گیا۔ آغا حسن جو پہلے فصیل پر چڑھا تھا وہ شہید ہوا اور سلطان محمد کے ہاتھوں سرورِ عالم کی پیش گوئی پوری ہوئی۔ غرضکہ ناقابل تسخیر شہر کے فتح ہونے کا وقت آچکا تھا فصیل توپ کے گولوں سے ٹوٹی اور کشتیوں سے ترک نکل کر شہر کے اندر داخل ہو گئے۔ سلطان انکشاری فوج کے ساتھ تھا جس وقت مشہور کنیسہ ایا صوفیہ کے دروازے پر پہنچا اس میں اذان دلوائی اور ظہر کی نماز پڑھی۔ اس وجہ سے یہ کنیسہ

جامع مسجد بنا دیا گیا۔

سلطان معظم نے رومیوں یونانیوں کے ساتھ نہایت نرم برتاؤ کیا۔ ان کے دینی معاملات میں مداخلت نہیں کی بلکہ ان کو پوری مذہبی آزادی بخشی، ایک بطریق مقرر کیا جو ان کے معاملات دینی طے کیا کرتا بجز چند کنیسوں کے جو مسجد بنائے گئے تھے باقی تمام کنیسے ان کو دیدیے گئے۔ راہبوں اور بشپوں کو ہر قسم کی خدمات اور محصولات سے مستثنیٰ کر دیا۔ اس مراحم کا نتیجہ یہ نکلا کہ جو نصرانی قسطنطنیہ سے چلے گئے تھے وہ پھر لوٹ آئے اور اپنے مکانوں میں آباد ہو گئے۔ جن میں سے اکثر ترکوں کے اخلاق سے متاثر ہو کر آغوش اسلام میں آ گئے۔

قسطنطنیہ کی فتح کی خبر تمام عالم اسلامی میں مشتہر ہوئی جشن منائے گئے اور ہر طرف سے ملوک و سلاطین و علماء و شعراء نے سلطان کو مبارکباد بھیجی۔

سلطان نے فتح کے بعد سب سے پہلے قسطنطنیہ میں حضرت ایوب انصاری کے مزار پر ایک جامع مسجد تعمیر کرائی اور قسطنطنیہ کو دار الخلافہ قرار دیا۔ جامع مسجد میں سلاطین عثمانیہ کی تاج پوشی کی رسم ادا کی جانے لگی۔[1]

فتوحات سربیا کا بادشاہ فوت ہوا تو سلطان نے اس کے علاقہ کو اپنی نگرانی میں لے لیا پھر بلغراد کی طرف متوجہ ہوا۔

---

[1] تاریخ الاتراک العثمانیین صفحہ ۵

جنرل ہونیاد سے سخت مقابلہ پیش آیا۔ اس معرکہ میں چوبیس ہزار ترک شہید ہوئے، اور سلطان بھی مجروح ہوا آخرش سلطان بے نیل و مرام واپس آیا۔

ہونیاد بھی اس قدر زخمی ہوا کہ جانبر نہ ہو سکا اور بیس روز بعد کیفر کردار کو پہنچا۔

مگر سلطان نے اس ناکامی کی پروا نہ کی اور ۸۶۳ھ میں مورہ پر چڑھائی کردی بعد کامیابی بوسینیا پر یلغار کی اور فتح کر لیا۔ ایشیا میں طرابزون اور اسفندیار دونوں ریاستیں سلطنت میں ملالیں۔

بحری بیڑہ سلطان نے فتوحات سے فارغ ہو کر بیڑہ بحری کے تیار کرنے کی طرف توجہ کی اور اس قدر قوی بیڑہ بنایا کہ اس زمانہ کے ممتاز بیڑوں جنیوا اور وینس سے یہ فائق تر تھا۔

فتنہ حسن اوزون حسن اوزون نے ۸۸۱ھ میں فرات سے امودار تک قابض ہو کر فتنہ بغاوت اٹھا رکھا تھا۔ عثمانی سرحد خطرہ میں پڑ گئی تھی۔ سلطان بہ نفس نفیس اس کی سرکوبی کے لیے آذربیجان کی طرف گیا۔ حسن اوزون مقابل آیا مگر شکست کھا گیا۔ اس طرح یہ فتنہ ختم ہوا۔

وقائع ۸۸۳ھ میں البانیہ کے قلعہ جات کر دیا اور اشقودرہ کو سلطان نے لے لیا، پھر ہنگری کی طرف فوج بھیجی جس نے ٹرانسلوانیا کو فتح کر لیا۔ وہاں کاؤنٹ کینٹس نے پہنچ کر ترکوں کو شکست دی۔

ترک کثیر التعداد شہید ہوئے اور صدہا گرفتار ہو گئے۔ خون خوار ہنگریوں نے اسیروں کو قتل کیا اور اُن کی نعشوں پر فرش بچھا کر کھانے کھائے پوپ نے کاؤنٹ کیٹس کو ہونیاد کی جگہ پر حامی دین کا خطاب عطا کیا یہ تھی نصرانیوں کی بربریت پھر بھی مہذب اور شائستہ کہلاتے جاتے تھے۔

جزائر بحر روم

۸۸۴ھ میں صدر اعظم کدک احمد پاشا کو سلطان نے جزائر بحر روم کے فتح کرنے کے لیے بھیجا۔ صدر اعظم روما پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ ہوا، مگر صرف اوترانت کو فتح کر کے آگے مصلحت سے نہ بڑھا۔

روڈس

جزیرہ روڈس میں جماعت قدیس یوحنا اور شلمی کے رہبان جو اپنی بدکاری اور فتنہ گری کی بدولت ارض مقدس سے نکالے گئے تھے جمع ہو گئی تھی یہ رہبان عیاش اور مہذب ڈاکو تھے۔ ہمیشہ اہل یورپ کو صلیبی جنگ کے لیے بھڑکاتے رہتے تھے۔ سلطان نے ان کی فتنہ پردازی کو ختم کرنے کے لیے ترکی بیڑے کو روڈس بھیجا جہاں تین مہینے تک اس نے محاصرہ کیا مگر ناکامی سے اس کو لوٹنا پڑا۔

وفات

سلطان یکایک بیمار ہوا دن بدن حالت بگڑتی گئی آخر ش ۱۴۔ ربیع الاول ۸۸۶ھ کو فوت ہوا قسطنطنیہ میں شاہی مقبرہ کے لیے جو زمین اس نے متعین کی تھی وہیں دفن کیا گیا۔

اوصاف سلطان محمد کے مکارم اخلاق اور شریفانہ اوصاف وہ تھے جو ایک مسلمان بادشاہ میں ہونے چاہئیں۔ رحم دل تھا جس کا مظاہرہ قسطنطنیہ کی فتح میں نظر آتا ہے ڈیوک نوٹارا سر افواج قسطنطنیہ کا سپہ سالار اعظم گرفتار ہوا تو اس کی خطا بخشی کے ساتھ اس کے اہل خاندان کی مدد کی نوٹارس کی بیوی علیل تھی۔ تو اس کی عیادت کو سلطان خود گیا[1]

یہ ضرور ہے کہ سلطان کی طبیعت میں سختی و درشتی تھی مگر معاصر عیسائی حکمرانوں سے اگر مقابلہ کیا جائے تو اس کی سختی و سخت گیری بہت کم نظر آتی ہے۔ چنانچہ ولاچیا کا حکمران ولادو سلطان کا ہم عصر تھا وہ اپنے دشمن کے جسم میں میخیں ٹھونک کر ہلاک کیا کرتا تھا قیدیوں اور دوسرے مظلوموں کو قتل کراتا تو مرتے وقت کی اذیت اور تڑپ کو خوش دلی و دلچسپی سے دیکھتا اور لطف اندوز ہوتا مگر سلطان جس کو مغربی مورخیں ظالم قرار دیتے ہیں وہ تک کوئی ایسا واقعہ سلطان کی زندگی میں پیش نہ کر سکے۔ یہ ضرور ہے کہ سلطان نے اپنے بھائی کو قتل کرایا یا جو ارکان سلطنت باغیانہ سرگرمی میں دیکھے گئے ان کو سزائے موت دی۔

---

[1] نوٹارس نے سلطان کو اس کا بدلہ یہ دیا کہ اٹلی سے خفیہ خط و کتابت کی کہ موقع ہو سلطان پر یلغار کر دے سلطان کو اس کا علم ہو گیا تو اس نے نوٹارس کو مع اس کے لڑکوں کے قتل کرا دیا۔ [2] گبن جلد ۲ صفحہ ۵۰۱۔

فنون جنگ سلطان کو اوائل عمری سے جنگی فنون سے دلی لگاؤ تھا۔ خداداد شجاعت اور مردانگی کے ساتھ اس میں فوجی قابلیت بدرجہ اتم تھی، اس کا عہد حکومت جنگوں میں گزرا خود فوج کی کمان ہاتھ میں لے کر ملکوں کو فتح کرنے نکلتا سوائے معرکہ بلغارمیں ناکامی کا منہ اس کو نہ دیکھنا پڑا ورنہ ہر جنگ میں کامیاب رہا قسطنطنیہ کی فتح کے بعد سے فاتح کے خطاب سے مشہور ہوا۔ اس کی فوجی لیاقت نے احمد کدک پاشا اور محمود پاشا سے مشہور جنرلوں کو اس کا گرویدہ کر رکھا تھا اور وہ اس کی جنگی قابلیت کا لوہا مانتے تھے۔

رازداری سلطان محمد اپنے ارادوں کو بالکل راز میں رکھتا حتیٰ کہ اس کے امیر العسکر کو بھی پہلے سے معلوم نہ ہوتا کہ سلطان کس سمت حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ ایک مرتبہ کسی مہم کے لیے فوجیں جمع ہونے لگیں۔ ایک سپہ سالار نے سلطان سے عرض کیا حضور کونسا ملک پیشِ نظر ہے تو اس نے سختی سے جواب دیا:

"اگر میری داڑھی کے ایک بال کو بھی اس کی اطلاع ہوجائے تو میں اسے توڑ کر آگ میں ڈال دوں"۔

علمی ترقی سلطان محمد کی عظمت فتوحات ملکی کے وسیع دائرہ تک محدود نہ تھی سلطان جنگ جو طبیعت ہی نہیں رکھتا تھا بلکہ وہ علمی ذوق کا حامل تھا۔ "اس کی خداداد قابلیت کے جوہر رزم و بزم دونوں جگہ یکساں طور پر نمایاں تھے"

خود سلطان جملہ علوم و فنون کا ماہر تھا اپنے معاصر علماء سے علم کی تحصیل کی تھی اپنی مادری زبان کے علاوہ عربی، فارسی، عبرانی، لاطینی اور یونانی زبانوں پر بھی قدرت رکھتا تھا۔ تاریخ اور جغرافیہ سے اس کو دلی لگاؤ تھا۔ یونانی سوانح نگار پلوٹارک کی تالیف تذکرہ مشاہیر یونان و روما اس کے لیے ترکی میں ترجمہ کی گئی۔

سلطان بلند پایہ شاعر اور شعر و سخن کا دلدادہ تھا اس کے علمی دربار سے تیس عثمانی شعراء وظیفہ پاتے تھے۔ ہر سال گراں قدر تحائف خواجہ جہاں اور مولانا جامی کی خدمت میں بھیجا کرتا تھا اس کا علمی دربار لگتا جس میں ملک کے مشاہیر علماء و شعراء شریک ہوا کرتے۔

مدارس سلطان نے قسطنطنیہ اور اپنے قلمرو کے مرکزی شہروں میں کثرت سے مکاتب اور مدارس جاری کیے اس کے شغف علمی کا ہی اثر تھا کہ محمود پاشا نے کئی مدرسے قائم کیے اور اس کے اخراجات کا خود کفیل تھا۔

سلطان نے ایک کالج مفتیوں اور قاضیوں کی منتہی تعلیم کے لیے قائم کیا اور اس کا ضابطہ خود تیار کیا۔

اس کے عہد کے قاضی و مفتی علم و فضل میں یکتائے روزگار ہوتے تھے ان کے احترام کا خاص لحاظ رہتا۔ قاضی یا مفتی صرف عہدوں کے پُر کرنے کے لیے تیار نہیں کیے جاتے تھے بلکہ یہ حضرات میدان جنگ میں ایک سپہ سالار کی طرح فوج کی کمان ہاتھ میں لے کر سلطان

کے دوش بدوش جہاد میں شریک ہوتے تھے۔

نظم مملکت

جو نظام حکومت سلاطین سلاجقہ کا تھا وہی نظام اورخاں اور ان کے اخلاف نے کچھ ترمیم کے ساتھ قائم رکھا، مگر سلطان نے وقت کے تقاضے سے اس کی اصلاح کی اور خود آئین سلطنت مرتب کیا۔ اس آئین کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ سلطان ایک واضع قانون کی حیثیت سے اپنے پیشروؤں سلاطین عثمانیہ سے ممتاز نظر آتا ہے۔

آئین سلطنت

سلطان نے قانون نامہ جو سلطنت عثمانیہ کا بنیادی دستور ہے خود مرتب کیا۔

قانون نامہ میں سلطنت کو ایک خیمہ سے تشبیہ دی ہے جو چار ستونوں پر قائم ہے۔

(۱) وزرائے سلطنت (۲) قضاۃ عسکر

(۳) دفتردار (خازن) (۴) نشانجی (معتمد سلطنت)

اس شاہی خیمہ کا بلند دروازہ باب عالی کے نام سے موسوم کیا گیا جس سے مراد حکومت عثمانیہ تھی۔

صدر اعظم

حکومت عثمانیہ کے سب سے بڑے عہدہ دار چار وزیر ہوتے تھے اس جماعت وزراء کا صدر وزیر اعظم سلطنت تھا۔ جو تمام عہدہ داروں کا افسر اعلیٰ تھا۔ اس کے پاس حکومت کی مہر رہا کرتی تھی جو بلند ترین منصب کا نشان تھا۔ یہ بھی صدر اعظم کے لیے

رعایت تھی کہ حسب ضرورت مجلس وزراء کا اجلاس اپنے دولت کدہ پر منعقد کرے۔

قاضی عسکر	اعلیٰ فضیلت دینی کے علماء اس عہدہ پر سرفراز کیے جاتے ایک قاضی عسکر ترکی علاقہ یورپ کی عدالتوں کا صدر

ہوتا۔ تین بڑے عہدہ دار جماعت علماء سے منتخب کیے جاتے۔

خواجہ	ترکی سلطنت میں سلطان اور شہزادہ کے اتالیق کو خواجہ کہتے تھے یہ بھی ایک عہدہ تھا۔
مفتی	ایک عہدہ مفتی کا تھا۔
نشانجی	نشانجی (قاضی قسطنطنیہ) کے سپرد سرکاری دستاویزوں کے تیار کرنے اور ان پر سلطان کا طغرا ثبت کرنے کی خدمت

سپرد تھی۔

رئیس آفندی	چیف سکرٹری کے جملہ فرائض رئیس آفندی کو ادا کرنے پڑتے۔
دیوان	حکومت کی مجلس حل و عقد کا نام دیوان تھا۔ دیوان کا صدر سلطان معظم ہوتا۔ اگر سلطان رونق افروز نہ ہوتا تو وزیر

اعظم صدارت دیوان کی انجام دیتا۔ دیوان کے انعقاد کے وقت دوسرے وزراء اور قضاۃ عسکر صدر کے دہنے بازو کی طرف بیٹھتے تھے۔ دفتردار اور نشانجی کی جگہیں صدر کے بائیں جانب تھیں۔

آغا	خارجی آغا۔ داخلی آغا یہ عہدہ دار سلطنت عثمانیہ کے دست و

بازو سمجھے جاتے تھے۔
داخلی آغا:۔داخلی آغا درباری عہدوں پر مامور رہتے۔
خارجی آغا:۔ خارجی آغا کی جماعت سے وہ فوجی حکام منتخب ہوتے تھے جن کے سپرد صوبوں کی حکومت ہوتی تھی۔فوجی آغاؤں میں انکشاری (ینی چری) کے آغا اور سپاہی دوسرے سوار دستوں کے آغا خاص طور پر ممتاز تھے۔
ینی چری کا آغا قسطنطنیہ کی پولس کا افسر اعلیٰ ہوتا تھا۔
قاپو آغا:۔گورے خواجہ سراؤں کا افسر۔
قیزلر آغا:۔حبشی خواجہ سراؤں کا افسر۔
بوستانجی باشی:۔باغبانوں کا افسر۔
چاؤش باشی:۔حکومت کے قاصدوں کا افسر۔
محکمہ دیوانی کے بہت سے عہدوں پر عموماً داخلی آغا مقرر کیے جاتے۔
اور بھی عہدے تھے جن کا ذکر لاحاصل ہے۔

ہمعصر علماء

سلطان الوغ بیگ مرزا۔تیموری خاندان کا ایک مشہور عالم و فاضل بادشاہ تھا۔بقول مؤلف کشف الظنون ۸۲۳ھ میں اس نے اپنے دارالسلطنت سمرقند میں ایک مرصد کی تعمیر کی۔غیاث الدین جمشید کے اہتمام سے تعمیر ہوئی،شریک کار علامہ قوشجی تھے۔الوغ بیگ کی زیج مشہور و معروف ہے ۸۵۳ھ میں

اس نے انتقال کیا۔

مولانا نورالدین عبدالرحمٰن بن احمد الجامی ۸۱۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۸۹۸ھ میں فوت ہوئے۔[1]

---

[1] پرشین لٹریچر صفحہ ۵۳۸۔

سلطان بایزید ثانی

نام ونسب بایزید ثانی بن سلطان محمد ثانی بن مراد ثانی۔ ٨٢٦ھ میں بایزید پیدا ہوا۔

تخت سلطنت سلطان محمد کے انتقال کے بعد امرائے سلطنت نے بایزید کو ٨٨٦ھ میں تخت سلطنت پر بٹھایا یہی ولی عہد تھا۔

امیر جم کی بغاوت مگر اس کے بھائی امیر جم کو یہ تخت نشینی ناگوار گزری اس نے بروصہ پر قبضہ کر کے اپنی سلطنت کا اعلان کر دیا۔ بایزید نے انکشاری فوج امیر جم کے مقابلہ پر بھیجی معرکہ کارزار گرم ہوا۔ امیر جم میدان چھوڑ گیا اور مصر پہنچا۔ پھر رو ڈس صلیبی جماعت کے پاس چلا گیا ان لوگوں نے سلطان کو لکھا کہ امیر جم کے اخراجات کے لیے چالیس ہزار دوک سالانہ مقرر کر دیے جائیں ہم اس کو اپنی حفاظت میں رکھینگے سلطان نے ان کی استدعا کو منظور کیا۔ کچھ عرصہ بعد پوپ نوسان ہشتم نے امیر جم کو اپنے پاس بلا لیا اور سلطان کو لکھا کہ تین لاکھ دوک میری نذر کرو تو امیر جم کو ٹھکانے لگا دوں یہ تھا پوپ اعظم کا کیرکٹر۔ اس دوران میں شارل ہشتم شاہ فرانس قسطنطنیہ کے لینے کے ارادہ سے اٹھا پہلے اس نے روما کا محاصرہ کیا اور امیر جم کو لینا چاہا، مگر پوپ نے

اس کو زہر دے دیا اور اس کی نعش استانہ روانہ کردی جو بروصہ میں دفن کی گئی۔

فتوحات سلطان محمد کے عہد میں ترکوں کا قبضہ پورے بلقان پر ہو چکا تھا۔ صرف بلغراد رہ گیا تھا جو ہنگری کے قبضہ میں تھا۔ بایزید نے بلغار لینا چاہا مگر ناکام رہا۔

مصر مصریوں نے سرحدی شہر ترسوس اور ادنہ لے لیے سلطان نے ۸۹۳ھ میں فوجیں جمع کر کے شاہ مصر سے دو دو ہاتھ کرنا چاہے مگر پاشے تونس نے باہمی صلح کرادی۔

ایران حسن اوزون ہے کے انتقال کے بعد شاہ اسمٰعیل صفوی نے ایران میں شیعی حکومت قائم کرلی۔ شاہ صفوی غالی شیعہ تھا جبریہ سنیوں کو اپنے مسلک پر لا رہا تھا اس کے اعوان میں سے شاہ قول نامی نے اناطولیہ میں فتنہ رفض پھیلانا شروع کردیا اور عوام کو بغاوت کے لیے بھڑکانے لگا۔ امیر اناطولیہ نے سرکوبی کر کے علاقہ سے نکلوا دیا۔ شاہ قول کوتاہیہ پہنچا وہاں بھی شعیت کا فتنہ کھڑا کیا۔ صدر اعظم علی پاشا مع فوج کے اس کی سرکوبی کو گیا سخت مقابلہ ہوا جس میں صدر اعظم اور شاہ قول ہر دو کام آئے۔

ممالک یورپ سے تعلقات دول یورپ پر دولت عثمانیہ کی دھاک بیٹھ چکی تھی وہ سلطان سے تعلقات قائم کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ۸۹۷ھ میں پہلا روسی سفیر ماسکو سے تحفہ اور ہدیہ لے کر

آیا اور مملکت عثمانیہ میں تجارتی امتیازات حاصل کیے سلطنت بولونیا سے بھی اس سال بغدان (رومانیہ کا حصہ) کے متعلق عہد نامہ ہوا۔ اہل بغدان نے دولت عثمانیہ کی بجوش دلی سیادت قبول کی ہنگری کا قبضہ اس پر سے جاتا رہا۔

ڈیوک میلانو، جمہوریہ فلارنسا نیز پوپ اسکندر ساد س نے بھی دولت عثمانیہ سے تعلقات قائم کیے تاکہ سلطان کی بری و بحری قوتوں سے اپنے مخالفین کے لیے امداد حاصل کر سکے۔

یورپ میں فتوحات جمہوریہ وینس ترکوں کی مخالف تھی، اس وجہ سے بایزید نے اس پر فوج کشی کی۔ ترکی بیڑی کی مدد سے بعض یونانی جزائر جو وینس کے قبضہ و تصرف میں تھے سلطان نے فتح کر لیے۔ اور اس فتح کے بعد ہی افواج ترکیہ بوسنہ میں کامرانی کے ساتھ داخل ہو گئیں، اہل وینس نے شاہان یورپ کی اور پوپ اعظم کی معاونت سے جزیرہ مدللی کا محاصرہ کیا لیکن ترکوں نے بہادری کا جوہر ایسا دکھایا کہ دشمن کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ ادھر وینس کی فوج نے منہ موڑا، ترکون نے آگے بڑھ کر روڈ سٹو کو فتح کر لیا آخرش وینس نے صلح کی استدعا کی اور باب عالی نے منظور کر لی۔

سلطان فتوحات میں منہمک تھا کہ سلطان کے بیٹوں نے بغاوت کر دی جس کی وجہ سے اندرونی اضطراب پیدا ہو گیا۔ یہ بڑا سبب تھا کہ وینس کی درخواست کو شرف قبولیت بخشا گیا۔

وقائع ترک مغرب میں فاتحانہ سرگرمی دکھارہے تھے اندلس کے مسلمان باہم دست بگریباں ہو کر عیسائیوں کے ہاتھوں پٹ رہے تھے آخری دولت غرناطہ شاہ عبداللہ دشمنوں کے نرغہ میں تھا اس نے بایزید سے مدد مانگی مگر سلطان نے زیادہ توجہ نہ دی صرف ایک معمولی بیڑہ کمال امیر البحر کی قیادت میں بھیج دیا، مگر یہ بے سود ثابت ہوا مفصل حالات ہم خلافت ہسپانیہ میں لکھ چکے ہیں۔

گوشہ نشینی سلطان کا ارادہ گوشہ نشینی کا تھا اور اپنے بیٹے شاہزادہ احمد کو تخت نشین کرنا چاہتا تھا لیکن انکشاریہ راضی نہ تھے۔ انہوں نے شاہزادہ سلیم کو جو جنگ جو، بہادر اور ہر دل عزیز تھا ۹۱۸ھ میں سلطان بنا دیا۔ بایزید نے مجبور ہو کر اپنے بیٹے سلیم کے حق میں تخت سے دست برداری کر لی اور گوشہ نشینی کے ارادہ سے روانہ ہوا۔

وفات راستہ میں سلطان یکایک مرگ ناگہانی میں ۹۱۸ھ میں انتقال کر گیا۔ بعض کا خیال ہے اس کو زہر دیا گیا۔

اوصاف سلطان نیک مزاج بہادر علم دوست اور صوفی منش تھا عوام اس کو ولی سمجھتے تھے، اس کا وزیر داؤد پاشا تھا، وہ بھی نیک دل اور علم سے ذوق رکھنے والا تھا۔

علمائے عصر قاضی میر حسین بن معین الدین المیبذی الحسنی کمال الدین لقب تھا، نویں صدی کا متبحر عالم تھا معقولات میں کامل دستگاہ رکھتا تھا۔ طوالع شمسیہ اور دوسری کتب درسیہ پر

حاشیے لکھے شاہ اسمٰعیل صفوی اس سے خفا ہو گیا اور اس کو ۹۰۶ھ میں قتل کرا دیا۔

علامہ محمد بن اسعد دوانی (نزد قصبہ گاذراں) شافعی مذہب تھا حدیث محدث شرف الدین عبدالحلیم بحرینی سے پڑھی اور شمس الدین محمد الجزری مصنف حصن حصین سے بھی تلمذ تھا۔ فقہ جمال الدین محمود بن ابی الفتح سے حاصل کی عقلیات میں مفتی سید شریف جرجانی سے تلمذ تھا شیخ آدم شہابی محدث گوپاموی کے معاصر تھے شرح التجرید للقوشجی اور شرح مطالع کے حاشیے لکھے۔ صدر الدین شیرازی کی تحقیق پر تنقید کی ۹۰۸ھ میں بعمر اسّی سال انتقال کیا شرح عقائد عضدیہ شرح ہیاکل النور، شرح تہذیب فی المنطق یادگار ہیں۔

سلطان سلیم اوّل

نام و نسب	سلطان سلیم ابن سلطان بایزید ثانی
تخت نشینی	سلطان سلیم بایزید کے انتقال کے بعد ادرنہ پہنچ کر تخت نشین ہوا۔ دول یورپ کے سفراء نے سلطنت کی مبارکباد دی۔

بھائیوں کی نزاع سلیم کے بھائی احمد اور کرکود ہمنوا جمعیتوں کو لے کر تخت عثمانیہ سلیم سے چھیننے چلے مگر سلیم نے ہر دو کو بُری طرح شکست دی اور گرفتار کرا کر تہ تیغ کرا دیا۔ اس طرح بھائیوں کا خرخشہ ختم ہوا۔

وقائع شاہ اسمٰعیل صفوی ایران کے حکمران خاندان کو تباہ کر کے اسمٰعیل نے اپنے لیے جگہ کی تھی شیروان فتح کر کے تبریز لیا اور اس کو اپنا مرکز بنایا۔ خراسان۔ دیار بکر۔ عراق عرب پر بھی بقوت قابض ہو گیا۔ اس کے ارادے یہ تھے کہ عثمانیوں کی طاقت توڑ کر اپنے حدود مملکت کو وسیع کرلے پہلے شہزادۂ ترکی احمد کی فوجی مدد سلطان کے مقابلہ میں دی۔ پھر مصریوں کے ساتھ

ف۱ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۲۷ صفحہ ۲۲۴۔

ترکوں سے لڑنے کے لیے معاہدہ کیا اور خود نے اناطولیہ میں شیعیت کی ترویج کے لیے اپنے گماشتے بھیجے۔ چنانچہ اس کا نفوذ و اثر اپنی کارفرمائی کر رہا تھا۔ اس نے اپنے علاقہ میں متعہ اور تبرا بازی عام کر رکھی تھی۔

سلطان سلیم کو اسمٰعیل کی حرکات کا علم ہوا اور اس کو یہ خبر لگی کہ اناطولیہ میں جبریہ شیعہ بنائے گئے اور ان سے سرراہ تبرا کرایا جاتا ہے۔ آگ بگولہ ہو گیا اور اس نے ترکی فوج بھیج کر چالیس ہزار کو ٹھکانے لگوا دیا۔ اور اسمٰعیل صفوی کی گوشمالی کے لیے ایران پر لشکر کشی کر دی شاہ ایران نے مقابلہ کیا مگر مقام چالدران میں گھونگھٹ کھا گیا۔ ۹۲۰ھ میں ترک تبریز میں داخل ہو گئے۔

سلطان سلیم نے تین ماہ تبریز میں قیام کیا اور اپنے دربار کے رکن اعظم مشہور عالم ملا ادریس کو دیار بکر کی تسخیر کے لیے بھیجا۔ ادریس نے وہاں کے قبائل کو رام کر لیا اور وہ سلطان کے اطاعت گزار بن گئے۔

امیر ریاست ذوالقدریہ نے افواج ترکیہ کو پریشان کیا تھا اس کو مقابلہ پر شکست دی، امیر گرفتار ہوا اس کا سر کاٹ کر اس کے آقا سلطان مصر قانصوہ غوری کے پاس بھیج دیا اور سلطان کے نام کا خطبہ ذوالقدریہ میں پڑھوایا۔

فتح مصر سلطان نے پوری قوت سے مصر پر چڑھائی کر دی۔ مرج وابق پر مصری مقابلہ سے بھاگ کھڑے ہوئے سلطان غوری گھوڑے سے گر کر ہلاک ہوا۔ سلطان سلیم شام اور فلسطین کو فتح کرتا

صحرا کی راہ سے مصر پہنچا۔ سلطان طومان بائے نے جو غوری کے بعد مصر کا فرمانروا بنا تھا مدافعت کے لیے آمادہ ہوا مگر ناکام رہا۔ سلیم قاہرہ میں داخل ہوا۔ سلطان طومان بائے گرفتار ہوا اس کو دار پر چڑھا دیا۔[1] مملکت مصر عثمانی قلمرو میں شامل کرلی گئی۔ سلطان ایک ماہ قاہرہ میں رہا علماء، امراء و اعیان حکومت کو انعام و اکرام سے نوازا، غلاف خانۂ کعبہ کے محمل شریف کے جلوس میں پا پیادہ شریک ہوا اور خدام حرم کے لیے صرۂ ہمایونی بھیجا۔ شریف مکہ ابوالبرکات نے فتح مصر کی تہنیت اور کلید خانۂ کعبہ بھیجی اس وقت سے سلیم نے خادم الحرمین الشریفین کا لقب اختیار کیا۔ ملک مصر کا انتظام کرکے خیر بک کو جو غوری کے اعزا سے تھا مصر کا والی بنایا اور ۷۔ رجب سنہ ۹۲۳ھ کو مراجعت کی۔

یونس پاشا کا حشر

صحرائے عریش میں سلیم پہنچا، صدر اعظم یونس پاشا جو حملۂ مصر کا مخالف تھا اُسے طلب کیا اور کہا دیکھا اللہ تعالیٰ نے کیسی کامیابی عطا کی اس نے پھر ایسی بات کہی جس پر سلیم ناخوش ہوا اور اس نے یونس پاشا کو قتل کرادیا اور پیر محمد پاشا کو جس نے مصر کے فتح لیے سلطان کو آمادہ کیا تھا صدر اعظم مقرر کیا۔ سلطان ایک ماہ دمشق میں رونق افروز رہا۔ شیخ ابن عربی کے مقبرہ پر جامع مسجد تعمیر کرائی اور پہلی نماز جمعہ وہاں ادا کی۔

---

[1] دائرۃ المعارف جلد ۱۱ صفحہ ۲۲۰۔

خلافت پر فائز ہونا ۲۴۔رجب ۹۲۴ھ کو آستانہ پہنچا، متوکل علی اللہ ثالث آخری خلیفہ بنی عباس مصر کو سلطان قاہرہ سے ساتھ لیتا گیا تھا۔ خلیفہ نے جامع ایا صوفیہ میں علماء و امراء و عمائد ملک کے سامنے سیف، عثمانی علم اور ردائے نبوی سلطان سلیم کے سپرد کی اور منصب خلافت پر سلطان سلیم کو سرفراز کیا[1]۔ اس طرح خلافت اسلامی آل عثمان کے ہاتھوں میں آ گئی

نصرانیوں کو مراعات قدس شریف میں اسپین کے عیسائیوں کو حسب استدعا شاہ اسپین زیارت کی اجازت دی گئی۔ جمہوریہ وینس سے جزیرہ قبرص کا جو دو سال کا خراج باقی تھا موصول ہوا۔

سلیم کا ارادہ روڈس کے اور ایران کے فتح کرنے کا تھا بحری فوج کی تنظیم کر رہا تھا مگر زندگی نے وفا نہ کی۔

وفات ۸ شوال ۹۲۶ھ / ۱۵۱۲ء کو سلطان سلیم نے بعمر چوّن سال انتقال کیا۔

اوصاف سلطان سلیم بڑا بردبار شجاع و بہادر تھا، اس کی دلاوری ضرب المثل تھی انصرام مہمات ملکی میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا۔ اس کے انتظام ملک اور رعب کی وجہ سے کوئی بغاوت اس کے قلمرو میں رونما نہ ہوئی۔ سلطان کو ایرانی مورخین نے خونریز و سفاک لکھا ہے۔

---

[1] تاریخ الدولۃ العلیۃ العثمانیۃ صفحہ ۱۷۴۔

علمی ترقی

سلطان سلیم جہاں بہادری کی صفت رکھتا تھا وہاں وہ علمی ذوق کا حامل تھا۔ اس کے زمانے میں علمی درسگاہیں بہت کافی تھیں جس سے اس کا دور ادبی و علمی حیثیت سے بھی نہایت کامیاب تھا۔ سلطان سلیم کے عہد میں ترکی شاعری کو بڑی ترقی ہوئی اس کے زمانے میں کمال پاشا زادہ نے ترکی میں یوسف زلیخا تحریر کی اور گلستاں کے جواب میں نگارستان لکھی۔ اس کمال پاشا کا ہم عصر ایک شاعر تھا جس نے ترکی میں بہاریہ نظمیں لکھ کر ایرانی شاعری کا رنگ اور اس کا رنگین ماحول پیدا کیا خود سلطان سلیم تمام ترکی سلاطین پر شعر و سخن میں گوئے سبقت لے گیا تھا۔ اس کے اشعار بلند ترین درجہ پر پہنچے ہوئے تھے۔

18/3

سلطان سلیمان اعظم قانونی

نام و نسب سلیمان ابن سلطان سلیم عثمانی۔

ولادت ولادت سلیمان کی سنہ ۹۰۰ھ میں ہوئی۔

تخت نشینی سلیم کی وفات کے وقت سلیمان صاروخاں میں مقیم تھا۔ ۱۷۔ شوال سنہ ۹۲۶ھ کو قسطنطنیہ پہنچا اور عمائدین سلطنت کی موجودگی میں تخت خلافت پر متمکن ہوا[1]

شام میں بغاوت امیر غزالی جو قانصوہ غوری کے امراء میں سے تھا جسے سلطان سلیم نے شام کا والی مقرر کیا تھا اس نے خودمختاری کا اعلان کر دیا۔ اور خیر بک والی مصر کو لکھا قسطنطنیہ دور ہے تم بھی میرے شریک اور ہم خیال بن جاؤ۔ اس نے کہا حلب پر قبضہ کر لو تو تمہارے ساتھ ہوں۔ غزالی نے حلب کا محاصرہ کر لیا سلیمان کو خبر پہنچی اس نے یکم صفر سنہ ۹۲۷ھ میں فرہاد پاشا کو نظامی فوج کے ساتھ غزالی کی سرکوبی کو بھیجا۔ اس نے جاتے ہی اس سے دو دو ہاتھ کیے۔ غزالی گرفتار ہوا اس کا سر کاٹ کر ۷۔ صفر سنہ ۹۲۷ھ کو قسطنطنیہ بھیج دیا گیا۔

فتوحات سلطان سلیمان نے شاہ ہنگری کے پاس جزیہ کے مطالبہ کے لیے اپنا سفیر بھیجا اس نے عثمانی سفیر کو قتل کرا ڈالا۔

---

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۲ صفحہ ۲۳۴۔

سے سلطان نے اس پر چڑھائی کردی ۲۵۔رمضان ۹۲۷ھ میں بلغراد پر قبضہ کرلیا۔چونکہ سارے بلقان میں یہی ایک ایسا قطعہ رہ گیا تھا جو عثمانیوں کے قبضہ و تصرف سے باہر تھا اور جنگی اہمیت کے لحاظ سے نہایت وقیع۔اس لیے اس کی فتح کی خوشخبری ملکوں ملکوں بھیجی گئی شہنشاہ روس اور رئیس جمہوریہ وینس نے سلطان کی کامیابی پر تہنیت کے پیام بھیجے۔

جزیرہ روڈس

یوحنا اور شلیبی کی فتنہ پرور جماعت جو ارض مقدس سے بزور نکالی گئی تھی وہ روڈس میں آکر مقیم ہوئی اور ہمسایہ مسلمانوں کے خلاف آئے دن جنگ و غارتگری کرتی رہتی تھی سلاطین عثمانیہ عرصہ سے خواہش رکھتے تھے کہ اس جزیرہ پر قبضہ کیا جائے تاکہ تئے دن کا ان کا خطرہ جاتا رہے اور غنیم کے جہازوں کو وہاں پناہ نہ مل سکے۔فتح مصر کے بعد سے اس کی ضرورت مصر کے ساتھ بحری معاملات کی غرض سے اور بڑھ گئی تھی سلیمان نے وہاں کے امراء کو لکھا کہ جزیرہ خالی کرکے چلے جاؤ تمہارے جان و مال سے کچھ تعرض نہیں کیا جائیگا۔لیکن وہ لڑنے مرنے کے لیے تیار ہو گئے، اس لیے سلیمان خود عثمانی بیڑہ لے لیا۔محاصرہ سے مجبور ہو کر انھوں نے نکلنا منظور کیا سلیمان نے اپنی فوج وہاں سے ایک میل دور ہٹالی اور بارہ دن کی مہلت دی جس میں وہ اپنا مال و اسباب لیے جزیرہ مالٹا چلے گئے۔

کریمیا کا الحاق

۹۲۹ھ میں محمد گرائی خاں والی کریمیا اپنے بیٹوں کے

ہاتھ سے قتل ہوا جس سے وہاں فتنہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ سلطان نے کریمیا کو اپنی دولت میں شامل کر لیا جس سے تمام خرخشے ختم ہو گئے۔

ہنگری کے وقائع شاہ شارلکان [redacted]ول یورپ میں سب سے بڑا تھا۔ اسپین، جرمنی۔ ہالینڈ اور جنوبی اطالیہ بھی زیرنگیں تھا۔ جمہوریہ فلارنس اور جنیوا اور جزائر منارکا اور سسلی بھی اس کے تابع تھے۔ فرانس کا بادشاہ فرانسیس اول نے اطالیہ کے صوبہ میلان کے لیے شارلکان سے جنگ کی جس میں ناکامی کا مُنہ دیکھنا پڑا۔ مگر پوپ کی نگاہوں میں فرانسیس کی قدر زیادہ تھی۔ شارلکان سے اور بادشاہ فرانس سے چل گئی تو اس نے ترکوں کی امداد چاہی سلطان تیار ہو گیا۔ ایک لاکھ فوج اور تین سو توپیں لے کر سرکوبی کو چڑھ دوڑا اور شارلکان کو سخت شکست دے کر ہنگری پر قبضہ کر لیا۔ اور سلطنت عثمانیہ میں یہ علاقہ شامل کر لیا گیا۔

ویانا پر حملہ شارلکان نے اپنے بھائی فرڈینڈ کو اسٹریا کا بادشاہ بنا دیا تھا اس نے ہنگری پر فوج کشی کر کے جا بولائے کو جو سلطان کی طرف سے وہاں کا والی تھا شکست دے دی اور وہاں کے پایۂ تخت بودین (بوڈاپسٹ) پر قبضہ کر لیا۔ سلیمان نے ڈیڑھ لاکھ فوج لے کر چڑھائی کی، بودین کو واپس لے کر پھر جا بولائے کو وہاں کا والی بنا دیا اور آسٹریا میں بڑھ کر ویانا کا محاصرہ کیا۔ لیکن شدت سرما کی وجہ سے سلطان فتح نہ کر سکا اور اپنے دارالخلافہ واپس چلا آیا۔ یہی یورپ میں

آخری نقطہ تھا جس پر ترک پہنچے۔ پھر رُخ نہ کرسکے۔

بغداد شاہ طہماسپ پسر اسمٰعیل صفوی نے سلیمان کو یورپ کی جنگ میں مشغول پاکر عثمانی حدود میں دست درازی شروع کی اور تبریز پر بقوت قبضہ کرلیا۔ سلیمان نے ۹۴۰ھ میں لشکرکشی کی۔ وان اور ارعیش کے قلعے لیتا ہوا تبریز میں سلطان بکروفر آیا۔ پھر وہاں سے عراق عرب میں پہنچ کر بغداد کو فتح کیا اور شاہ طہماسپ کو سخت شکست دی۔ چند روز مقیم رہ کر سلطان کربلا گیا پھر لوٹ کر مزارات ابوحنیفہؒ اور سید عبدالقادر گیلانیؒ کی مرمت کرائی۔

الجزائر کامرانی کے بعد سلطان آستانہ آیا۔ باربروسہ خیرالدین پاشا جو جزائر کے ایک حصہ پر متصرف تھا۔ آستانہ حاضر ہوا اور اپنے مقبوضات کو سلطنت عثمانی میں شامل کرلینے کی درخواست کی۔ سلیمان نے منظور کرلیا اور باربروسہ کو قپودان دریا کے نام سے عثمانی بیڑہ کا امیر بنادیا۔ اس اثنا میں شارلکان مشہور امیرالبحر آندرہ دوریا نے اپنے بیڑے کو لے کر تونس کو گھیر لیا اور تاخت تاراج کرنے لگا۔ مساجد و معابد بھی اس لپیٹ میں آگئے سلطان نے مطلع ہوکر باربروسہ کی قیادت میں عثمانی اسطول روانہ کیا، جس نے سواحل اطالیہ پر پہنچ کر آندرہ دوریا کے بیڑہ کو شکست دی اور اوترانت اور اس کے حوالی سے بے شمار مال غنیمت لے کر واپس آیا

بار بروسہ کی سلطان کی نگاہوں میں اور قدر و منزلت ہوئی۔

دولت الموحدین کی طرف سے الجیریا میں خاندان زیانیہ کا جو نائب رہتا تھا اُس نے بھی اپنے ہمسایہ حفصیہ کا طریقہ اختیار کیا کہ آقاؤں کو ضعیف دیکھ کر خود کو خود مختار اور ذی اقتدار سمجھ لیا ان کا دار السلطنت تلمسان تھا ۷۹۶ھ / ۹۲-۱۳۹۱ء میں مراکش کا مرینیہ نے زیانیہ حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

سنہ ۱۵۱۹ء میں الجیریا اور طرابلس سلطنت عثمانیہ میں شامل ہوئے اور پھر سنہ ۱۶۱۷ء میں الجزائر کے خود پر لنے پیادہ سپاہی اپنے میں سے حاکم مقرر کرنے لگے جن کا لقب "دا" انہوں نے رکھا تھا جس سے پاشاؤں کی حکومت کو زوال آ گیا۔ پھر سنہ ۱۷۱۰ء میں 'دا' دو عہدوں کا کام دینے لگا۔ سنہ ۱۸۳۰ء میں فرانسیسیوں نے الجیریا پر قبضہ کر لیا۔

ہندوستان سنہ ۹۴۲ھ میں دہلی کے بادشاہ نے مغلوں کے مقابلہ کے سلطان سے اعانت چاہی، نیز بہادر شاہ گجراتی کی طرف سفیر پہنچے اور پرتگالیوں کے مقابلے میں جن کی غارتگری سے سواحل ہند اسلامی علاقے ویران و تباہ ہو رہے تھے۔ فوجی امداد کے طالب ہوئے سلطان کے حکم سے سلیمان پاشا والی مصر ۷۰ جنگی کشتیاں جن میں بیس ہزار سپاہی اور بڑی بڑی توپیں تھیں لے کر روانہ ہوا۔ بحر احمر سے نکل کر پہلے اُس نے عدن پر قبضہ جمایا، پھر سواحل گجرات پر آ کر پرتگالیوں کے قلعے منہدم کیے۔ آ... میں ان کے سب سے بڑے مرکز دیول کا پاشا نے محاصرہ کیا۔ لیکن اس

لے انسائیکلو پیڈیا ایڈی ص۲۵۔

فتح کیے بغیر اموالِ غنیمت لے کر عدن واپس چلا گیا، اور عدن سے آگے بڑھ کر مملکت یمن کو فتح کر کے عثمانی ولایت بنالیا۔

جزائر بحر روم فرانس اور دولت عثمانیہ میں فتح اطالیہ کے لیے باہم یہ معاہدہ ہوا کہ عثمانی بیڑہ نیپل سسلی اور اسپین کی طرف سے حملہ آور ہو، اور فرانس شمالی سمت سے۔ اس کے مطابق سلطان سلیمان نے اپنے بیڑے کو روانہ کیا اور خود ایک لاکھ فوج لے کر البانیہ کی طرف بڑھا لیکن چونکہ عام مسیحی رائے فرانسیس اول کے خلاف ہو گئی کہ اس نے اپنے ہم مذہبوں سے لڑنے کے لیے مسلمانوں کو حلیف بنایا، اس وجہ سے وہ میدان جنگ میں نہیں آیا۔ اور جو منصوبہ تھا وہ پورا نہ ہو سکا۔ دوسری طرف امیر البحر بربروسہ نے جزیرہ کارفو کا محاصرہ کیا۔ مگر سفیر فرانس نے جس کو سلطانی دربار میں بہت ازرخور حاصل تھا۔ بیچ میں پڑ کر ان کی طرف سے ضمانت دلا دی۔ اس لیے محاصرہ اٹھا لیا گیا۔ واپسی میں باربروسہ نے کریٹ وغیرہ اکثر جزائر فتح کر لیے۔ آندرہ دوریا۔ ۱۶۷ جہاز لے کر باربروسہ کے مقابلے میں آیا، مگر شکست کھا کر واپس گیا۔

سلطانی بیڑا ان پے در پے فتوحات سے اسپینی بیڑے کا بالکلی اقتدار جاتا رہا۔ اور بحری سیادت یورپ میں ترکی بیڑے نے لے لی جسکی شہرت اقطار عالم میں پھیل گئی۔ اس وقت اس بیڑے کا مدمقابل کوئی دوسرا بیڑا نہ تھا۔

تجارتی عہدنامہ سنہ ۹۴۴ھ میں فرانس کے ساتھ ایک تجارتی معاہدہ ہوا جس میں بوجہ حلیف ہونے کے فرنچ تجار کے لیے قلمرو عثمانیہ میں خاص مراعات منظور کی گئیں۔

اسی زمانہ میں شاہ ایران شارلکان کے ساتھ معاہدے کی کوششیں کر رہا تھا۔ جو پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔

فرانس اور شارلکان سنہ ۹۵۲ھ میں فرانسیس اول اور شارلکان میں پھر جنگ شروع ہوئی۔ اس وقت فرانس کی طرف سے موسیو بولان نامی سفیر آستانہ میں آکر سلطان سے امداد کا طالب ہوا سلیمان نے امیر البحر باربروسہ کو ایک بیڑے کے ساتھ بھیج دیا جس نے پہنچ کر نیس کا محاصرہ کیا اور اس کو فتح کر لیا لیکن ترکی اور فرنچ افواج میں کچھ اختلاف ہو جانے کے باعث فتح کی تکمیل نہ ہو سکی باربروسہ نے فرانس کی بندرگاہ طولون میں موسم سرما بسر کیا جس کا صرفہ آٹھ لاکھ ریال فرانسیسی حکومت نے ادا کیا۔ اس کے بعد قسطنطنیہ واپس چلا آیا۔ یہاں پہنچ کر سنہ ۹۵۳ھ میں باربروسہ نے انتقال کیا[1]۔ اس کی جگہ پر طورغود پاشا امیر البحر مقرر ہوا۔

شارلکان اسی سال شارلکان نے بھی تحفے اور ہدیے بھیج کر دولت عثمانیہ سے مصالحت کی درخواست کی سلطان نے

---

[1] امیر البحر باربروسہ جزیرہ مدللی کا رہنے والا تھا پیشہ بحری قزاقی تھا۔ اسپین کے مصیبت زدہ مسلمانوں کو الجزائر میں لاکر آباد کیا۔

منظور کرلی پانچ سال تک جنگ نہ کرنے کا فریقین میں معاہدہ ہوا۔
بشرطیکہ تیس ہزار اشرفی خراج آسٹریا کی طرف سے سالانہ ادا ہوتا رہے۔

شاہ طہماسپ شاہ ایران نے ۹۶۵ھ میں حدود عثمانی میں پیش قدمی شروع کی۔ سلیمان نے فوج لے جاکر قرہ باغ کے متصل طہماسپ کو شکست دی۔ آخر میں شاہ مذکور نے قلعہ قرص دولت عثمانیہ کے حوالے کر کے صلح کرلی۔

اس زمانہ میں طورغود پاشا نے اسی اثناء میں جزیرہ مالطہ کا محاصرہ کیا۔ اسی میں اس نے شہادت پائی۔ اس واقعہ کے بعد عثمانی بیڑہ بے نیل ومرام مالطہ سے واپس آگیا۔

وفات ۹۷۲ھ میں میکسیمین پسر فرڈیننڈ شاہ آسٹریا نے ہنگری کے مقام توکائے پر قبضہ کرلیا۔ سلیمان نے باوجود درد نقرس کے فوج کشی کی اور آسٹریا کے قلعے سکتوار کا محاصرہ کیا۔ فتح سے چند روز پیشتر اس کا مرض بڑھ گیا۔ اور ۲۰ صفر ۹۷۴ھ میں اس نے وفات پائی عمر ۷۴ سال تھی۔

اوصاف سلیمان میں جہاں شجاعت و مردانگی کے جوہر تھے وہاں وہ خلیق اور متواضع علم و ہنر کا قدردان تھا۔ اپنے معاصر شہنشاہوں میں بعض خصوصیات کے لحاظ سے امتیازی درجہ رکھتا تھا۔

شعراء و علمائے عصر سید علی چلبی شاعر و ادیب تھا۔ سلیمان نے ۱۳۵۲ء میں ایک جہاز پرتگال بھیجا تھا اس کا یہ کپتان تھا۔

ترکی زبان کا عالم تھا۔ اس نے مرات الممالک اپنے سفر کے حالات میں لکھی۔ ایک کتاب اس کی المحیط کے نام سے ہے جو مشرقی سمندروں کی جہاز رانی کے موضوع پر ہے۔

محمد بن سلیمان فضولی۔ بغداد میں ہی نشوونما پائی، وہیں علوم عربیہ کی تحصیل کی۔ عربی فارسی کا متبحر عالم تھا اس نے ترکی زبان میں شعر کہنا شروع کیا اور وہ کمال حاصل کیا کہ اس کا شمار ترکی شعراء کے طبقہ اول میں ہے سلطان سلیمان کا ہمعصر تھا اس کے متعلق ترکوں کے مایۂ ناز ادیب اسمٰعیل حصیب نے اپنی کتاب ترکی ادبیات کی جدید تاریخ میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ "وہ جذبات رنج وغم کا بہترین مصور ہے"۔ محمد بن سلیمان کا انتقال ۹۳۶ھ ۱۵۶۳ء میں ہوا۔

سلطان سلیم ثانی

نام ونسب | سلیم ثانی ابن سلیمان بن سلطان سلیم اول۔

ولادت | سلیم ثانی ۲۴۔رجب سنہ ۹۳۰ھ میں پیدا ہوا۔

تعلیم وتربیت | سلیم کو بھی سلیمان نے مثل سلاطین زادوں کے تعلیم دلوائی اور حکمرانی کے اداب سکھانے کے لیے کوتاہیہ کی ولایت پر مامور کیا۔

خلافت | سلیمان کی وفات کے پچاس روز کے بعد قسطنطنیہ میں سلیم آیا اور سریر آرائے خلافت ہوا۔اس وقت تک امرائے سلطنت نے سلیمان کے مرنے کو چھپائے رکھا۔

صدر اعظم | صدر اعظم کے عہدہ پر محمد پاشا عاقل سرفراز تھا۔یہ لائق وزراء میں شمار کیا جاتا ہے۔

سلیم حکمرانی کا اہل نہ تھا اس کے تمام بھائی باپ کی مرضی سے قتل کیے جا چکے تھے سلیمان کے کوئی اور اولاد اس کے سوا نہ تھی اس لیے یہی تخت نشین کیا گیا۔مگر مزید فتوحات تو کیا خود مفتوحہ علاقوں کی حفاظت بھی نہ کرسکا۔صدر اعظم کی لیاقت اور تجربہ نے سلطنت کی عظمت قائم و برقرار رکھی۔

معاہدات | سب سے پہلے آسٹریا کے ساتھ معاہدہ ہوا جس میں

اس نے ٹرانسلوانیا اور رومانیہ پر باب عالی کی سیادت تسلیم کی۔ آسٹریا کو اس بات کا حق دیا گیا کہ وہ ہنگری میں اپنی املاک پر قابض رہے۔ اور دولت علیہ کو حسب سابق سالانہ جزیہ دیا کرے۔

فرانس کے ساتھ عہدِ سابق کی تجدید کی گئی، اور اس کے سفیر کو حق دیا گیا کہ فرانسیسی قیدیوں کو جو ترکی کی غلامی میں ہو آزاد کرا سکتا ہے۔ نیز جملہ فرانسیسیوں سے جو عثمانی قلمرو میں تھے شخصی خراج اٹھا لیا گیا، اور فرنچ کشتیاں محفوظ قرار دی گئیں۔ جن کے نقصان کی تلافی دولت علیہ نے اپنے ذمہ لی۔

ان مراعات سے سواحل بحر روم پر فرانسیسی تجارت کو آزادی مل گئی جس کی وجہ سے ترکی مسیحی رعایا پر فرانسیسی سفیر نے اپنا اثر بڑھا لیا۔ جو آگے چل کر دولت علیہ کے لیے مصائب کا ذریعہ بن گیا۔

یمن (5) امام زیدیہ مطہر بن شرف الدین یحییٰ نے ۹۷۶ھ میں بغاوت کر دی۔ صدر اعظم نے عثمان پاشا کو یمن کی ولایت کا فرمان دے کر ایک فوج گراں کے ساتھ روانہ کیا۔ سنان پاشا والی مصر نے بھی بحکم باب عالی عثمان پاشا کی مساعدت کی جس کے اثر سے امرا یمن نے امام کا ساتھ چھوڑ دیا اور ترکی فوجیں قلعوں کو فتح کرتی ہوئی صنعاء تک پہنچ گئیں۔ امام یمن نے مجبور ہو کر دولتِ عثمانیہ کی سیادت تسلیم کی اور معاہدہ لکھ دیا۔

قبرص جزیرۂ قبرص جو جمہوریہ وینس کے ماتحت تھا، اس کی فتح

کے لیے لالہ مصطفیٰ کی ماتحتی میں جس نے سلطان کے بھائی بایزید کو قتل کرایا تھا۔ ایک لاکھ بحری فوج ۹۷۸ھ میں بھیجی گئی جس نے اس کو فتح کر لیا۔ اس وقت سے برابر دولت عثمانیہ کے قبضہ و تصرف میں رہا۔ یہاں تک کہ ۱۸۷۸ء میں اس کو انگریزوں نے بلطائف الحیل لے لیا۔

لالہ مصطفیٰ نے کریٹ اور سواحل بحر ایڈریاٹک پر حملے شروع کیے۔ جمہوریہ وینس نے اسپین اور پاپائے روم کے ساتھ مدافعت کے لیے معاہدہ کیا۔ ان سب کا بیڑہ ایک ساتھ امیر دون جون کی قیادت میں جس نے اندلس کے علاقے سے مسلمانوں کو طرح طرح کی سختیوں اور ظلم و جور سے نکالا تھا۔ مقابلے کے لیے آیا۔ ۷۵ کشتیاں اسپین کی تھیں۔ ۱۴۵ وینس کی ۱۲۔ یورپ کی اور ۹ مالٹہ کے راہبوں کی۔ تین گھنٹے کی لڑائی میں ۲۵۵ ترکی کشتیوں میں سے ۱۳۵ غرق ہو گئیں بقیہ گرفتار۔ اس معرکہ میں بیس ہزار ترک شہید ہو گئے اور تیس ہزار گرفتار ہوئے۔ دولت عثمانیہ کو اس واقعہ نے برافروختہ کر دیا۔

ترکوں کی اس شکست پر تمام یورپ میں خوشی منائی گئی لیکن محمد پاشا صدر اعظم نے چھ مہینے کے اندر جس میں اہل یورپ اس کامیابی کے جشن میں مصروف تھے، نہایت کوشش اور ہمت کے ساتھ ڈھائی سو جدید جہاز تعمیر کرا لیے۔ چنانچہ جاڑا گزرنے کے بعد نو بہار کے موسم میں یورپ نے دیکھا کہ بحیرۂ روم میں ترکوں کا وہی اقتدار پھر قائم ہے جو فتح

سے پہلے تھا۔ اس لیے جمہوریہ وینس کو مجبوراً ترکوں کے ہاتھ میں چھوڑنا پڑا۔ مزید براں اُس نے تاوان بھی ادا کیا۔

ڈون جان نے اسپینی بیڑے سے جا کر تونس پر قبضہ کر لیا، مگر ترکی بیڑے نے قلیچ علی پاشا کی قیادت میں پہنچ کر اُس کو وہاں سے نکال دیا، اور اس کے ساتھیوں کی خوب پٹائی کی۔

انتقال آٹھ سال سلطنت کرنے کے بعد ۲۷۔ رمضان سنہ ۹۸۲ھ میں سلیم نے انتقال کیا۔

سلطان مُرادخاں ثالث

نام ونسب مرادخاں ثالث بن سلطان سلیم ثانی۔

ولادت سنہ ۹۵۳ھ میں مرادخاں کی ولادت ہوئی۔

تعلیم وتربیت سلیم نے اپنے چھ شہزادوں مراد، محمد، سلیمان، مصطفیٰ جہانگیر اور عبداللہ کو رسمی تعلیم دلوائی۔ مراد سب سے بڑا تھا، اور اس نے اپنے دلی شوق سے ترکی، فارسی، عربی میں اعلیٰ استعداد پیدا کی۔

تخت نشینی سلیم کے مرنے کے بعد سنہ ۹۸۲ھ میں مراد سریرآرائے تخت خلافت ہوا۔ اس نے اولاً اپنے پانچوں بھائیوں کو تہِ تیغ کیا۔

صدراعظم صدارت عظمیٰ پر محمد پاشا ممتاز تھا۔

وقائع سلیم کے زمانے میں نصرانیوں کے تعلقات سے ترکوں میں شراب خوری کثرت سے پھیل گئی تھی۔ خاص کر انکشاریہ میں۔ مراد نے اس کی بابت امتناعی احکام جاری کیے۔ انکشاریہ نے شورش کی اور اس کو مجبور کردیا کہ ان کے لیے اس مقدار میں جس سے نشہ نہ پیدا ہو مباح کردے۔

سنہ ۹۸۳ھ میں شاہ بولونیا کے فرانس چلے جانے پر وہاں کے

باشندوں نے فرانسیسی سفیر متعینہ باب عالی کے مشورہ سے ٹرانسلوانیا کے فرمانروا کو جو دولتِ علیہ کا تابع تھا۔ اپنا حکمران تسلیم کرلیا۔ اس طرح پربولونیا خود بخود ترکی حمایت میں آگیا۔

معاہدات محمد پاشا صدر اعظم نے جملہ معاہدات کی جو سلطنتوں کے ساتھ تھے تجدید کی۔ فرانس کے ساتھ تعلقات اچھے تھے۔ اس کے سفیر کو دول یورپ کے جملہ سفراء پر باب عالی میں تفوق حاصل تھا۔ اور بجز جمہوریہ وینس کے دیگر یورپین سلطنتوں کے تمام تجارتی جہاز ترکی سمندروں میں صرف فرانسیسی جھنڈا لگا کر داخل ہوسکتے تھے۔ انگلینڈ کی ملکہ ایلزبتھ نے اپنے تجارتی معاہدہ میں یہ حق خاص طور پر حاصل کیا کہ اس کے جہاز انگریزی علم کے ساتھ آسکینگے

مراقش سنہ ۹۸۶ھ میں مراقش کا سلطان شریف عبداللہ فوت ہوگیا، اس کی جگہ اس کا بیٹا محمد مستنصر تخت پر بیٹھا اس کی بد لیاقتی کو دیکھ کر اس کا چچا شریف عبدالملک سلطنت کا دعویٰ لے کر اٹھا اور حکومت عثمانیہ سے امداد طلب کی مستنصر نے پرتگالیوں سے اعانت چاہی چنانچہ وہ ایک زبردست بیڑہ تین سو توپوں کے ساتھ لے کر آگئے۔ باب عالی نے رمضان پاشا والی الجزائر کو مقابلہ کا حکم دیا۔ اس نے وادی سبیل میں پرتگالیوں کو شکست دی۔ جس میں شاہ پرتگال اور مستنصر معہ بیس ہزار فوج کے مارے گئے۔ عبدالملک ثانی سیادتِ عثمانی میں تختِ سلطنت پر آگیا۔

دیگر فتوحات ایرانیوں کی درازدستی کی وجہ سے پھر ان کے ساتھ جنگ شروع ہوئی۔ اور ترکی فوجوں نے تفلس اور شماخی فتح کرتے ہوئے قفقاز تک قبضہ کر لیا۔ اس اثنا میں ایران میں اضطراب پیدا ہو گیا۔ شاہ طہماسپ کو زہر دیا گیا، اور اس کی جگہ اسمٰعیل مرزا تخت پر آیا جس نے اپنے آٹھوں بھائیوں کو قتل کرا دیا۔ ڈیڑھ سال کے بعد وہ بھی مر گیا۔ اس فرصت میں لالہ مصطفٰی کی تحریک سے عثمان پاشا نے جا کر گرجستان کو فتح کر لیا۔ اور فرہاد پاشا نے ایرانی فوجوں سے تبریز اور شروان خالی کرا لیا۔

یورپ سے جنگ انکشاریہ کا نظام اس قدر ہو گیا کہ انہوں نے تمرد اور سرکشی اختیار کر لی۔ اور جا بجا قتل و غارت کرنے لگے۔ بعض بعض حکام اور عمال کو بھی مار ڈالا۔ صدر اعظم نے ہنگری کے ساتھ اعلان جنگ کر کے ان کو اس لڑائی میں لگا دیا۔ لیکن وہاں وہ کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہ کر سکے۔ اسی اثناء میں رومانیہ اور ٹرانسلوانیا نے روڈلف شاہ اسٹریا اور قیصر جرمنی کی مدد سے اپنے استقلال کا دعویٰ کر دیا۔ صدر اعظم سنان پاشا خود مقابلے کے لیے گیا۔ اور ان کو شکست دے کر بخارسٹ پر قبضہ کر لیا۔ لیکن انہوں نے پھر مجتمع ہو کر اس کو وہاں سے نکال دیا۔ اور دریائے ڈینوب سے دھکیلتے ہوئے نیکوپلی تک آ گئے۔

وفات سنہ ۱۰۵۳ھ میں مراد نے وفات پائی۔

(۷)

اوصاف	سلطان شاعری میں مشہور تھا۔ ترکی، فارسی اور عربی تینوں زبانوں میں شعر کہتا تھا۔ مگر نہایت عیاش جس کی وجہ سے اس کے عہد میں حرم سرا کی بیگمات امور حکومت میں دخل دینے لگی تھیں۔
اولاد	۱۵۳۔ اولاد میں سے مرتے وقت ۲۷ بیٹیاں اور ۲۵ بیٹے چھوڑے۔

سلطان محمد ثالث

نام و نسب محمد ثالث ابن سلطان مراد ابن سلطان سلیم۔

تعلیم و تربیت محمد ثالث کی تعلیم بھی رسمی ہوئی مگر طبیعت میں اس کے شجاعت تھی اور حکمرانی کے اوصاف بھی تھے۔

تخت نشینی ۱۰۰۳ھ میں باپ کے مرنے کے بعد تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ حکومت کی باگ ہاتھ میں لے کر پہلا کام یہ کیا کہ اپنے ۱۹ بھائیوں کو قتل کرا دیا اور ان سب کو باپ کے ساتھ ہی دفن کیا۔

مراد کی فضول خرچیوں سے سلطنت پر قرضے کا بار بہت پڑ گیا تھا۔ محمد نے وہ سب قرضے ادا کیے۔

مراد کے اسراف بیجا کا یہ ادنیٰ نمونہ ہے کہ سلطانی مطبخ کے لیے جو سبزی آتی تھی اس کی قیمت میں سے اسی ہزار اشرفیاں باقی تھیں، اس پر اور دوسرے اخراجات کا اندازہ کیا جائے۔

انتظام محمد ثالث نے دیکھا کہ وزراء علانیہ طور سے مناصب فروخت کر رہے ہیں، اور جا بجا بد انتظامی کی وجہ سے فتنہ و فساد برپا ہو رہے ہیں، اس پر مزید یہ کہ ترکی فوج آزمودہ کار امراء کے نہ ہونے سے مسلسل شکستیں کھا رہی تھی۔ اس لیے خود

مہمات سلطنت کی طرف توجہ کی۔ سب سے پہلے میدان جنگ میں پہنچا۔ جس سے فوج میں جمعیت اور جرأت پیدا ہو گئی۔ اور اس نے غنیم کا تختہ اُلٹ دیا۔ یہاں تک کہ قلعہ ارلو بھی فتح کر لیا۔ جس کے لینے سے سلطان سلیمان بھی عاجز رہا تھا۔ دشمنوں کو مغلوب کرنے کے بعد ظفرمندی کے ساتھ آستانہ واپس آیا۔ پھر اناطولیہ میں جو بغاوت پھیلی ہوئی تھی ایک عرصے کی جنگ و جدال کے بعد اس کو فرو کیا۔ اس داخلی شورش میں شاہ عباس نے موقع پا کر تبریز پر قبضہ کر لیا اور وان کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا۔ اس کے مقابلے کے لیے ۱۰۱۲ھ طرابزون حسن پاشا متعین ہوا۔

وفات اسی حالت میں ۱۰۱۲ھ میں سلطان محمد اڑتیس ۳۸ سال کی عمر میں انتقال کر گیا۔

سلطان احمد اوّل

نام ونسب احمد اول ابن محمد ثالث ابن سلطان مراد خاں ثالث

ولادت ۹۹۸ھ میں سلطان احمد پیدا ہوا۔

تخت نشینی سلطان احمد کی استعداد علمی رسمی تھی۔ چودہ سال کی عمر میں ۱۰۱۲ھ میں سریر آرائے سلطنت ہوا۔

وقائع جب سلطان تخت نشین ہوا اس وقت ملک کی حالت بے حد سقیم تھی۔ کیونکہ حدود عجم پر شاہ عباس صفوی اپنی پوری قوت کے ساتھ بڑھتا چلا آرہا تھا، اور تبریز کے بعد شماخی، شروان، آقچہ قلعہ اور قارس لے چکا تھا۔ اور مغربی سرحد پر آسٹریا کی فوجیں مصروف پیکار تھیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ولایات شرقی میں جا بجا بغاوتیں پھیلی ہوئی تھیں، جن کے سرغنہ جان پولاد اور فخر الدین دروزی وغیرہ تھے۔

صدر اعظم خوش قسمتی سے اس وقت دولت علیہ کی صدارت پر مراد شاہ آگیا تھا، جو نہایت تجربہ کار امیر تھا۔ جس کی عمر بچاسی سے متجاوز ہو چکی تھی۔ سب سے پہلے اس نے اندرونی بغاوت کی طرف توجہ کی اور اس کے ایک بڑے سرگروہ قلندر اوغلی کو اپنے ساتھ ملا کر انگورہ کا والی مقرر کر دیا جس کی وجہ سے باغیوں کا جتھا ٹوٹ گیا۔

فخرالدین بھاگ کر بادیہ شام میں روپوش ہو گیا، اور جان پولاد نے آستانہ میں داخل ہو کر معافی مانگ لی۔ سلطان نے اس کی جان بخشی اور تمسوار کی ولایت عطا فرمائی۔ آخر میں یوسف پاشا نے جو اقلیم صارو خاں، منتشا، اور آیدین میں علم بغاوت بلند کیے ہوئے تھا، شکست کھائی اور مارا گیا جس سے امن و امان ہو گیا۔

شاہ عباس صفوی

سنان پاشا حدود عجم کی طرف بھیجا گیا۔ شاہ عباس نے مقابلے کی تاب نہ لا کر صلح کا پیغام بھیجا، بشرطیکہ حدود وہی رکھے جائیں جو سلیمان اعظم کے زمانہ میں تھے۔ مراد پاشا نے منظور کیا۔ لیکن اسی درمیان میں وہ انتقال کر گیا اور نصوح پاشا صدارت پر آیا۔ جس نے شاہ عباس کی شرطوں پر سنان پاشا کو مصالحت کی ہدایت کی اور یہ اضافہ کیا کہ دو صد خروار حریر ایران سالانہ بھیجا کرے۔

یہ پہلا معاہدہ تھا جس میں دولت علیہ نے خسارہ اٹھایا اور اس کو اپنے بعض مفتوحہ قلعے اور علاقے چھوڑ دینے پڑے۔

ممالک مغرب

آسٹریا کے مقابلے کے لیے یادر علی پاشا متعین ہوا تھا، وہ بلغراد پہنچ کر انتقال کر گیا۔ اس کی جگہ لالہ محمد پاشا بھیجا گیا۔ متعدد معرکوں کے بعد آخر میں حکومت آسٹریا نے ہنگری سے دست برداری لکھی، اور کانیتا پر عثمانی قبضہ تسلیم کیا اور دولت علیہ نے تیس ہزار ڈوک سالانہ جزیے کی رقم جو آسٹریا سے اس کو وصول ہو

قی چھوڑ دی یہ ۱۰۱۵ھ میں دیا تھا میں اس عہد نامہ کی تکمیل ہوئی۔ تاریخ
ب۔ یہ معاہدہ "ستوا تورو ک" کے نام سے مشہور ہے۔

اب اگرچہ ہر طرف سے امن ہو گیا تھا لیکن مالطہ، اسپین اور
لمالیہ کی جنگی کشتیاں بحیرہ روم میں دولت علیہ کی کشتیوں پر حملے کرتی
رہتی تھیں۔ صدر اعظم نے جملہ ترکی کشتیوں کو بحیرہ روم میں لا کر جمع کر دیا۔
س کی وجہ سے بحیرہ اسود میں روسیوں نے غارت گری شروع کر دی۔
س جرم پر سلطان نے صدر اعظم کو ۱۰۲۱ھ میں قتل کرا دیا۔

۱۰۲۱ھ میں ہالینڈ کے ساتھ تجارتی معاہدہ ہوا اور جو مراعات
نچ اور انگلش تجار کو دی گئی تھیں اس کے تاجروں کو بھی دی گئیں
ر دیگر مغربی سلطنتوں کے ساتھ جو عہد نامے تھے۔ ان کی تجدید ہوئی۔
نس کے حقوق میں کچھ اور بھی اضافہ کیا گیا۔

ولندیزی تاجروں کے ذریعہ سے اسی زمانہ میں ترکی میں تمباکو
، اور اس کو لوگ استعمال کرنے لگے۔ مفتی اعظم نے اس کی حرمت کا
ی شائع کیا۔ لیکن فوج اور خود سلطانی کو شک کے خدام کی مخالفت
جہ سے مباح کرنا پڑا۔

مات ۲۳۔ ذی قعدہ ۱۰۲۶ھ مطابق ۲۲۔ نومبر ۱۶۱۷ء کو سلطان احمد
نے وفات پائی۔ اس کا بیٹا عثمان اس وقت تیرہ سال کا تھا۔
لیے وہ اپنے بھائی مصطفیٰ کے لیے سلطنت کی وصیت کر گیا۔

سلطان مصطفیٰ اول

نام ونسب مصطفیٰ اول ابن محمد ثالث ابن مراد خاں ثالث۔

تخت نشینی مصطفیٰ کو سلطان احمد اپنا جانشین کر گیا تھا۔ کیونکہ اس کا بیٹا عثمان کم عمر تھا۔ مصطفیٰ کی عمر زیادہ تر حرم میں گذری تھی۔ اس وجہ سے ضعیف العقل اور امورِ سلطنت سے بیخبر تھا۔ امراء نے یہ حال دیکھ کر تین ماہ بعد تخت سے اتار کر عثمان خاں کو بٹھادیا۔ الکشاریہ کی سعی کو اس واقعہ میں زیادہ دخل تھا۔

سلطان عثمان خان ثانی

نام ونسب عثمان خاں بن احمد اول ابن سلطان محمد ثالث۔

ولادت عثمان خاں سنہ ۱۰۱۴ھ میں پیدا ہوا۔

تخت نشینی سلطان عثمان خاں صفر سنہ ۱۰۲۷ھ میں انکشاریہ اور امراء کے مشورے سے تخت سلطنت پر متمکن ہوا۔

وقائع عثمان کے عنان حکومت کے ہاتھ میں لیتے ہی بولونیا (لہستان) کے امیر نے بغدان کے معاملہ میں دست اندازی شروع کی۔ عثمان نے لشکر کشی کی لیکن اس سے پہلے اپنے بھائی محمد کو قتل کرادیا تاکہ تخت کی طرف سے اطمینان رہے۔ نیز مفتی کے بھی اختیارات محدود کردیے، تاکہ وہ اس کی معزولی کا فتویٰ نہ دے سکے۔

بولونیا کی فوج سے پہلا مقابلہ شوک زم میں ہوا۔ عثمانیوں نے شکست کھائی اور تیس ہزار ترک شہید ہوئے۔ انکشاریہ نے لڑنے سے انکار کردیا اسی وجہ سے عثمان مجبوراً صلح کرکے چلا آیا۔ اور دل میں یہ ٹھان لیا کہ انکشاری فوج کو توڑ کر رہیگا۔ چنانچہ ایشیائی ولایت میں جدید فوجیں بھرتی کرائیں۔ اور جب وہ منظم ہوگئیں تو انکشاریہ کو نکالنا شروع کیا۔ انھوں نے بغاوت کردی، اور ۹۔ رجب سنہ ۱۰۳۱ھ میں سلطان مصطفےٰ کو دوبارہ تخت پر بٹھادیا۔ اور عثمان کو پکڑ کر



گھسیٹتے، گالیاں دیتے ہوئے یدی قلعے کے سامنے جا کر قتل کر ڈالا۔ اب انکشاریہ کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ جس کو چاہتے معزول کر دیتے اور جس کو چاہتے منصب دیتے۔ داؤد پاشا صدر اعظم کو بھی جس نے بغاوت میں اُن کا ساتھ دیا تھا خفیف سی مخالفت پر قتل کر دیا۔ امراء ولایت نے یہ دیکھ کر جا بجا اپنے استقلال کے اعلان کر دیے۔ یوسف پاشا والی طرابلس شام خود مختار ہو گیا اور اباظا پاشا والی ارض روم بھی، بلکہ اس نے بڑھ کر سیواس اور انگورہ پر بھی قبضہ کر لیا۔

فتنہ و فساد خود دار الخلافہ میں اٹھارہ مہینے تک فتنہ اور فساد کا بازار گرم رہا اور لوٹ مار اور غارت گری جاری رہی۔ آخر میں کمانکش پاشا صدر اعظم ہوا، جس نے امن و امان قائم کیا اور مصطفیٰ کو تخت سے اُتار کر سلطان احمد کے تیسرے بیٹے مراد کو بٹھایا۔

سلطان مراد رابع

نام ونسب مراد رابع ابن سلطان احمد

ولادت مراد ۲۲-جمادی الاوّل ۱۰۱۸ھ کو پیدا ہوا۔

تخت نشینی ۱۲-ذی قعدہ ۱۰۳۲ھ کو بعمرہ چودہ سال سریر آرائے خلافت ہوا۔

وقائع بغداد بکیر آغا شحنۂ بغداد نے ازراہ تمرد وہاں کے والی کو قتل کرکے اپنی حکومت قائم کرلی۔حافظ پاشا اس کی سرکوبی کے لیے بھیجا گیا۔بکیر آغا نے شاہ عباس کو مدد کے لیے بلایا اور وعدہ کیا کہ میں شہر کو آپ کے حوالے کردونگا بشرطیکہ یہاں کا والی مجھ کو بنادیں۔شاہ موصوف فوج لے کر ایران سے روانہ ہوا۔ادھر حافظ پاشا کے پہنچنے پر اس کو بھی لکھا کہ اگر تم مجھ کو یہاں کا والی تسلیم کرو تو میں دروازہ کھول دوں، اس نے منظور کرلیا، اور ترکی لشکر شہر میں داخل ہوگیا۔اس کے بعد شاہ عباس نے پہنچ کر محاصرہ کیا۔بکیر آغا نے ترکوں سے بے وفائی کرکے ایرانی لشکر کو اندر بلالیا۔جس کی وجہ سے عثمانی فوج شہر چھوڑنے پر مجبور ہوگئی۔لیکن شاہ موصوف نے اس جاہل غدار کو اس کی خیانت کی وجہ سے مجمع عام میں قتل کرادیا۔

۱۰۳۸ھ میں جب عباس نے وفات پائی اور اس کا نوعمر بیٹا

شاہ مرزا تخت نشین ہوا۔ خسرو پاشا ترکی سپاہ دار نے فوج کشی کی، اور ہمدان میں داخل ہو گیا۔ جا بجا ایرانی مقابلہ کے لئے، مگر ہزیمت اُٹھا کر بھاگے۔ خسرو پاشا نے موسم زمستان حلب میں گزار کر اوائل بہار میں بغداد کا محاصرہ کیا۔ لیکن تھوڑے دنوں کے بعد انکشاریہ نے جنگ سے انکار کر دیا۔ اس لیے بلا فتح کیے واپس چلا گیا۔

انکشاریہ کا تمرد یہاں تک بڑھ گیا کہ اُنھوں نے سلطان کے سامنے صدر اعظم کو قتل کر ڈالا۔ اس پر مراد کے دل میں ان کی طرف سے غیظ و غضب پیدا ہو گیا۔ اس نے مہمات سلطنت اپنے ہاتھ میں لیے، اور رفتہ رفتہ ان کا زور توڑ کر ان کو قابو میں لایا۔ ۱۰۴۵ھ میں ان کو خود لیجا کر اریوان اور تبریز کو فتح کیا اور دوسرے سال بغداد واپس لیا۔ ایرانیوں نے درخواست کی کہ اریوان ہم کو واپس دے دیا جائے بغداد ہم دولت علیہ کے قبضہ میں چھوڑتے ہیں۔ سفراء کی آمد و رفت کے بعد اسی پر باہم مصالحت ہو گئی اور مدتہائے دراز سے جو عداوت فریقین میں چلی آتی تھی اس کا خاتمہ ہو گیا۔

بولونیا میں بھی بغاوت رونما ہوئی۔ اس لیے اس طرف فوجیں لے کر گیا، اور اس کو فرد کیا۔

۱۰۴۹ھ میں مراد نے وفات پائی۔ اگر زندگی نے وفا کی ہوتی تو تدبر اور فتوحات میں یہ دوسرا سلیمان قانونی ہوتا۔ مگر صرف تیس سال کی عمر میں گزر گیا۔

علمائے عصر | سید محمد باقر بن شمس الدین محمد الحسینی الملقب بداماد شاہ عباس اول کا منظورِ نظر تھا۔ وطن استرآباد

کچھ عرصہ اصفہان رہا۔ علوم حکمت کا بڑا ماہر اس کے ساتھ بے بدل ادیب۔ طبعیات اور الٰہیات میں الافق المبین، الایماضات و التشریفات، الصراط المستقیم، قلبیات تصانیف سے ہیں ۱۰۴۰ھ میں فوت ہوا۔

سلطان ابراہیم خان

نام ونسب ابراہیم ابن سلطان احمد اول ابن سلطان محمد ثالث

تخت نشینی اپنے بھائی مراد خان کے انتقال کے بعد تخت نشین ہوا۔ چونکہ کبھی گھوڑے پر سوار نہ ہوا تھا اس لیے رسم شمشیر بندی کی غرض سے ہوادار پر سوار ہو کر جامع ایوب کو گیا اور آیا۔

صدر اعظم قرہ مصطفیٰ جو ایک نامی مدبر وزیر تھا۔ صدر اعظم مقرر ہوا۔ لیکن ترنجی خوجہ کی دراندازیوں سے کچھ عرصہ بعد قتل کر دیا گیا۔

فتح کریٹ ۱۰۵۱ھ میں یوسف پاشا نے جزیرہ کریٹ کو فتح کیا۔ اسی زمانہ میں بوسینیا میں سخت بغاوت ہوئی اور جمہوریہ وینس نے جزیرہ مدللی پر حملہ کیا۔ ابراہیم ایسا برہم ہوا اس نے سفراء دول کو قید کر دیا اور حکم دیا کہ ممالک محروسہ میں جس قدر سفراء ہیں قتل کر دیے جائیں مگر مفتی اسعدزادہ نے روکا اور کہا کہ یہ امر شرع مبین کے بالکل خلاف ہے۔

ابراہیم دن رات بہیمی شہوات اور لہو ولعب میں مشغول رہتا تھا۔ کبھی قسم قسم کے لباس تیار کراتا، کبھی عنبر جمع کرتا، اور کبھی مشعل لے کر سڑکوں پر غلاموں کے ساتھ دوڑتا۔ انکشاریہ نے ا

،عہد میں پھر قوت پیدا کرلی تھی۔ اس نے چاہا کہ ان کے رؤسا کو قتل کرادے
انہوں نے علماء کو اپنے ساتھ ملا کر اس کی معزولی کا فتویٰ لکھا لیا۔ اور ۱۸
نب ۱۰۵۳ھ میں اس کے بیٹے محمد کو جس کی عمر سات سال تھی۔ تخت پر
ٹھا دیا۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر کہ یہ بچہ حکومت کے قابل نہیں ہے۔ ابراہیم
واپس لانا چاہا۔ انکشاریہ نے اس خوف سے کہ وہ تخت پر آجائیگا
ہم سے انتقام لے گا۔ کوشک میں جا کر اس کو قتل کر دیا۔

سلطان محمد رابع

نام ونسب | محمد رابع ابن سلطان ابراہیم خاں ابن سلطان احمد اول

تعلیم وتربیت | محمد رابع کی تعلیم وتربیت سلاطین زادوں کی طرح کی جانے کو تھی کہ اس کو تخت پر بٹھا دیا گیا۔

وقائع | محمد کی تخت نشینی کے بعد جنجی خوجہ کے اموال ضبط کر لیے اور وہ قتل کر دیا گیا۔ سلطان کی کم سنی کی وجہ سے انکشاریہ کا تمرد بڑھ گیا۔ انہوں نے رعایا کو لوٹنا شروع کر دیا۔ ملک کی ابتری کی وجہ سے بری اور بحری فوجوں میں بدنظمی پیدا ہو گئی جس کی وجہ سے عثمانی بیڑے نے دشمنوں سے شکست کھائی۔ ادھر ایشیائے کوچک میں ایک رئیس قاطرچی اوغلی نے سرکشی اختیار کی۔ اور وہاں کے ایک نامی سردار کورجی بنی کو اپنے ساتھ ملا کر احمد پاشا والی اناطولیہ کو شکست دے دی۔ پھر قسطنطنیہ کی طرف بڑھے۔ ان کی جمعیت اس قدر تھی کہ آستانہ پر ان کا قبضہ ہو جانا کچھ مشکل نہ تھا، مگر ان دونوں میں آپس میں نا چاقی ہو گئی جس کی وجہ سے قاطرچی اوغلی نے کورجی بنی کا سر کاٹ کر سلطان کی خدمت میں بھیج دیا اور اپنے قصور کی معافی چاہی۔ سلطان نے اس کو قرہ مان کا والی مقرر کر دیا۔ جس سے اس بغاوت کا خاتمہ ہو گیا۔

کوپریلی | جمہوریہ وینس کے جنگی جہاز دردانیال کے دہانہ پر آگئے، انہ

نے جملہ تجارتی جہازوں کو اندر جانے سے روک دیا جس کی وجہ سے آستانہ
ں ہر چیز گراں ہو گئی اور لوٹ مار ہونے لگی۔ اس وقت محمد پاشا جو ترکی
ریخ میں کوپریلی کے لقب سے مشہور ہے صدارت پر بلایا گیا۔ ہر چند
اس کی عمر پچانوے سال کی ہو چکی تھی لیکن اس نے اس ذمہ داری
قبول کر لیا۔ سب سے پہلے انکشاریہ کو جو فساد کا سرچشمہ تھے۔ بہت سے
رغنوں کو قتل کر کے قابو میں کیا۔ پھر رومی بطریک کو جس کے اغوا سے
نیس کا بیڑہ حملہ آور ہوا تھا پھانسی دی۔ اس کے بعد جنگی کشتیاں ساز و
امان سے درست کر کے مقابلے کے لیے بھیجیں جنہوں نے ایک سال
کوشش کے بعد وینس کے جہازوں کو شکست دے کر بھگا دیا اور
ہ جزائر اور مقامات واپس لیے جن پر انہوں نے قبضہ کر لیا تھا۔
ٹرانسلوانیا اور رومانیہ میں بھی اضطرابات تھے۔ ان کو اطاعت
بنے پر مجبور کر کے عہد نامے لکھوائے اور اندرون ملک میں جو جو فتنے
تھے سب فرو کیے۔ کوپریلی ۱۰۷۲ھ میں انتقال کر گیا۔ سلطان محمد نے
ن کی جگہ اس کے بیٹے احمد پاشا کوپریلی کو صدارت کا منصب عطا
یا۔ یہ بھی اپنے باپ کی طرح شجاع، صائب الرائے اور عالی ہمت
تھا۔ اسی کے زمانے میں جنوبی روس کے باشندے قوازق دولت
لیہ کی حمایت میں آئے۔ نیز پولونیا نے یوکرین پر حملہ کر دیا تھا۔ وہاں کے
لی نے سلطان سے مدد طلب کی۔ سنہ ۱۰۸۲ھ میں احمد پاشا فوج لے کر
یا۔ سلطان بھی ساتھ تھا۔ پولونیا نے شکست کھائی اور یوکرین نے

دولتِ علیہ کی سیادت قبول کی۔

یہ ہوشمند وزیر پندرہ سال دیانت کے ساتھ سلطنت کی خدمت کرنے کے بعد ۱۰۸۷ھ میں انتقال کر گیا۔ اس کے بعد کوپریلی کا داماد قرہ مصطفیٰ پاشا صدارت پر آیا۔ اُس نے آسٹریا میں جاکر ویانا کا محاصرہ کیا قریب تھا کہ اس کو فتح کرلے کہ اہل بولونیا نے اچانک حملہ کردیا جس کی وجہ سے شکست کھا گیا۔ سلطان نے اس کو معزول کرکے ابراہیم پاشا کو صدر بنایا۔

مقدس عہد

ویانا پر ترکوں کی شکست سے یورپ بھر میں خوشی منائی گئی اور آسٹریا، بولونیا، جمہوریہ وینس، رہبان مالطہ پاپائے روم اور سلطنت روس سب نے مل کر باہم "مقدس عہد" باندھا کہ عثمانیوں کو یورپ سے نکال دیں۔ متعدد مقامات پر انہوں نے فتوحات بھی حاصل کیں۔ آسٹریا نے ہنگری واپس لے لیا۔ اور وینس نے جزیرہ نمائے مورہ پر قبضہ کرلیا۔ سلطان نے ابراہیم پاشا کو برطرف کرکے سلیمان پاشا کو صدارت پر بلایا۔ اس نے بوداپسٹ پر لشکر کشی کی لیکن کامیاب نہ ہوا۔ اس لیے اس کی جگہ سیاوش پاشا مقرر ہوا۔ مگر فوج اس سے خوش نہ تھی چنانچہ مخالفت کا جھنڈا کھڑا کرکے آستانہ کی طرف آئی۔ انکشاریہ نے اپنی دیگیں میدان میں لاکر ڈال دیں، جو ان کی بغاوت کی علامت تھی۔ محمد اپنے تفریحی مشاغل اور شکار میں مصروف تھا، سلطنت کے معاملات سے کچھ سروکار نہ تھا، اس وجہ سے ارکانِ

دولت نے مفتی سے اس کی معزولی کا فتویٰ لے کر تخت سے اُتار دیا۔
اور اُن کے بھائی سلیمان کو سلطان بنا دیا۔

سلطان سلیمان ثانی

نام ونسب سلیمان ثانی ابن سلطان ابراہیم خاں۔

ولادت سلیمان کی ولادت ۱۰۵۲ھ میں ہوئی۔

تخت نشینی اپنے بھائی محمد رابع کی معزولی کے بعد ۱۰۹۹ھ میں تخت نشین ہوا۔

وقائع انکشاریہ نے سیاوش پاشا کو قتل کر کے اس کا گھر لوٹ لیا اور بہت سے امیروں اور وزیروں کو مارا، اور نکال دیا، نیز شہر کے تاجروں اور دولتمندوں کو لوٹنے لگے۔ ایک دوکاندار نے جھنڈا کھڑا کیا جس کے نیچے ہزاروں آدمی آکر جمع ہو گئے۔ ان سب لوگوں نے جاکر سلطان سے فوج کے مظالم پر فریاد کی۔ اس نے بڑی مشکلوں سے ان کی دست درازی کو روکا۔

آسٹریا دارالخلافہ کے اس خلفشار کی وجہ سے مخالفین کو موقع مل گیا۔ چنانچہ آسٹریا کی فوجوں نے بلغراد فتح کر لیا اور نش تک آگئیں۔ سلطان نے مشہور وزیر کوپریلی کے پوتے مصطفیٰ کو صدارت پر طلب کیا۔ اُس نے سب سے پہلے فوج کو ہاتھ میں لیا اور اس کو لے کر

دشمنوں کے مقابلے کے لیے بڑھا، جا بجا دشمن کو شکست دی۔ روم ایلی کے جو مقامات نکل گئے تھے واپس لے لیے اور مصطفیٰ کے ہاتھوں دولت عثمانیہ کا گیا ہوا وقار لوٹ آیا اور مملکت پر رعب و داب پھر قائم ہو گیا۔

وفات:۔ سلطان نے ۱۱۰۲ھ میں مرض استسقا میں وفات پائی۔

اوصاف:۔ سلیمان عابد و زاہد اور علم دوست تھا۔

سلطان احمد ثانی

نام و نسب | احمد ثانی ابن سلطان ابراہیم خاں ابن سلطان احمد

ولادت | احمد کی ولادت ۱۰۵۳ھ میں ہوئی۔

تخت نشینی | سلیمان کے مرنے پر ۱۱۰۲ھ میں سریر آرائے خلافت ہوا، اس نے تمام مہمات ملکی کو وزیر کوپریلی کی رائے پر چھوڑ دیا مگر اس کی عمر نے وفا نہ کی وہ ۱۱۰۳ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کے بعد عربہ جی پاشا اس کی جگہ صدارت عظمیٰ پر فائز ہوا۔

وقائع | جمہوریہ وینس نے جزیرہ ساقز پر قبضہ کر لیا اور روس بھی برسرِ پیکار تھا۔

وفات | ۲۱۔ ذی قعدہ ۱۱۰۶ھ میں احمد کا بھی انتقال ہو گیا۔

سلطان مصطفیٰ ثانی

نام و نسب مصطفیٰ ثانی ابن سلطان محمد رابع

ولادت ۸۔ ذی قعدہ ۱۰۷۴ھ میں مصطفیٰ پیدا ہوا۔

محاربات پیٹر اعظم زار روس نے ازاق کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ اور چاہتا تھا کہ اس کو فتح کر کے بحیرہ اسود میں روسی بندرگاہ بنالے۔ سلطان مصطفیٰ نے پہنچ کر اس کو وہاں سے ہٹا دیا۔ پھر ہنگری پر حملہ کیا اور قلعہ لیا فتح کرتے ہوئے مقام لوگوس میں جنرل فرانی ہنگری کے سپہ سالار کو سخت شکست دے کر معہ چھ ہزار سپاہیوں کے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

۱۱۰۸ھ میں اولاس میں آسٹریا پر فتح حاصل کی جس کے بعد وہاں کا مشہور سپہ سالار اوجین دی سافوا مقابلہ کے لیے آیا۔ اُس نے ترکوں پر اس وقت اچانک حملہ کر دیا، جبکہ وہ دریائے ڈنیس کو عبور کر رہے تھے۔ نہایت ابتری پھیلی۔ بہت سے ترک مقتول اور بہت سے غرق ہو گئے۔ صدر اعظم الماس پاشا بھی مارا گیا۔ اور اگر سلطان دریا کے اس پار نہ ہوتا تو وہ بھی نہ بچتا۔ اس کے بعد اوجین نے بوسنیا پر قبضہ کر لیا۔

سلطان کو اس طرف مشغول دیکھ کر پیٹر اعظم نے ازاق پر قبضہ کر لیا جس کی وجہ سے سلطنت عثمانی دو طرف سے خطرہ میں پڑ گئی۔ ادھر

آسٹریا، اُدھر روس لیکن حسین پاشا کوپریلی صدر اعظم نے آسٹریا کی پیشقدمی کو بقوت روک دیا، یہاں تک کہ بوسینیا بھی خالی کرالیا۔ نیز امیر البحر ترکی نے جزیرہ روڈس جمہوریۂ وینس سے واپس لیا۔ آخر ۱۱۱۱ھ میں دولت علیہ کا روس، آسٹریا، وینس اور پولونیا کے ساتھ معاہدہ ہوا۔ جو عہدنامہ رو فتش کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں ترکوں ہنگری اور ٹرانسلوانیا آسٹریا کے لیے، یوکرین پولونیا کے لیے۔ ازاق روس کے لیے اور جزیرہ نمائے موزہ اور اقلیم ڈلماسیا وینس کے لیے چھوڑنا پڑا۔ نیز یہ کے آسٹریا آئندہ ترکی کو کوئی رقم بطور جزیہ کے نہیں دیگا۔

مسئلہ شرقیہ اس مسئلہ کا آغاز اگرچہ پہلے سے ہو چکا تھا لیکن اس معاہدے کے بعد دول یورپ کے مطامع ترکی املاک کی طرف بڑھ گئے اور دریائے وینس کی شکست کے بعد ترکی فوجوں کا اہل مغرب پر جو رعب تھا جاتا رہا۔ اس لیے ان دولتوں نے یہ طے کرلیا کہ نہ صرف یہ ترکوں کو آگے بڑھنے سے روکیں بلکہ رفتہ رفتہ یورپ سے خارج کردیں تاکہ اسلام مسیحیت کا حریف نہ ہو سکے۔

یہی وہ مسئلہ ہے جو مسئلہ شرقیہ کے نام سے موسوم ہے، اور جو حقیقۃً بالکل مذہبی ہے۔ مگر کمزور مسیحی اقوام کی حمایت کے نام سے اس پر سیاسی پردہ ڈالا گیا ہے۔

صدر اعظم حسین پاشا نے ملک کو خطرات سے گھرا ہوا دیکھ کر نہایت ہمت اور فرزانگی سے داخلی اصلاح کی طرف توجہ دی تاکہ اقتصادی

حالت کی درستی سے فوجی قوت میں اضافہ ہوا۔ اس نے خصوصیت کے ساتھ مسیحی رعایا کو راضی رکھنے کی کوشش کی اور ان کے ساتھ مراعات برتیں تاکہ دشمنان دولت کو اپنے وسائس سے اُن میں بغاوت پھیلانے کا موقع نہ مل سکے۔

حسین پاشا حسین پاشا نے ملک کی انتظامی حالت بہت کچھ ٹھیک کرلی تھی۔ اور سب کو اُمیدیں ہوگئی تھیں کہ وہ دولت علیہ کی قوت اور شوکت کو پھر تازہ کردیگا لیکن شیخ الاسلام فیض اللہ آفندی کی درانداز یوں سے جو سلطان کا استاد تھا حسین پاشا کو صدارت چھوڑنی پڑی۔ اس کی جگہ مصطفےٰ پاشا آیا جو چاہتا تھا کہ معاہدہ کاروفتس کو توڑ کر آسٹریا پر فوج کشی کرے۔ شیخ الاسلام نے اس کو بھی برطرف کردیا اور اپنے ایک خاص دوست رامی پاشا کو صدارت دلوائی جس نے شیخ الاسلام کے چاروں بیٹوں کو بڑے بڑے مناصب پر مقرر کردیا۔ انکشاریہ اور دیگر امراء نے رامی پاشا کی مخالفت کی اور سلطان سے اس کی معزولی کے خواہاں ہوئے۔ اس نے شیخ الاسلام کے دباؤ سے انکار کردیا جس پر انہوں نے ۱۱۱۵ھ مطابق ۱۷۰۳ء میں سلطان کو معزول کرکے اس کے بھائی احمد کو تخت پر بٹھادیا۔

سلطان احمد ثالث

نام ونسب احمد ثالث بن سلطان رابع عثمانی۔

ولادت ۳۔رمضان ۱۰۸۳ھ میں احمد پیدا ہوا۔

تعلیم وتربیت احمد ثالث کا طبعی رجحان عیش وعشرت کی طرف بچپن سے تھا تحصیل علم میں کم توجہ رہی۔

اس کے تخت پر بیٹھتے ہی انکشاریے نے شیخ فیض اللہ کو قتل کر ڈالا سلطان نے اپنے داماد حسن پاشا کو صدر اعظم مقرر کیا اُس نے امن وامان قائم کیا۔

علمی ترقی حسن پاشا نے بہت سے مدرسے کھولے اور علماء کی سرپرستی کی اور ترسانہ یعنی کارخانہ جہازسازی کو ترقی دی۔

پیٹراعظم زار روس پیٹراعظم نے اپنے ملک کے سامنے لائحۂ عمل رکھا تھا۔اس میں یہ بھی تھا کہ جس قدر ممکن ہو ہم ایک طرف ہندستان اور دوسری طرف قسطنطنیہ کے قریب تر ہوتے جائیں۔کیونکہ ہندوستان کی دولت جس کے پاس ہو وہ تمام دنیا سے بے نیاز ہے اور قسطنطنیہ پر جس کا قبضہ ہو وہ تمام عالم پر حکومت کرسکتا ہے" چنانچہ اس نے اپنے اس مقصد کی تکمیل کے لیے سویڈن کے بادشاہ شارل دوازدہم کے ساتھ جنگ شروع کی تاکہ درمیانی سلطنتوں کو کمزور کر کے قسطنطنیہ کے لیے اپنا

راستہ صاف کرے۔

شارل نے ترکوں سے ہر چند اعانت طلب کی لیکن باب عالی نے کوئی توجہ نہیں کی۔ حالانکہ وہ اس قدر بہادر تھا کہ روسیوں نے متعدد شکستیں دی تھیں۔ اور دولت علیہ نے اس کی مدد کی ہوتی تو غالباً ماسکو پر قابض ہو جاتا۔ آخر میں پولٹاوا پر شکست کھانے کے بعد باُمید امداد عرصہ تک ترکی علاقہ میں پڑا رہا، مگر جب کوئی صورت نہ دیکھی تو چلا گیا۔

اس کے تھوڑے عرصہ بعد جب بلطہ چی محمد پاشا صدارت پر آیا تو روس کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ محمد پاشا نے دو لاکھ فوج کے ساتھ پیٹر اعظم اور اس کی ملکہ کیتھرائن کو دریائے پروت کے متصل ایک قلعہ میں محصور کر لیا لیکن ملکہ مذکور نے اپنے زیورات اور جواہر اس کی خدمت میں بھیج دیے جس کی وجہ سے اس نے ۹ جمادی الثانی ۱۱۲۳ھ کو پیٹر سے صرف یہ معاہدہ لکھوا کر کہ وہ قوزاق کے معاملات میں دخل نہ دیگا محاصرہ اٹھا لیا۔ سلطان نے اس خیانت پر اُسے معزول کر دیا، اور یوسف پاشا کو صدر بنایا جو صلح پسند تھا۔ اس نے روس کے ساتھ معاہدہ کیا کہ فریقین میں پچیس سال تک جنگ نہ ہوگی۔ مگر چند ہی مہینوں کے اندر بوجہ اس کے کہ پیٹر نے معاہدہ مذکور کی بعض شرطوں کو پورا نہ کیا، جنگ چھڑ گئی۔ ہالینڈ اور انگلینڈ نے اپنے تجارتی خطرے کی وجہ سے بیچ میں پڑ کر صلح کرا دی، اور معاہدہ ہوا، جس میں روس کو بحیرۂ اسود پر کوئی بندرگاہ نہ دی گئی۔

بغاوت ۱۱۲۷ھ میں جمہوریہ وینس کی حمایت سے مانٹی نیگرو نے بغاوت کی۔ صدر اعظم علی پاشا نے فوجیں لے جا کر جزیرہ مورہ اور اس کے سارے عثمانی علاقہ پر قبضہ کر لیا جو اس نے دبا رکھا تھا۔

وینس فرانس اور آسٹریا سے امداد چاہی۔ پرنس اوجین فوج لے کر آیا۔ علی پاشا مقابلے میں مارا گیا اور ترک شکست کھا گئے۔ پرنس مذکور تمسوار اور بلغراد لیتا ہوا نیش تک آ گیا۔ اس وقت انگلینڈ اور فلمنگ نے مصالحت کرادی جس میں بلغراد اور سرویا کے ایک بڑے حصے سے دولت علیہ کو دست بردار ہونا پڑا۔

علی پاشا کی جگہ ابراہیم پاشا صدر اعظم ہوا، جو سلطان کا رشتہ دار تھا۔ اس نے باسفورس کے ساحل پر عالی شان محلات تعمیر کرائے اور ان میں باغات لگائے۔ روزانہ طرب و نشاط کی محفلیں کرتا تھا جس میں خود سلطان بھی شریک ہوتا۔ اس وجہ سے اکثر ارکانِ سلطنت میں عیش پرستی کا مرض پھیل گیا۔

وقائع ایران اس زمانہ میں میر اشرف کے تغلب سے شاہ ایران طہماسپ خراسان کی طرف بھاگ گیا تھا۔ ترکی فوجوں نے یورپ کے نقصان کی تلافی کے لیے آرمینیہ اور گرجستان پر قبضہ کر لیا۔

شاہ طہماسپ نادر خاں کو ساتھ لے کر اصفہان کی طرف آیا اور میر اشرف کو شکست دے کر اپنے آبائی تخت پر قابض ہو گیا۔ پھر باب عالی میں سفیر بھیجا کہ جو حصے ایران کے لے لیے گئے ہیں، چھوڑ دیے جائیں۔ صدر اعظم

اور سلطان دونوں اپنے عیش میں مصروف تھے کسی نے کوئی توجہ نہ کی طہماسپ نے بڑھ کر تبریز پر قبضہ کر لیا اور ترکی فوجوں کو مار کر نکال دیا۔ اس وجہ سے امرار انکشاریہ نے صدر اعظم کو قتل کر کے اس کے اموال لوٹ لیے اور سلطان کو مخلوع کر کے اس کے بھتیجے محمود کو تخت نشین کر دیا۔

پہلا مطبع سلطان احمد کے زمانہ میں ترکی سلطنت میں پہلا مطبع قائم کیا گیا۔ اس کے کھولنے کی اجازت مفتی اعظم نے اس وقت دی جب یہ شرط کر لی کہ اس میں قرآن شریف نہ چھپے۔ کیونکہ موصوف کو تحریف کا خطرہ تھا۔

سلطان محمود اول

نام ونسب | محمود اول ابن سلطان مصطفیٰ ثانی۔

ولادت | محمود کی ولادت ۳ محرم ۱۱۰۸ھ میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت | محمود اول نے شاہانہ طور وطریق سے تعلیم وتربیت پائی علمی استعداد معقول تھی فنونِ حرب سے دلی لگاؤ تھا۔

تخت سلطنت | سلطان احمد کے مخلوع ہونے کے بعد محمود اول جو سلطان کا برادر زادہ تھا ۱۱۴۳ھ میں سریر آرائے سلطنت ہوا۔

• سلطان احمد کو بطرونہ خلیل حجام نے مخلوع کرایا تھا وہی مہمات سلطنت پر قابض ہوگیا۔ محمود نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی پہلے بطرونہ خلیل کو قتل کرادیا۔

صدر اعظم | سلطان نے طوبال عثمان پاشا کو صدر اعظم کے عہدہ پر سرفراز کیا۔

فتنہ نادر شاہ | ایران میں نادر شاہ افشار حکمراں تھا۔ اس نے ملک گیری کی ہوس میں بغداد پر چڑھائی کردی۔ سلطان نے طوبال پاشا کو مقابلہ پر بھیجا، مگر طوبال اس معرکہ میں کام آیا۔ نادر نے آگے بڑھ کر

موصل پر ترکوں سے دو دو ہاتھ کیے ترک گھونگھٹ کھل گئے آخر ۱۸ جمادی الاول سنہ ۱۱۴۹ھ میں تفلس کے مقام پر باہمی عہدِ مصالحت ہوگیا جس میں دو سلطنتوں کے حدود وہ رکھے گئے تھے جو مراد رابع کے زمانے میں سنہ ۱۰۴۹ھ کے معاہدے میں طے ہوئے تھے۔

روس و اسٹریا

نادر شاہ اور محمود کی معرکہ آرائی سے فائدہ اٹھا کر روس نے حدود عثمانیہ میں فوج کشی کی سلطان نے مقابلہ کے لیے فوجیں بھیجدیں۔ روس نے اسٹریا کو بھی شریک کرلیا تھا لیکن علی پاشا والی بوسینیا اور کرپریلی پاشا نے نیش میں روسیوں کی ایسی پٹائی کی کہ میدان چھوڑ گئے۔ علی پاشا نے آگے بڑھ کر بلغراد پر قبضہ کیا۔ صدر اعظم یکن پاشا نے دوسری طرف سے روسیوں کو آگھیرا۔ سمندہ مقام پر ان کی تیغ و تفنگ سے خوب طرح مدارات کردی، خان کریمیا اور سر لشکرِ عثمان پاشا نے بھی روسیوں کو قتل کرنے میں کسر اٹھا نہ رکھی۔

غرضکہ روسی اور اسٹریا والے پٹ چکے تو فرانسیسی سفیر کے توسط سے سلطان سے صلح کی۔ ۱۴۔ جمادی الثانی سنہ ۱۱۵۳ھ کو عہدِ مصالحت لکھا گیا جس میں اسٹریا نے بلغراد اور روس نے ازاق سے دست برداری لکھی نیز یہ کہ روس کو بحیرۂ اسود میں کسی جنگی کشتی رکھنے کا حق نہ ہوگا۔

محاربات عجم

نادر شاہ نے پھر دوبارہ سنہ ۱۱۵۶ھ میں بغداد پر حملہ کردیا قریب تھا یکن پاشا اس کو شکست دے دیتا لیکن وہ یکایک تپ محرقہ میں مبتلا ہوا اور فوت ہوگیا جس کی وجہ سے نادر شاہ کے مقابلہ میں ترکی

فوج نے ہزیمت اٹھائی اور دولت علیہ نے مصالحت کر کے نادر کی یلغار سے ترکی علاقہ کو بچایا۔ نادر شاہ نے سلطان محمود کے پاس بوجہ خلیفۃ المسلمین ہونے کے بار بار درخواست کی کہ مذہب جعفری پانچواں مذہب تسلیم کیا جائے اور خانۂ کعبہ میں چار مصلوں کے علاوہ پانچواں مصلی جعفری بھی بڑھایا جائے۔ سلطان نے شیخ الاسلام سے مشورہ کیا انہوں نے انکار کر دیا کہ یہ نادر نیا فتنہ خانہ کعبہ میں اٹھانا چاہتا ہے۔

انتظام سلطنت

سلطان محمود نے ان محاربات سے فراغت حاصل کر کے اپنی تمام توجہ ملک کے اندرونی انتظامات کی طرف مبذول کی اور نو سال تک لگاتار علمی اور اقتصادی ترقی دینے میں مشغول رہا۔

قیام کتب خانہ

سلطان علمی ذوق رکھتا تھا اس نے ایا صوفیہ اور جامع محمد فاتح میں عظیم الشان کتب خانے قائم کیے اور دور دور سے کتابیں منگوائیں کتب خانہ کی طرف سلطان نے خاص توجہ کی تھی۔

جامع نور عثمانیہ

مدارس و مکاتب سلطان نے اپنے قلمرو میں کثرت سے جاری کیے اور نور عثمانیہ نامی ایک جامع بھی تعمیر کرائی

وقائع فرانس

۱۱۵۳ھ میں اسٹریا کے بادشاہ کی وفات پر اس کی بیٹی تخت پر بیٹھی شاہ فرانس نے اپنی پرانی عداوت کی بنا پر بعض دول مغرب کو ملا کر اسٹریا کے تقسیم کے ارادے سے اسٹریا

پر فوج کشی کردی اور سلطان محمود سے بھی استدعا کی کہ اس موقع پر اگر دولت علیہ بھی حملہ کردے تو ہنگری اس کو مل جائے گا جس سے روسی پیشقدمی کا خرخشہ جاتا رہیگا ورنہ روس سلطنت عثمانیہ کے لیے خطرناک دشمن آگے ثابت ہوگا مگر سلطان نے توجہ نہ دی اور وہی ہوا جو شاہ فرانس نے کہا تھا۔

وفات سلطان ۱۱۶۸ھ میں جمعہ کی نماز سے واپس آتے ہوئے راہ میں مرگ ناگہانی کا شکار ہوا۔

اوصاف سلطان شجاع اور بہادر ہوتے ہوئے رحم دل بہت تھا خلق اور سخاوت کی شہرت تھی۔

سلطان عثمان ثالث

نام ونسب	عثمان پسر سلطان مصطفی ثانی
ولادت	عثمان کی ولادت ۱۱۱۰ھ میں ہوئی۔
تعلیم وتربیت	معمولی درجہ تعلیم پائی اور اوائل عمر سے لہو ولعب میں مبتلا تھا۔ شطرنج سے دلی رغبت تھی۔
تخت سلطنت	۱۱۶۸ھ میں سریر آرائے سلطنت ہوا، عنانِ حکومت ہاتھ میں لے کر رعایا کی فلاح کی طرف متوجہ ہوا اکثر

راتوں کو بھیس بدل کر دریافت حالات کے لیے نکلتا تھا۔ طبیعت میں تلون تھا خفیف باتوں پر امراء سے بدگمان ہوجاتا تھا۔ اس کے عہد میں کوئی اہم بیرونی واقعہ پیش نہیں آیا، البتہ آستانہ میں آتشزدگی کے واقعات کثرت سے رونما ہوئے جس سے سخت نقصان ہوا۔

سلطان کو گھوڑوں سے زیادہ دلچسپی تھی، اس کا ایک گھوڑا مرگیا تو اس نے اسکدار میں نہایت مکلف اس کی قبر بنوائی۔ جانوروں سے اس کو بے حد دلچسپی تھی، حتیٰ کہ ان کا عاشق زار تھا۔

صدر اعظم	اس عہد سہ سالہ میں سات وزیر لائے گئے۔ آخری محمد راغب پاشا تھا جو علم دوست اور مدبر تھا۔ اس نے

اپنے زمانہ میں سلطنت کے انتظام کو سنبھالے رکھا۔

وفات | سلطان عثمان ثالث نے ۱۶ صفر ۱۱۷۱ھ کو وفات پائی
اوصاف | عثمان دنی الطبع، بدخلق اور وہمی تھا۔

سلطان مصطفیٰ ثالث

نام ونسب | مصطفیٰ ثالث ابن سلطان احمد ثالث

ولادت | مصطفیٰ کی ولادت ۱۱۲۹ھ میں ہوئی۔

تخت سلطنت | صدر اعظم راغب پاشا نے مصطفیٰ کو ۱۱۷۱ھ میں عثمان ثالث کے مرنے کے بعد تخت نشین کیا۔

وقائع راغب پاشا | راغب پاشا نے عثمان کے زمانے سے انتظام سلطنت ہاتھ میں لے رکھا تھا ملک کے اندرونی انتظامات بہت کچھ درست کر لیے تھے۔ مدرسے اور کتب خانے جگہ جگہ قائم کیے، مگر اس کی عمر نے وفا نہ کی ۱۱۷۶ھ میں انتقال کر گیا۔

وقائع روس | روس نے اس زمانہ میں اپنے ملک میں بڑی اصلاحات کیں ہر شعبہ میں ترقی کی فوج کو جدید آلات حرب سے آراستہ کیا جس سے اس کی قوت دوگنی ہوگئی اُس نے ۱۱۸۳ھ میں آسٹریا اور پروشیا کو متحد کر کے دولت عثمانیہ کے قلمرو پر دھاوا بول دیا اور فتوحات حاصل کرتا ہوا رومانیہ تک آگیا دوسری طرف اس کے فرستادوں نے

جزیرہ مورہ میں پہنچ کر وہاں کے باشندوں کو بغاوت پر آمادہ کیا۔ روسی بیڑے نے بحیرہ بالٹک سے مغربی سواحل کو قطع کرتے ہوئے یونان کی بندرگاہ کرادن پر پہنچ کر لنگر ڈالا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مورہ کے لوگ باغی ہوگئے مگر عثمانی فوج نے بقوت بغاوت کو فرو کیا۔

ترکی بیڑے کی تباہی

روسی بیڑے نے ترکی بیڑے کو آلیا مگر شکست کھا گیا، مگر اس کی دو تارپیڈو کشتیاں خلیج چشمہ میں پہنچ گئیں جنہوں نے ازمیر کے متصل عثمانی بیڑے کو ایک طرف سے غرق کر دیا۔

روسی امیر البحر الفنسٹن نے ارادہ کیا کہ قسطنطنیہ پر حملہ کرے اس سے پہلے اس نے جزیرہ لمنوس پر قبضہ کیا، اور اسے بحری مرکز بنایا۔

اس فرصت میں ہنگری کے ایک سپہ سالار بیرن دی توت نے جو دولت علیہ کی ملازمت میں تھا۔ دردانیال کے قلعوں کو مستحکم کرکے بھاری توپوں سے قلعوں کو آراستہ کر دیا اور متعدد تجارتی جہازوں کو توپوں سے مسلح کرکے جنگی بنا لیا۔ اس کے علاوہ اس نے فوراً ایک کارخانہ توپ سازی قائم کیا جہاں توپیں ڈھلنے لگیں اور جہاز سازی کا کارخانہ بھی قائم کر دیا اس کے ساتھ توپ کے استعمال اور جدید بحری فنون حرب کے لیے ایک مدرسہ کھول دیا جس میں ترک جوق جوق داخل ہونے لگے۔ اس مدرسہ سے تھوڑے عرصہ میں امرائے ترک کثیر التعداد بحری جنگ کے واقف کار ہو کر نکلے یعنی

میں سے قبودان حسن بک تھا جس نے دوسرے سال روسیوں کے امیر البحر کو جزیرہ لمنوس سے نکال باہر کیا اور اس کو ایسی شکست فاش دی کہ وہ اپنی امیر البحری بھول گیا۔

امیر سلیم گرائی خاں کی غداری

روسیوں نے دیکھا کہ ترک پورے مقابلے کے لیے تیار ہو گئے ہیں تو امیر سلیم جو دولت علیہ کا ماتحت تھا اس کو گانٹھا اور وعدہ کیا کہ ہم تم کو مستقل امیر تسلیم کر لینگے۔ چنانچہ وہ فریب میں آگیا اور اس نے اپنے دونوں لڑکوں کو سینٹ پٹرسبرگ میں ملکہ کیتھرائن کے پاس بھیج کر اطاعت کا اظہار کیا مگر روسیوں نے کریمیا میں داخل ہو کر قبضہ کر لیا اور وعدہ پورا نہیں کیا اب سلیم گرائی کی آنکھ کھلی اور اپنی غلطی پر نادم ہو کر دولت علیہ کے پاس پناہ گیر ہوا۔ یہ تھا نصرانیوں کا کیریکٹر۔

غرضکہ روسی فوجیں بڑھتی ہوئی بلقان تک آگئیں۔ اُس وقت اُنہوں نے شرائط صلح پیش کیں لیکن وہ نہایت سخت تھیں اس لیے قبول نہیں کی گئیں۔ آخرش ترک جم کر روس کے مقابل آئے۔

مصر میں بغاوت

روسیوں نے علی بک والی مصر کو ورغلایا اور اس کو بھی آزادی کا سبز باغ دکھا کر دولت علیہ کے خلاف بغاوت پر آمادہ کر دیا۔ اس نے شام کے شہر غزہ، نابلس، بیت المقدس یافا اور دمشق وغیرہ فتح کر لیے۔ چاہتا تھا کہ اناطولیہ پر حملہ آور ہو لیکن خود مصر میں ممالیک میں سے ایک امیر محمد بیک ابوذہب نے مقابلہ کیا۔

روسی علی بک کے ساتھ تھے ابوذہب نے شکست دی اور عذرا علی بک کا سر اتارا اور روسی افسروں کو گھیر کر گرفتار کیا اور ان کے سر کاٹ کر علی بک کے سر کے ساتھ سلطان کی خدمت میں قسطنطنیہ بھیج دیے۔

وفات سلطان پر پیہم شکستوں اور بغاوتوں کے ترددات کا بڑا اثر تھا۔ انہی واقعات سے متاثر ہو کر ۹۔ شوال ۱۱۸۷ھ میں انتقال کر گیا۔

اوصاف سلطان سخت حریص اور خسیس تھا لیکن جنگ روس میں اپنا سارا جمع کردہ سرمایہ صرف کر دیا۔

یادگار ایک جامع اس کی یادگار سے ہے جو سلطان مصطفیٰ نے اپنی والدہ کی قبر پر بنوائی تھی اور جامع محمد فاتح کی مرمت کرائی۔

سلطان عبدالحمید اوّل

نام ونسب | عبدالحمید اوّل پسر سلطان احمد ثالث

ولادت | عبدالحمید کی ولادت ۱۱۳۷ھ میں ہوئی۔

تخت سلطنت | ۱۱۷۸ء میں سلطان مصطفیٰ کے گذر جانے پر عبدالحمید سریرآرائے سلطنت عثمانیہ ہوا۔

سلطنت کی زبوں حالی | عبدالحمید جب تخت نشین ہوا تو ملک زوال کی طرف جا رہا تھا اندرونی بغاوتیں رونما تھیں۔ بیرونی جنگوں نے سلطنت کی حالت نہایت سقیم کر رکھی تھی خزانہ خالی تھا۔ چنانچہ سلطان نے اپنے جلوس کے وقت فوج کو حسب دستور کوئی انعام نہیں دیا۔ روس پوری طاقت سے جنگ میں مشغول تھا۔

صلح | صدر اعظم نے روسی فیلڈ مارشل رومانزوف سے مجبوراً انہی شرائط پر جن کو مصطفیٰ ثالث نے نامنظور کر دیا تھا صلح کرلی۔ ۲۱۔ جولائی ۱۷۷۴ء میں اس عہدنامہ کی تکمیل ہوئی اس کی رو سے گرجستان وچرکس وقلعہ ازاق کے روس کو دے دیئے گئے ورکریمیا دولت عثمانیہ کی سیادت سے نکال کر ایک مستقل سلطنت بنا دیا گیا۔

وقائع | ملک کی ابتری دیکھ کر صدر اعظم نے اس کے انتظام میں خاص

توجہ کی اس اثنا میں کریم خان زند نے جو تخت ایران پر غاصبانہ قابض ہو گیا تھا ترکوں کی کمزوری سے فائدہ اُٹھا کر عراق پر حملہ کر بیٹھا اور بصرہ پر قبضہ کر لیا۔ سلیمان پاشا والی بغداد نے ہمت مردانہ سے کام لے کر کریم خاں سے دو دو ہاتھ کیے۔ چند معرکوں کے بعد بصرہ سے اس کو مار بھگایا۔

فتنہ روس

روس نے محاربہ عجم و ترکی سے فائدہ اُٹھا کر ۱۱۹۸ھ میں کریمیا میں کردوں سے بغاوت کرا کر اپنی فوج بھیج دی اور کریمیا کو قبضہ میں لے آیا اس کے بعد روس اور آسٹریا نے ترکی مملکت کو آپس میں تقسیم کر لینے کا منصوبہ باندھا تو انگلستان کے منہ میں پانی بھر آیا۔ وہ بھی تقسیم میں حصہ دار بن گیا۔

صدر اعظم خلیل پاشا نے روس اور آسٹریا کی سازش سے مطلع ہو کر فرح علی پاشا کو قفقاز بھیجا، انہوں نے دانشمندی سے وہاں کے مسلمانوں کی تنظیم کر کے ایک عظیم الشان جمعیت تیار کر لی اور کریمیا کو فتح کرنا چاہا مگر خود غرض امرا نے حسد سے اس کے خلاف سلطان کو بھڑکا دیا۔ چنانچہ سلطان نے منصب سے اس کو معزول کر دیا جس کی وجہ سے یہ مقصد پورا نہ ہو سکا۔

روس اور آسٹریا

۱۲۰۱ھ میں روس نے پھر ترکوں سے جنگ شروع کر دی اس کی ہمنوائی میں آسٹریا بھی حملہ آور ہوا۔ ترکوں کو دونوں سے ایک ساتھ مقابلہ کرنا پڑا۔ آسٹریا کے محاذ پر صدر اعظم

خواجہ یوسف پاشا خود فوج گراں کے ساتھ گیا۔ اور شکست پر شکست دے کر پچاس ہزار آسٹریوں کو گرفتار کر لیا اور مقتولوں کے ڈھیر میدان جنگ میں لگا دیے۔ اس معرکہ میں ترکوں نے بڑی داد شجاعت دی مگر روس کے مقابل جو ترکی فوج تھی وہ ہزیمت اُٹھا گئی۔ اس درمیان میں سوید کے ساتھ روسیوں کی جنگ چھڑ گئی۔

وفات جنگ کا فیصلہ نہ ہونے پایا تھا کہ ۱۲۰۳ھ میں عبدالحمید اول کا انتقال ہو گیا۔

اوصاف یہ سلطان نیک دل تھا اور خوش عقیدہ تھا مگر سیاست اور اصول حکومت سے بے خبر تھا۔

سیاسی حالت ترکوں کی سیاسی حالت بہت کمزور ہو چکی تھی یہی وجہ تھی۔ لقمہ تر سمجھ کر روس اور آسٹریا ترکی حکومت کے حصے بخرے کرنا چاہتے تھے۔ ادھر ترکوں میں پہلا سا مجاہدانہ جوش و خروش نہ تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ نصرانیوں سے ترکوں کے تعلقات بہت بڑھ گئے تھے نصرانی لڑکیاں ترکوں کے حبالہ عقد میں کثرت سے آ گئی تھیں جن سے ترکوں کی اخلاقی حالت پر برا اثر پڑا اس سے بڑھ کر عیش و عشرت کے لیے رشوت ستانی کا بازار گرم تھا۔ غرضکہ ترک اپنے بلند درجہ سے گر گئے تھے۔

سلطان سلیم ثالث

نام و نسب سلیم ثالث ابن مصطفیٰ ثالث۔

ولادت سلیم کی ولادت ۱۱۷۵ھ میں ہوئی۔

تخت سلطنت اٹھائیس برس کی عمر میں ۱۲۰۳ھ میں سلیم تخت نشیں ہوا

دولت عثمانیہ دولت عثمانیہ پر دول یورپ ہر طرف سے جنگ کی شورش برپا کیے ہوئے تھیں۔ ترکی لشکر مسلسل لڑائیوں سے تباہ حال اور خزانہ خالی تھا۔[1]

روس اور آسٹریا افواج روس۔ فلاخ۔ بغدان کو فتح کرتی ہوئی بسریبا تک پہنچ گئیں۔ دوسری جانب سے آسٹریا فوجی یلغار کرتا ہوا بڑھ رہا تھا۔ صدر اعظم شریف حسین پاشا عقیل و دانا اور سیاست عالم سے باخبر تھا۔ اس نے پہلے آسٹریا کی فوج کو برکوئی تک لگالیا اور گھیر کر بری طرح پیٹا۔ حسن اتفاق سے آسٹریا کا بادشاہ یوسف ثانی مرگیا اور اس کی جگہ لیوپولڈ دوم تخت نشین ہوا۔ چونکہ اس وقت لوئس شانزدہم شاہ فرانس کے خلاف اس کے ملک میں سخت بغاوت تھی اس وجہ سے لیوپولڈ نے کہ کہیں فرانس سے بغاوت کے شعلے آسٹریا کے علاقہ کو بھی تباہ نہ کردیں اس لیے دولت علیہ سے صلح کرنا چاہی، مقام رستو

---

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۲، صفحہ ۷۵۳۔

میں ۲۲- ذوالحجہ ۱۲۰۵ھ کو عہد نامہ مصالحت لکھا گیا جس میں آسٹریا نے وہ سارا حصہ جو فتح کر لیا تھا معہ بلغراد اور سربیا کے ترکوں کو واپس کر دیا۔ اور سابقہ حدود برقرار رہے اس کے بعد انگلستان اور پروشیا کے توسط سے روس کے ساتھ بھی صلح ہو گئی اور ۱۵ جمادی الاول ۱۲۰۶ھ کو معاہدہ لکھا گیا جس میں ترکی سلطنت نے کریمیا، بسربیا اور وہ سارا علاقہ جو دریائے بوج اور نیسٹر کے درمیان ہے روس کے لیے چھوڑ دیا۔

اصلاحات سلطان کو کچھ دن ہر دو دول سے مہلت کے مل گئے تو اس نے فوج کی اصلاح کی طرف توجہ کی اور کوچک حسین کو ناظم افواج مقرر کیا اس نے جدید اصول پر بارہ ہزار فوج تیار کر لی۔ توپ سازی اور جہاز سازی کے کارخانے بڑے پیمانہ پر قائم کیے فن حرب اور استحکامات جنگی پر جو کتابیں فرنچ زبان میں ہیں ان کا ترجمہ کرایا اور حربیہ کالج کے نصاب میں ان کو داخل کیا۔

فوجی تنظیم بارہ ہزار ترکی فوج کی قیادت ایک نومسلم انگریز انگلیز مصطفیٰ نامی کے سپرد کی گئی۔

نپولین سے دو دو ہاتھ مصر پر ابراہیم بک اور مراد بک امرائے ممالیک دولت علیہ سے باغی ہو کر بالاستقلال قابض ہو گئے تھے۔ نپولین بوناپارٹ کو جمہوریہ فرانس نے ۱۲۱۳ھ میں چھتیس ہزار بحری فوج کے ساتھ مصر فتح کرنے بھیجا تاکہ ہندوستان کے ساتھ انگریزی تجارت کا سلسلہ روک دیا جائے۔ نپولین نے بلا اعلانِ جنگ

پہلے مقام مالطہ پر قبضہ کیا پھر اسکندریہ میں لاکر فوجیں اُتار دیں۔ یہاں ابراہیم بک اور مراد بک نے مقابلہ کیا مگر شکست کا مُنہ دیکھنا پڑا آخرش نپولین قاہرہ پر قابض ہوگیا اور شہرت یہ دی کہ دولت علیہ کی معاونت کی غرض سے مصر پر قبضہ کیا ہے تاکہ باغیوں کی سرکوبی کردوں سلطان کو اطلاع ملی اس نے فوج نپولین سے لڑنے کے لیے تیار کرنا شروع کی۔ انگریز ترکوں کے ساتھ ہوگئے روس نے بحر اسود کے جنگی جہازوں سے ترکوں کے دوش بدوش لڑنے کی درخواست کی۔

باب عالی نے ۲۱۔ ربیع الاول ۱۲۱۳ھ میں فرانس کے ساتھ جنگ کا اعلان کیا اور دمشق میں افواج ترک لاڈالیں بحری حملے کے لیے ترکی جہازوں کے ساتھ روسی اور انگریزی آہن پوش بحیرہ روم میں آجمع ہوئے۔

نپولین ترکوں کے مقابلہ کے لیے تیرہ ہزار فوج فرانسیسی لے کر العریش سے شام کی طرف روانہ ہوا۔ غزہ، رملہ، اور یافہ کو تسخیر کرتا ہوا عکا کا محاصرہ کرلیا، مگر والی عکا احمد پاشا جزار نے نپولین کے چھکے چھڑا دیے۔ ترکوں کی بہادری کا لوہا مان گیا۔ اور محاصرہ اٹھا کر قاہرہ کی راہ لی۔ ترکی افواج جو دمشق میں مجتمع ہوئی تھیں وہ آگے بڑھیں اور ترکی جہازوں نے روڈس سے اٹھارہ ہزار فوجیں لاکر ابوقیر میں اتار دیں۔ نپولین نے ترکوں کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر ان کو شکست دے دی اور دھوکہ سے سپہ سالار مصطفےٰ پاشا معہ فوج گراں کے گرفتار ہوگیا۔

ترک مقابلہ کی تیاری کر رہے تھے کہ فرانس میں آسٹریا سے پے در پے شکست کھانے کے بعد طوائف الملوکی پھیل گئی۔ نپولین رات کو خفیہ اسکندریہ سے نکل بھاگا۔ اس کی فوج سے ترکوں نے دو دو ہاتھ کیے۔ آخر ش ۲۸ صفر ۱۲۱۶ھ کو فرانس نے مجبور ہو کر صلح کی اور ساز و سامان مصر میں چھوڑ کر فوج چلتی بنی۔

نپولین فرانس پہنچا اور رئیس جمہوریہ منتخب ہو گیا اس نے دولت عثمانیہ کے سفیر اسعد آفندی کے توسط سے باب عالی کو لکھا کہ روس جزائر یونان پر قابض ہو چکا اور انگریز مصر میں قدم جما چکے اگر فرانس سے پھر دوستانہ تعلقات استوار کر لیے جائیں تو ترکی سلطنت ان دونوں کے بڑھتے ہوئے خطرات سے بچ جائیگی۔ چنانچہ باب عالی اور فرانس میں جمادی الثانی ۱۲۱۶ھ میں جدید عہد نامہ لکھا گیا جس میں فرانس نے مصر اور جزائر یونان پر دولت عثمانیہ کے مکمل حقوق تسلیم کیے اس پر باب عالی نے فرانس کے سابقہ امتیازات عطا کیے۔ چنانچہ انگریز مصر کو خالی کر گئے اور جزائر یونان کی ایک مستقل جمہوریت اس کے مشورہ سے دولت عثمانیہ کے تابع قائم ہوئی۔

نپولین سے اور سلطان سے تعلقات بہت بڑھ گئے سفیر فرانس کے کہنے پر فلاخ اور بغدان کے امراء جو روس کے ہمنوا تھے وہ موقوف کیے گئے اس پر روس چراغ پا ہو گیا اور اس نے بلا اعلان جنگ ترکی علاقہ میں فوجیں بھیج دیں، انگریز بھی روس کے ساتھ مل گئے اور بیڑہ

درِ دانیال کے سامنے لا کھڑا کیا گیا۔ انگریزی سفیر ارتھناٹ نے باب عالی میں یہ مطالبات پیش کیے کہ انگلستان کے ساتھ حلیف ہونے کا عہد کیا جائے اور ترکی بیڑہ اور درِ دانیال کے قلعے اس کے حوالے کر دیے جائیں اور فلاخ وبغدان روس کو دیا جائے ورنہ انگریزی بیڑہ آبنائے سے گذر کر آستانہ پر گولہ باری کریگا۔ مگر فرانسیسی سفیر نے یہ مطالبات ترکوں سے نامنظور کرادیے جس پر انگریزی بیڑے نے گیلی پولی تک بڑھ کر عثمانی جہازوں پر گولہ باری کی لیکن آگے قدم نہ بڑھے ترکوں نے پوری سرکوبی کا انتظام کر لیا تھا جس بنا پر انگریزی بیڑہ بھاگا مگر مصر کے سواحل میں جاکر اسکندریہ کو محصور کیا لیکن مصر کے والی محمد علی پاشا کی بیدار مغزی سے کچھ نہ کرسکا اور ذلت اٹھا کر بیڑہ واپس ہوا۔

سلطان کی معزولی

سلطان سلیم نے جو جدید فوج تیار کی تھی اس کی وجہ سے انکشاری اور غیر منتظم فوج کی وقعت گھٹ گئی اس لیے ان فوجیوں نے اصلاح کی مخالفت کی علماء اور امراء کو فوجیوں نے ہمنوا بنا کر قباچی مصطفیٰ کی سرکردگی میں سلطان کے خلاف فتنہ کھڑا کر دیا اور پہلا مطالبہ وزراء کے قتل کا تھا سلطان نے تسکین فتنہ کے خاطر مطالبہ منظور کیا لیکن قباچی نے اس پر اکتفا نہ کیا بلکہ شیخ الاسلام عطاء اللہ آفندی سے سلطان کے خلع کا فتویٰ لے کر اس کو تخت سے اُتار دیا اور اس کے بجائے مصطفیٰ رابع کو سلطان بنایا۔

اوصاف | سلطان نیک دل اور بہادر اور علم دوست تھا مگر طبیعت کمزور پائی تھی۔

سلطان مصطفیٰ رابع

نام و نسب | مصطفیٰ رابع ابن سلطان عبدالحمید اول

ولادت | ولادت مصطفیٰ کی ۱۱۹۳ھ میں ہوئی[1]

تخت نشینی | مصطفیٰ انتیس سال کی عمر میں ۱۲۲۲ھ میں تخت نشین ہوا۔ عنانِ حکومت ہاتھ میں لے کر وہ تمام اصلاحات جو سلطان سلیم کے وقت میں نافذ کی گئی تھیں یک قلم منسوخ کر دی گئیں یہ وہ وقت تھا کہ ترکوں اور روسیوں میں دریائے طونہ کے کنارے جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ وہاں جب خبر پہنچی انکشاریہ بہت خوش ہوئے مگر صدر اعظم حلمی ابراہیم پاشا کو رنج ہوا اور اس نے اس کا اظہار امرائے فوج کے سامنے کیا۔ انکشاریہ صدر اعظم سے بگڑ بیٹھے اور اس کو قتل کر ڈالا جس کی وجہ سے فوج میں ابتری پھیل گئی حسن اتفاق اس وقت نپولین روس پر آ پڑا اور ہر دو جنگ میں مشغول ہو گئے۔ جس سے فوجیں روس لوٹ گئیں۔ اور ترکوں کی جان بچ گئی۔ ادھر روس نے نپولین سے شکست کھائی تو اس نے ترکوں سے صلح کر لی۔

---

[1] انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا جلد ۲ صفحہ ۲۵۵۔

زار اور نپولین کا معاہدہ :- جولی ۱۸۰۷ء میں ایک خفیہ معاہدہ زار روس اسکندر اوّل اور دولت عثمانیہ کے خیر خواہ نپولین بوناپارٹ کے درمیان ہوا جس کی ایک دفعہ کی رو سے فرانس کے توسط سے اگر روس کے مطالبات باب عالی نے منظور نہ کیے تو دونوں متحد ہو کر بجز آستانہ اور اس کے حوالی کے جملہ عثمانی مغربی مقبوضات آپس میں تقسیم کر لینگے۔ بوسینیا، البانیا، یونان اور مقدونیا فرانس لیگا اور رومانیا اور بلغاریہ روس۔ سربیا آسٹریا کے ساتھ ملا لیا جائیگا۔

ان حالات نے ترکوں میں ایک اضطراب کی لہر پیدا کر دی تحسین آفندی، بہیج آفندی، رامز آفندی، رفیق آفندی اور غالب آفندی نے یہ طے کیا کہ سلیم کو دوبارہ تخت پر لایا جائے اور پھر اصلاحات جاری کی جائیں۔ چنانچہ علمدار مصطفےٰ عاقل با حمیت امیر تھا اس نے مقام رسچق سے امراء کے نام آستانہ خط بھیج کر متحد کر لیا اور اپنی فوج کو لے کر آستانہ پر حملہ کر دیا۔ سلطانی کوشک کا محاصرہ کر کے جب اندر داخل ہوئے اہل قصر نے سلیم کو قتل کر ڈالا۔ اس وجہ سے مجبوری درجہ مصطفےٰ کو معزول

لہ نپولین بوناپارٹ :- فرانس کے نزدیک ایک جزیرہ کارسیکا ہے جو اٹلی اور فرانس کی سیاسی رقابت کا جولان گاہ بنا رہا۔ یہاں چارلس بوناپارٹ اپنی ملنساری اور فراخ دلی و پیشہ وکالت کے ذریعہ ہر دلعزیز تھے۔ ۱۷۶۹ء میں فرانس نے اس جزیرہ پر قبضہ کرنا چاہا۔ یہ عوام کو ساتھ لے کر اپنے وطن کے بچانے کے لیے مثل ایک بہادر سپاہی کے میدان جنگ میں اتر آئے مگر فرانس کی فوجی طاقت سے یہ مٹھی بھر (بقیہ)

کرکے اس کے بھائی محمود کو تخت پر بٹھایا۔ قباچی اور اس کے ساتھیوں کو جنہوں نے بغاوت کی تھی تہ تیغ کر دیا گیا۔ سلطان مصطفےٰ کا قتل آگے جا کر ہوا جس کی تفصیل محمود کے حال میں آتی ہے۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۶۳) اہل کارسیکا کیا بازی لے جاتے۔ آخر شکست کا منہ دیکھنا پڑا چارلس بوناپارٹ اور اس کی بیوی لٹیشیا روپوش ہو گئے۔ ایک دن لٹیشیا گرجا گھر میں عبادت کر رہی تھی طبیعت بے چین ہو گئی گھر آکر لیٹ گئی کہ اس کے بطن سے نپولین ۱۵ اگست ۱۷۶۹ء کو پیدا ہوا۔ اس کے اور بھی بھائی تھے مگر نپولین کی تعہداشت لٹیشیا نے کی کیونکہ شوہر تکلیف اٹھا کر دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔ لٹیشیا شہر کی سکونت ترک کر کے گاؤں میں آٹھہری ان دنوں کارسیکا پر جو گورنر ہو کر آیا اس سے لٹیشیا ملی اور نپولین ساتھ تھا۔ وہ بچے اور اس کے خاندان سے واقف ہو کر مہربان ہو گیا اور گاہ بگاہ ان کی امداد کرتا۔

جب نپولین چھ برس کا ہوا تو مکتب میں بٹھا دیا گیا۔ چار سال وہاں تعلیم پائی دس سال کا ہوا گورنر اس کے بشرے سے سمجھتا تھا کہ یہ ہونہار ہے اس نے اپنے خرچ سے ۱۷۷۹ء کو براین کے ایک اسکول میں داخل کرا دیا۔ یہ بڑا شرمیلا اور خلوت پسند تھا۔ پانچ سال یہاں تعلیم پائی۔ جب اس کی عمر پندرہ سال کی ہوئی تو فوجی مدرسہ میں داخل کیا گیا وہاں ایک سال بعد امتحان ہوا یہ پاس ہو گیا ممتحن نے اس کے لیے لکھا۔

یہ نوجوان اپنے اعلیٰ اور بلند اخلاق اور عمدہ اوصاف کی بدولت
کارسیکا کا باشندہ ہونے کے باوجود بھی دنیا میں شہرت حاصل کر لیگا

۱۷۸۵ء میں گولہ انداز فوج کا سیکنڈ لفٹیننٹ مقرر کر دیا گیا اس کے کچھ دن بعد نپولین کو بیلنز میں بدامنی روکنے حکومت نے بھیجا۔ اس نے اپنی حسن تدبیر سے

سلطان محمود ثانی

نام ونسب	محمود ثانی ابن سلطان عبدالحمید اوّل
ولادت	محمود ثانی کی ولادت ۱۲۰۰ھ میں ہوئی۔
تخت نشینی	سلطان محمود ثانی ۱۲۲۳ھ میں سریر آرائے سلطنت عثمانیہ ہوا۔

(بسلسلہ صفحہ گزشتہ) بلاخون خرابہ کے امن قائم کردیا یہیں اس سے ایک عورت سے تعلق ہوگیا، مگر کچھ عرصہ بعد دوسری جگہ امن کے لیے جانا پڑا۔ یہ عورت اس سے چھٹ گئی۔ اس کی تنخواہ کم تھی اپنی ماں کی خدمت نہ کرسکا اور اس کا خود حال خستہ تھا۔ جنیوا کی ایک امیر زادی نے اس کی مالی مدد کی۔ اس زمانہ میں شاہ پارٹی سے انقلابی پارٹی ریپلکن پارٹی کا مقابلہ ہوا نپولین انقلابی جماعت میں شریک ہوگیا ۱۷۹۱ء میں چھٹی لے کر اپنے گاؤں چلا گیا۔ یہاں لکھنے پڑھنے میں مشغول رہا اور اس کو بڑا بننے کا خیال پیدا ہوا اس نے کارسیکا کے بہادر اور نامور لوگوں کے حالات میں ایک کتاب لکھی اور اپنے اہل وطن کو بتایا کہ ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔

نپولین نے اپنی قوت تقریر کو بڑھانے کے لیے ایک انجمن بنائی اس کے ممبر تقریریں کیا کرتے، تھوڑے عرصہ میں اس کی تقریر ولولہ انگیز اور جوشیلے الفاظ پر مشتمل ہونے لگی ایک دن فرانس کے خلاف اس نے تقریر کی اور اہل کارسیکا پر ظلم کرنے کا الزام لگایا ایک شخص نے جو اس سے حسد کرتا تھا،

(بقیہ صفحہ ۱۶۶)

صدر اعظم | علمدار مصطفیٰ کو صدر اعظم کے عہدہ پر سرفراز کیا

وقائع | سلطان نے عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی پہلا کام یہ کرنا چاہا کہ سلطان سلیم کی فوجی اصلاحات کو دوبارہ جاری کرے انکشاریہ نے بغاوت کر کے صدر اعظم کو قتل کر دیا اور چاہا کہ محمود کو معزول کر کے پھر مصطفیٰ کو تخت پر لایا جائے لیکن سلطان محمود نے مصطفیٰ کو قتل کرا دیا

(بسلسلہ صفحہ گزشتہ) مخبری کر دی، نپولین پکڑ لیا گیا۔ مقدمہ چلا مگر پورا ثبوت نہ مل سکا۔ باعزت بری کر دیا گیا۔ رہا ہونے کے دو تین ہفتہ بعد نپولین پیرس میں رہا اس جگہ فرانس کے بڑے لوگوں سے ملا اور اہل علم کی صحبت اٹھائی اور لائبریریوں میں وقت گزارا جس سے اس کی علمیت اور قابلیت میں اضافہ ہی ہوا اس زمانے (۲۰ جون ۱۷۹۲ء) میں فرانس میں گڑبڑ مچ گئی عوام نے شاہی محل پر حملہ بول دیا اور شاہی خاندان کے لوگوں کو بری طرح بے عزت کر کے نکال باہر کیا اور ان کے حمایتیوں کو قتل کر دیا نپولین کو یہ طریقہ پسند نہ ہوا اس نے مخالفت کی مگر اس کا کوئی ہمنوا نہ ہو ۱۷۹۳ء میں نپولین کارسیکا چلا آیا۔ کچھ عرصہ بعد سارڈینیا جانا پڑا اس وقت فرانس میں حکومت کے خلاف آگ زوروں پر تھی بادشاہ اور ملکہ قتل کر دیے گئے تھے۔ پاؤلی جو کہ گورنر سارڈینیا کا تھا اس نے نپولین کو بلا بھیجا اور کہا اس موقعہ پر سارڈینیا انگریز کے حوالے کر دیا جائے تم میری مدد کرو۔ نپولین نے صاف انکار کر دیا، مگر گورنر کامیاب ہو انگریز قابض ہو گئے۔ مگر قبضہ زیادہ دن نہ رہ سکا، فرانسیسیوں نے مار بھگایا ابھی اس واقعہ کو کچھ دن گزرے تھے کہ پھر فرانس میں بغاوت ہو گئی۔ برطانیہ اور اسپین مل کر فرانس کے مقبوضات پر قبضہ کرنا چاہا۔ بندرگاہ تولان لے لی۔ حکومت فرانس نے جنرل کارٹو کو بھیجی وہ نااہل نکلا، پھر ڈگا میر گیا اس نے بھی منہ کی کھائی نپولین تولان کو فتح کرنے کے لیے بھیجا گیا۔ ۱۵۔ دسمبر ۱۷۹۳ء کو اس نے حملہ بول دیا۔ مقابلہ زبر

جب انگلستان کو علم ہوا تو اس شرط پر محمود کو باقی رکھا کہ اصلاحات نافذ نہ کرے ان واقعات سے فائدہ اُٹھا کر خرس روس نے عہد نامہ کی تجدید کرنی چاہی، لیکن شرائط [redacted] تھیں جن کو باب عالی نے منظور نہیں کیا اس بنا پر روس نے لشکر کشی کی اور اس کی فوجیں حدود عثمانیہ میں بلغاریہ تک آ گئیں۔ ترکوں نے وقت کی نزاکت کا لحاظ کر کے قلعہ اے بندر، کیلی، خوتین اور آق کرمان وغیرہ روس کو دے کر صلح کر لی۔ اور دریائے پروت دونوں سلطنتوں کے درمیان حد فاصل قرار پائی۔

(بسلسلہ صفحہ گزشتہ) ہوا، دشمنوں کے جہاز فرانسیسیوں نے ڈبو دیئے۔ انگریز بھاگ نکلے نپولین کامیاب رہا۔

۱۷۹۶ء میں نپولین بریگیڈیر جنرل بنا دیا گیا۔ اس نے اٹلی، آسٹریا اور سارڈینیا کی متفقہ فوج سے مقابلہ کیا اس میں بھی جیت اس کی رہی مگر حکومت نے انعام دینے کے بجائے جھوٹی شکایتوں پر اس کو جیل بھیج دیا۔ آخر کار وہ اپنے ایک دوست جیبنی کی مدد سے رہا ہوا اس نے یہ رنگ دیکھ کر حکومت سے قطع تعلق کر لیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ماں بیٹے بھوکے مرنے لگے۔ حکومت میں پھر گڑبڑ مچی پھر نپولین بلائے گئے اور اعزاز بڑھا۔ پھر آسٹریا پر حملہ کرنے کے لیے اس کو کمانڈر مقرر کیا گیا۔ پھر حالت درست ہو گئی آرام سے گزرنے لگی اس زمانے میں فرانس میں قحط پڑا، اس نے گھر گھر پھر کر چندہ کیا اور لاکھوں انسانوں کو موت کے منہ سے بچایا۔

۱۷۹۶ء میں جوزیفائن سے نپولین کے تعلقات ہو گئے اور شادی ہو گئی۔ غرضکہ اس نے اٹلی، آسٹریا، سارڈینیا پر دھاک بٹھا دی۔ انگریز بھی اس سے خوف کھانے لگے۔ نپولین کی مسلسل کامیابیوں اور فتوحات سے متاثر ہو کر عوام

خانہ جنگی ترکوں سے نصرانی حکومتیں برسرپیکار تھیں کہ نجد سے ایک فتنہ اٹھ کھڑا ہوا ترکوں نے عرب میں کوئی اصلاح کا کام نہیں کیا نہ ان کی تعلیم کا انتظام تھا اور نہ ان کی اقتصادی حالت درست کی البتہ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ ایک معقول رقم بھیج دیا کرتے جو قبائل میں تقسیم ہو جایا کرتی۔ عرب میں سب سے بدتر حالت نجد کی تھی یہاں تو دور جاہلیت

(بسلسلہ صفحہ گزشتہ) کی خواہش ہوئی کہ نپولین کو شہنشاہ فرانس بنایا جائے مگر ارباب حکومت اس سے جلنے لگے اور اپنے راستے سے ہٹانے کے لیے اس کو مصر فتح کرنے بھیج دیا۔ ۹۔ مئی ۱۷۹۸ء کو مصر پر اپنا بحری بیڑہ لے کر پہنچا، راہ میں مالٹا پر بھی قبضہ کیا۔ اس کے بعد اسکندریہ فتح کر لیا، پھر قاہرہ گیا وہاں کی فوج تاب مقابلہ نہ لا سکی شہر فتح ہو گیا، مگر انگریزی بیڑہ بھی وہاں پہنچا۔ امیر البحر نلسن سے اور جنرل بریو سے دو دو ہاتھ ہوئے جس میں فرانس کو شکست ہوئی۔ میدان نلسن کے ہاتھ رہا نپولین کو اس واقعہ سے بہت افسوس ہوا۔

۱۷۹۹ء میں سیریا کی فوجوں نے مصر کے علاقہ پر حملہ کر دیا۔ ان سے جا کر مقابلہ کیا وہ شکست کھا گئے، پھر قاہرہ لوٹ کر ۲۲ اگست ۱۷۹۹ء کو فرانس روانہ ہو گیا۔ اور ۱۷۔ اکتوبر ۱۷۹۹ء کو پیرس پہنچ گیا۔ اہل فرانس نے بڑا شاہانہ استقبال کیا۔ فرانس میں کچھ دن آرام کرنے کے بعد نپولین نے حکومت کے منتشر شیرازہ کو یکجا کیا اور انتظام درست کرنے لگا۔ پھر یورپ کی دوسری سلطنتیں اس کے مقابل آئیں اور شکست کھا گئیں آخر ش حکومت فرانس نے ۱۸۔ مئی ۱۸۰۴ء کو نپولین کو شہنشاہ بنانے کا فیصلہ کیا ۲۔ دسمبر ۱۸۰۴ء کو پوپ نے اٹلی سے آ کر نپولین کے سر پر شاہی تاج پہنایا نپولین کی انتہائی کوشش رہی .... کہ یورپ میں جنگ نہ ہو صلح و امن رہے۔ مگر مغربی دول باہم ٹکراتی رہیں۔ (بقیہ بر صفحہ ۱۶۹)

پھر تازہ ہوگیا تھا اور وہاں کے رہنے والے بالعموم شرک و بدعت او دین کے نام سے خرافات میں مبتلا تھے بارھویں صدی میں شیخ محمد بن عبدالوہاب نے نجد میں دینی اصلاح کی کوشش کی۔ اور باشندوں کو قرآن و سنت کا تابع

(بسلسلہ صفحہ گزشتہ) نپولین کو پے درپے فتوحات سے یہ گمان ہوگیا تھا کہ وہ ہر ملک پر چڑھائی کر سکتا ہے سو وہ ترکوں کے مقابلہ میں روس سے ساز باز کر رہا تھا کہ باہم ترکی علاقہ تقسیم کرلیں۔ مگر یہ نوبت تو نہ آئی روس سے خود بھڑ بیٹھا روسی فوجیں اس کے آگے آگے بھاگتی چلی گئیں اور یہ ان کے پیچھے فاتحانہ انداز میں بڑھ رہا تھا روسی جس شہر کو چھوڑتے آگ لگا دیتے آخر بش وہ اپنے خوبصورت شہر ماسکو کو بھی نذر آتش کر چکے۔ نپولین کی فوجیں بہت دور نکل آئی تھیں ان کے پاس سامان رسد کی کمی ہونے لگی۔ منزلوں کے طے کرنے سے تھکاوٹ اور خوراک کی کمی کی وجہ سے جی چھوڑ بیٹھی۔ سردی کا موسم سر پر آگیا تو ان کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ الغرض آیا تو نپولین نے فوجوں کو واپسی کا حکم دے دیا۔ یہاں کے حالات سے فرانس میں اس کے خلاف آوازیں اٹھ رہی تھیں یہ رنگ دیکھ کر یورپ کے بادشاہوں اور بڑے بڑے لوگوں نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ نپولین کو تخت سے اتار کر جزیرہ ایلبا میں نظر بند کر دیا جائے اور فرانس کے تخت پر ایک اور بادشاہ بٹھا دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ مگر دس مہینے نہیں گزرے تھے کہ نپولین تھوڑی سی فوج لے کر چپکے سے پھر فرانس آگیا پھر اہل فرانس نے اس کو بادشاہ بنا لیا۔ مگر انگریزاد جرمن اور بلجیم کی فوجوں نے مل کر واٹرلو کے میدان پر ۱۸۱۵ء میں نپولین کو شکست دی۔ یہ لوٹا تو اسے جلا وطن کر کے سینٹ ہلینا کے جزیرے میں بھیج دیا گیا۔ جہاں وہ بیمار ہوگیا اور آخر ۱۸۲۱ء میں انتقال کر گیا۔ نعش فرانس میں لا کر دفن کی گئی۔

نپولین عزم و ارادہ کا پکا اور بلند ہمت فاتح تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ انسان

اور سلف صالح کا پیرو بنانا چاہا اور ان میں علوم دینیہ کی اشاعت کی جس کی وجہ سے اہل نجد نے اپنی حالت درست کر کے ترقی شروع کی۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی

سنہ ۱۶۹۱ء میں مقام آینہ قریب نجد ایک شخص محمد بن عبدالوہاب نامی پیدا ہوا جس نے اول اپنے باپ سے علوم عربیہ کی تحصیل کی پھر مدینہ جا کر تحصیل علوم منقولات شیخ عبداللہ بن ابراہیم مدنی سے کی۔ دینی فضیلت حاصل کر کے مراجعت وطن کی اور عُیینہ میں پہنچ کر سلسلہ درس و تدریس اور تبلیغ کا شروع کر دیا۔[1] گرد و نواح کے لوگ عقیدتمند ہو گئے کچھ عرصہ میں ایک وسیع حلقہ قائم ہو گیا۔ اس شخص کی تعلیم توحید باری کی تھی رفتہ رفتہ امیر محمد ابن مسعود رئیس درعیہ جو عرب قبائل کے سب سے بڑے امیر بھی تھے اس کے حلقہ اثر میں آ گئے۔ اور اس کے اس راسخ العقیدہ مرید نے سنہ ۱۷۰۰ء تک علاقہ ریاض کے گرد و نواح میں تمام عرب قبائل کو اپنا اور اپنے شیخ محمد بن عبدالوہاب کا مطیع و منقاد بنا لیا تمام بادیہ نشینان نجد اس کی قوت و شوکت اوصاف حمیدہ اور حمیت اسلامی کا دم بھرنے لگے۔[2] چنانچہ شیخ کا اور سعود کا

(بسلسلہ صفحہ گزشتہ) ہمت کرے تو دنیا میں کوئی کام مشکل نہیں۔ ناممکن کا لفظ احمقوں کی لغت میں پایا جاتا ہے۔ بہادر مصیبتوں سے نہیں گھبراتے۔

[1] عنوان المجد فی تاریخ نجد ص ۱۰۔ [2] روضۃ الافکار۔ ص ۲۲

۱۷۶۵ء میں انتقال ہوا تو اس کا لڑکا عبدالعزیز جانشین ہوا وہ بہادر تھا اُس نے جب کثرت سے عرب اس کے ساتھ ہو گئے تو بلادِ عراق پر چھاپے مارنے شروع کر دیے۔ اس کا ولی عہد امیر مسعود تھا اس کا ارادہ تھا کہ ترکی حکومت کو فتح کرلے چنانچہ امیر مسعود ایک زبردست لشکر تیس۳۰ ہزار کا لے کر نجف اشرف اور کربلائے معلیٰ کی طرف ۱۲۱۶ھ میں بڑھا اور مقامی حکومت کی خفیف مزاحمت کو شکست دے کر عتبات عالیات کے خزانہ کو لوٹ لیا۔ ۱۸۰۳ء میں غازی عبدالعزیز کو ایک ایرانی نے قتل کر دیا۔

حملہ مکہ معظمہ ۱۸۰۶ء میں امیر مسعود نے مکہ معظمہ کی طرف پیش قدمی کی اور مٹھی بھر ترکی فوج کو خطرے میں نہ لا کر مکہ معظمہ پر حملہ کر دیا، اور بزور شمشیر مکہ میں داخل ہو گیا[۱]

اس وقت شریف یہاں کا غالب پاشا تھا اس نے ہتھیار ڈال دیے۔ پھر یہ نجدی لشکر مدینہ پہنچا اور اس کو بھی فتح کر لیا اور تمام خزانہ لوٹا اور روضۂ مبارک پر جو طلائی پتر چڑھا تھا وہ بھی اتروا لیا، یہ سب کام کتاب وسنت کے نام سے انجام دیے گئے۔

غرضکہ یہ امرائے نجد بجز حضرموت اور یمن کے ایک قلیل عرصہ میں سارے عرب پر قابض ہو گئے۔ ان کی اس بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر باب عالی کے حکم سے سلیمان پاشا والی عراق نے ۱۲۱۳ھ

---

[۱] حاضر العالم الاسلامی ۔ ڈکشنری آف اسلام صفحہ ۶۶۰

میں لشکر کشی کی لیکن احسار سے پہلے ہی معرکہ میں اس کو واپس آنا پڑا اس کے بعد[1] سعود بن عبد العزیز نے کربلا سے لے کر حلب تک زیر نگیں کر لیا۔ پھر سنہ ۱۲۲۴ھ میں چھ ہزار فوج لے کر شام پر حملہ آور ہوا۔ اور حوران وغیرہ پر قبضہ کرتا ہوا دمشق تک پہنچ گیا وہاں کے والی یوسف پاشا گنج نے وعدہ کیا کہ اس کی خاندان کی عورت سے شادی کر لونگا اس لیے مسعود اس کو چھوڑ کر واپس ہو گیا۔

سلطان محمود نے نجدیوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کے لیے۔ علی پاشا والی عراق عبداللہ پاشا والی شام اور شریف پاشا سپہدار جدہ تینوں کو حکم دیا کہ عربوں اور کردوں کا لشکر[2] ہمراہ لے کر نجد پر حملہ کر دیں۔ لیکن اس درمیان میں کردستان میں بغاوت ہو گئی جس کی وجہ سے یہ منصوبہ پورا نہ ہو سکا ادھر سے ناکامیابی دیکھ کر باب عالی نے محمد علی پاشا والی مصر کو حرمین شریفین کی ولایت کا فرمان دے کر نجدیوں کے استیصال کے لیے مامور کیا۔

مصری و نجدی آویزش

سنہ ۱۲۲۶ھ میں محمد علی پاشا نے پہلے اپنے بیٹے طوسون پاشا کو نجد کی مہم پر بھیجا۔ پھر خود بھی فوجیں لے کر آیا مگر جب تک امیر سعود بن عبد العزیز زندہ رہا اس وقت تک کوئی کامیابی نہ ہو سکی سنہ ۱۲۲۹ھ میں جب سعود مر گیا[3] اور اس کا بیٹا عبداللہ اس کی جگہ امیر نجد ہوا۔ اس وقت بعض امرائے قبائل

[1] خلاصۃ الکلام صفحہ ۲۹۶ [2] البدر الطالع ۲۶۳۱۱ و عنوان المجد صفحہ ۱۷۶۔

محمد علی پاشا کی زرپاشی سے امیر نجد سے کٹ گئے اور مصریوں سے میل کرلیا۔ محمد علی پاشا نے اپنے بیٹے ابراہیم پاشا کو پوری قوت کے ساتھ نجد کی طرف بھیجا۔ مقام مادیہ میں نجدیوں نے مصری توپوں کے مقابلہ میں شکست کھائی اور عبداللہ بن مسعود اپنے مرکز درعیہ میں آکر قلعہ گیر ہوگیا۔ ابراہیم پاشا نے محاصرہ کیا سخت مقابلوں کے بعد آخر کار نجدیوں کو شہر کا دروازہ کھولنا پڑا۔ ابراہیم پاشا نے عبداللہ اور اس کے کاتب وخزینہ دار کو مصر بھیج دیا جہاں سے وہ قسطنطنیہ بھیج دیے گئے۔ سلطان محمود نے ان کو ایا صوفیہ کے میدان میں ۱۲۳۴ھ میں قتل کرادیا۔ اسی سال ابراہیم پاشا نے محمد علی پاشا کے حکم سے شہر درعیہ کو ۱۲۳۳ھ میں تباہ وبرباد کردیا۔ ہزارہا مسلمان وہاں کے خانہ ویران ہوگئے[1]

یونان یونان کا والی علی پاشا پُرسطوت اور بااثر حاکم تھا جس سے سارا یونان لرزتا تھا۔ یونانی استقلال کے متمنی تھے، مگر اس کے جبروت سے آواز بلند نہ کرسکتے تھے۔ روس جو یونان کا پشت پناہ تھا وہ علی پاشا کا دشمن تھا۔ سلطان کے مقربین سے خالت آفندی علی پاشا کا مخالف تھا اس نے بہکا کر سلطان کو اس سے بدظن کردیا اس نے اس کو معزول کرنا چاہا، علی پاشا نے بغاوت کردی سلطان نے خورشید پاشا کو مع فوج کے بھیجا دو سال مقابلہ رہا جس میں علی پاشا کام آیا یونانی اپنے استقلال

---

[1] عنوان المجد ۱-۲۱۳

کا دعویٰ لے کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور چند قلعوں پر قبضہ بھی کر لیا۔ باب عالی نے ابراہیم پاشا مصری کو فوج دے کر بھیجا اس نے جا کر یونانیوں کی اچھی طرح گوشمالی کر دی۔

انکشاریہ کا خاتمہ نجد و یونان کی مہمات سے فارغ ہو کر سلطان محمود نے جدید اصلاحات کرنا چاہیں، انکشاریہ خود سر تھے اُنہوں نے بغاوت کر دی باب عالی اور وزراء کے دولتکدوں کو گھیر لیا محمود نے مجبور ہو کر لوائے نبوی خزانہ شاہی سے نکالا مسلمان جوق جوق اس کے سایہ میں آ کر جمع ہوئے اور انکشاریوں پر ٹوٹ پڑے۔ محمد پاشا اور آغا حسین انکشاریہ کی قیادت کر رہے تھے اور جوانی کے میدان میں انکشاریہ کو جمع کیے ہوئے تھے۔ سب گھر کر مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے اس کے بعد جملہ صوبہ جات عثمانی میں ان کے انخارج کے احکام بھیج دیے گئے تین سو برس بعد انکشاریہ اپنے کرتوتوں سے تباہی کی راہ گئے۔

یونان کی آزادی فرانس کے انقلاب کے اثر سے یورپ کے ہر حصہ میں آزادی کے خیالات پیدا ہوئے، یونانیوں نے بھی جو دولت عثمانیہ کے تابع تھے اپنی آزادی کے لیے انجمنیں قائم کیں ترکی حکام کے ڈر سے روس اور اسٹریا میں اس کے مرکز قائم کیے گئے اور وہاں سے یونان میں آزادی کا پروپگنڈا کرتے رہتے۔ ہر یونانی آزادی کے لیے بیتاب ہو گیا۔ سلطان محمود نے ملک میں اصلاحات شروع کیں اس وقت یونانیوں نے انگلستان، فرانس اور روس کی امداد سے اپنی آزادی

280
174
106

کا مطالبہ کیا باب عالی نے منظور نہ کیا جس پر یونانی سرکفِ میدانِ عمل میں آ گئے اور انہوں نے جزیرہ "ساقز" کے متصل سارے ترکی جہاز جو لنگر انداز تھے غرق کر دیے جن میں تین ہزار ترک تھے وہ سب شہید ہوئے پھر روس نے یونان کے استقلال کی معاونت کے لیے حدودِ عثمانی میں لشکر کشی کر دی دوسری طرف سے فرانس کی فوجیں موره میں آ کر قلعوں میں داخل ہو گئیں اب ترکی حکومت کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا کہ یونان کے استقلال کو قبول کر لے مگر یہ شرط اس کے ساتھ تھی کہ یونان پانچ لاکھ قرش سالانہ خراج دولت عثمانیہ کو ادا کرتا رہیگا یونانیوں نے اسے منظور کر لیا۔ اس طرح روس کی دست اندازی سے ترکوں نے مجبوری درجہ یونان کو آزاد کیا۔

الجزائر پر فرانس کا قبضہ فرانس کی نگاہ عرصہ سے ترکی مقبوضہ الجزائر پر تھی۔ اس وقت ترک بہت کمزور ہو چکے تھے۔ دول یورپ سے مقابلہ کی طاقت نہ تھی سنہ ۱۲۴۶ھ میں الجزائر پر فرانس نے قبضہ کر لیا۔ دولت عثمانیہ کچھ نہ کر سکی۔ البتہ حزب وطنی کے قائد سید عبد القادر کی قیادت میں جزائری سترہ سال تک فرانس سے مقابلہ کرتے رہے۔ آخر ش مجبور ہو گئے اور غلامی کا حلقہ آویزہ گوش لیا۔

سربیا سنہ ۱۸۲۸ھ میں روس نے سربیا کی حمایت میں ترکوں سے پھر جنگ چھیڑ دی اور اس کی افواج بخارسٹ سے گزرتی ہوئی ادرنہ تک پہنچ گئیں۔ جس کے بعد قسطنطنیہ خطرہ میں تھا۔ روس کے

بڑھتے ہوئے اقتدار کو دیکھ کر دول یورپ نے ہر دو میں صلح کرادی۔ سربیا کی حکومت کے لیے بارہ مندوبین کی ایک جماعت منتخب کردی گئی اور بلاد چرکس معہ اس پار کے قلعوں کے روس کو مل گئے۔

مصر کی آزادی محمد علی پاشا مصر کا مستقل حکمران بننا چاہتا تھا چنانچہ اس نے جدید طریقہ سے نظامی افواج مرتب کیں اور بحری قوت بھی بڑھالی۔ اس کے بعد اپنے بیٹے ابراہیم پاشا کو فتح شام کے لیے روانہ کیا۔ اس نے ہر جگہ ترکی افواج کو شکست دی اور عکا تک پہنچ گیا، اس کو بھی فتح کرلیا۔ سلطان محمود نے آغا حسین کی قیادت میں تیس ہزار فوج بھیجی ابراہیم پاشا نے آغا کو مقابلہ پر شکست فاش دی اور ابراہیم بڑھتا ہوا کوتاہیہ تک پہنچ گیا وہاں رشید پاشا مقابلے کے لیے آیا مگر اس نے بھی ہزیمت اٹھائی ابراہیم پاشا نے آگے بڑھ کر کوتاہیہ پر قبضہ جمایا۔ دولت علیہ نے اپنے دشمن روس سے امداد طلب کی اور اس کے عوض میں بروقت ضرورت اس کے جہازوں کو دردانیال سے گزرنے کا حق دیا۔ چنانچہ روسی افواج ترکوں کے دوش بدوش ابراہیم پاشا سے معرکہ آرا ہوئیں جس میں ابراہیم کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ آخر میں اس بات پر صلح ہوئی کہ مصر، صیدا، شام اور حلب پر محمد علی پاشا والی رہے اور جزیرہ کریٹ کی ولایت ابراہیم پاشا کو عطا کی گئی۔

وفات ۱۲۵۵ھ میں سلطان محمود نے آستانہ میں وفات پائی

کارگزاری سلطان محمود اپنے پیش رووں سے زیادہ ترقی کا دلدادہ

تھا نیک کردار اور ہمدردی طبیعت میں بہت تھی اور اس میں بڑی مردانگی بھی، مگر وزرا اس کی مرضی کے موافق نہ تھے۔ مگر حتی الوسع اس نے سلطنت کو بچانے کی ان تھک سعی کی۔ عدل و انصاف کی وجہ سے اس کا لقب عدلی تھا۔ مغربی لباس اور طربوش کا رواج بھی سلطان نے جاری کیا۔ ہر قوم و ملت کے لوگ ایک سا لباس پہننے لگے، کوئی امتیاز نہ تھا، مسجد اور گرجے میں داخلہ کے وقت پتہ چلتا تھا۔ اور بڑا فتنہ انکشاریہ کا تھا ان کا خاتمہ کر کے سلاطین کے وقار کو بچالیا۔ سلاطین عثمانیہ میں وقت کے تقاضے سے اس نے یورپین لباس جاری کیا اور ترکوں کے اخلاق معاشرت میں تہذیب شروع کی۔ تعصبات مذہبی کو اس نے ختم کیا۔ مختلف مذہب کی رعایا کو اجازت دی کہ مطابق اپنے مذہب کے اپنی اپنی رسومات مذہبی ادا کریں خود عیسائی گرجاؤں کی جو اس کے ملک میں تھے مرمت کرادی۔

رفاہ عام سلطان نے رفاہ عام کے کاموں میں ایک لاکھ پیاسٹر بانٹے تو یونان اور آرمنی چرچوں کو بھی برابر کا حصہ دیا۔

تعلیم کی ترقی قلمرو عثمانیہ میں مدارس کھولے اور کل مذہب کے لوگوں یہودی عیسائی، مسلمان سب کو برابر بلا تعصب تعلیم دینی شروع کی اس شہنشاہ کے عہد میں ترکی زبان میں اخبار شروع ہوا۔ جو ۵۔ نومبر ۱۸۳۶ء کو پہلا اخبار چھپا جس کا نام "تقویم وقائع" رکھا گیا۔ شفاخانہ قائم کیا۔ جہاں ٹیکے کا رواج جاری کیا۔ میڈیکل کالج قائم کیا۔ جہاں سرجری کی تعلیم پر زیادہ

توجہ تھی۔

غلامی کے رواج کا انسداد

۱۸۳۰ء میں سلطان نے غلامی کے رواج کو جو محض خلاف شرع جاری تھا موقوف کیا اور حکماً بردہ فروشی ممنوع قرار دی۔

سلطان عبدالمجید اوّل

نام و نسب عبدالمجید ابن سلطان محمود عثمانی

تخت سلطنت سلطان کے انتقال کے بعد عبدالمجید ۱۲۵۵ھ میں تخت نشین ہوا۔

وقائع سلطان نے عنان حکومت ہاتھ میں لے کر مصر کے معاملات کی طرف توجہ کی کیونکہ محمد علی پاشا مستقل مصر کا حکمران ہونے کے بعد بھی برابر اپنی فوجی قوت بڑھا رہا تھا۔ سلطان نے حافظ پاشا کی قیادت میں ایک فوج بھیجی تھی کہ اس کی جنگی تیاریوں کو روکے مگر ابراہیم پاشا نے مقابلہ پر آکر اس کو شکست دے دی۔

سلطان نے یہ رنگ دیکھ کر اپنے سفیر رشید پاشا کے ذریعہ انگلستان۔ پروشیا اور روس کو ملا لیا، جس سے ترکی قوت بڑھ گئی اور محمد علی پاشا کی ولایت مصر پر محدود کردی گئی۔ مگر یہ فرمان جاری کیا کہ محمد علی پاشا خدیو کے لقب سے ملقب کیے جائیں اور یہ خطاب نسلاً

بعد نسل رہیگا۔

اصلاحات سلطان نے قلمروِ عثمانی میں اعلان کیا کہ جملہ رعایا خواہ وہ کسی مذہب وملت وکسی قوم کی ہو ہر قسم کے قانونی حقوق اس کے محفوظ ہیں۔ اور پوری قوت کے ساتھ اس کی تنفیذ کی۔ اور زبردستوں اور جابروں کے ظلم وتعدی کو کمزوروں پر روک دیا۔ اس کے ساتھ بری اور بحری فوجوں کی تنظیم شروع کی۔ سلطان نے عدالتوں کے لئے قوانین بنائے اور فرانس کے طریقہ پر تمام انتظام سلطنت قائم کیا۔

خرس روس جس کا وتیرہ ہمیشہ یہ رہا ہے کہ دولت علیہ کو اصلاح کی مہلت نہ لینے دے۔ چنانچہ اس دشمن اسلام نے بلا اعلان جنگ اپنی فوجیں ڈانیا بھیج دیں اور سینوپ میں عثمانی جہازوں کو غرق کر دیا۔ دولت علیہ نے فرانس اور اطالیہ کو شریک کرکے روس سے دو دو ہاتھ کیے اور روس کے جنگی جہازوں کو جلا دیا۔ اور پھر سباسٹوپول میں روس کو شکست فاش دی جس کے بعد پیرس میں مجلس معاہدہ منعقد ہوئی اور دول یورپ نے سباسٹوپول روس کو اور اناطولیہ میں قلعہ قرص روس سے لے کر دولت عثمانیہ کو دیا گیا، اور باتفاق دول اربعہ درِ دانیال جملہ اقوام کے جنگی جہازوں کے لیے بند کر دیا گیا۔ حسن اتفاق سے اس معاہدہ میں دولت عثمانیہ ایک متمدن مغربی سلطنت تسلیم کی گئی۔

دروز جبل لبنان میں دروزیوں اور عیسائیوں میں جھگڑا ہو گیا، یورپ

حمایت نصاریٰ میں آکودے۔ فرانس کی فوجیں حدودِ عثمانیہ میں آگئیں مگر فواد پاشا کو بھیج کر اس فتنہ کو فرو کیا۔ آخر میں یہ طے ہوا کہ ایک درروزی اور ایک مارونی اپنی اپنی جماعتوں کی نمائندگی کے لیے نامزد کیے جائیں

وفات سلطان عبدالمجید نے بعمر چالیس سال ۱۲۷۷ھ میں قضا کی۔ دیندار اور باحمیت سلطان تھا۔

آثار مدینہ منورہ میں سلطان کی اکثر یادگاریں ہیں۔

صدر اعظم سلطان عبدالمجید کو خوش قسمتی سے رشید پاشا نہایت لائق اور جامع جمیع صفات وزیر ہاتھ آیا تھا۔ اس نے سلطان کے حسب منشا ترکوں کے تمام لغو اور بیہودہ تعصبات کو جن کو انہوں نے غلط دینداری کے رنگ میں رنگا تھا ان کی تردید کی، اور اہلِ یورپ سے جو اچھی باتیں تھیں وہ اخذ کیں اور ان کو مروج کیا۔ اس نے "ہیئت شریف" کے نام سے قوم کے لیے دستور العمل بنایا اور اس کو تمام قلمرو عثمانیہ میں شائع کیا۔ ۳۰۔ نومبر ۱۸۴۲ء کو سلطان کے دربار میں جس میں علماء و عمائد ملک شریک تھے ہیئت شریف پڑھا گیا اور اہل دربار سے منظور کرایا۔

سلطان عبدالعزیز

نام ونسب | عبدالعزیز ابن سلطان محمود ثانی

ولادت | ولادت سلطان کی ۱۲۴۵ھ میں ہوئی

تخت نشینی | سلطان عبدالمجید کے انتقال پر عبدالعزیز جس کی عمر ۳۲ بتیس سال کی تھی تخت نشین ہوا۔

نظم مملکت | سلطان نے عنان حکمرانی ہاتھ میں لے کر سب سے پہلے داخلی اصلاحات کی طرف توجہ کی ملک کو جدید صوبوں میں تقسیم کیا۔ ایک مجلس شوریٰ قائم کی فوج کی تنظیم کی اور اس کو باقاعدہ بنایا اور بحری بیڑہ کو اس قدر ترقی دی کہ وہ دنیا میں دوسرے درجہ کی بحری طاقت سمجھا جانے لگا۔ دول یورپ کی نگاہیں بھی اس کی طرف اٹھنے لگیں۔

صدر اعظم | عالی پاشا عالی دماغ اور بڑا سیاست داں تھا۔ کریٹ اور قرہ طاغ میں اجانب کی بغاوتیں رونما ہوئیں مگر صدر اعظم کی حسن تدبیر سے آگے نہ بڑھیں بہت دب گئیں۔ صدر اعظم نے انگریزی تعلیم انگلستان میں پائی تھی۔ دول یورپ سے سلطان کے تعلقات اس نے قائم کرائے

سفر یورپ | سلطان روشن خیال تھا اپنے ملک کو یورپین ممالک

کی مانند بنانا چاہتا تھا۔ اس نے خود یورپ کی سیر کا ارادہ کیا پہلے مصر تشریف لے گیا وہاں خدیو نے سلطان کے شایاں استقبال کیا۔ پھر فرانس ۱۸۶۷ء میں سلطان تشریف لے گئے پیرس میں امپرز نپولین نے ساتھ کھلانے اور تمام جلسوں میں شریک رہے۔ وہاں سے لندن گئے، ملکہ وکٹوریہ سے ملاقات ہوئی۔ ملکہ نے سلطان کی بیحد مدارات کی دوران قیام لندن میں سلطان بیوہ لارڈ پالمرسٹن کے گھر تشریف لے گئے لارڈ موصوف نے کریمیا کی لڑائی میں ترکوں کی حمایت کی تھی اور انگلستان سے فوجی امداد پہنچائی تھی۔ چنانچہ لارڈ مر چکے تھے اس لیے سلطان اس کے شوہر کا شکریہ ادا کرنے اس سے گئے تھے۔ یہ تھا سلطان کا اخلاق۔

وزیر ہندوستان سر اسٹافورڈ نارتھ کوٹ نے انڈیا آفس میں سلطان کی دعوت کی وہاں بھی تشریف لے گئے اور انڈیا آفس کو عزت بخشی یہاں سے رخصت ہو کر ویانا گئے پھر آستانہ لوٹ آئے امرائے سلطنت اور شہزادے بھی ہم سفر تھے۔

۱۸۶۸ء میں پرنس آف ویلز ولیعہد ملکہ وکٹوریہ معہ اپنی بیگم کے قسطنطنیہ آئے سلطان کے مہمان ہوئے۔ اس کے بعد امپرس آف فرانس سلطان کے یہاں آئیں پھر امپرر جوزف شہنشاہ اسٹریا سلطان کے مہمان ہوئے سلطان نے اپنے خاص محل میں شہنشاہ کو ٹھہرایا دن رات باہم صحبت رہی۔ سلطان کا نماز پڑھنا اور شہنشاہ آسٹریا کا چرچ میں جانا مسلمان اور عیسائی ہونا بتاتا تھا۔ اس کے سوا کچھ فرق نہ تھا۔

دولِ یورپ کے تعلقات کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان زیادہ اسراف بیجا کرنے لگا۔ اس کی اس فضول خرچی کا اثر ملک کے خزانہ پر پڑا ادھر سلطان نے دول سے قرضہ لے لیا، یہ حکومت پر بڑا بار تھا اس کے سوا مغربی تمدن کی ہوا لگی تو بجائے ملک کی طرف توجہ کرنے کے عیش وعشرت کی طرف راغب ہو گئے۔ صدر اعظم کی یکایک وفات نے اور محمود ندیم پاشا کے صدر اعظم ہونے سے بدنظمی ممالک میں دوبالا ہو گئی۔ پھر کیا تھا رشوت اور غبن کی گرم بازاری شروع ہو گئی عہدے اور مناصب قیمتاً فروخت ہونے لگے اس سے بڑھ کر جا بجا فتنے اور ہنگامے برپا ہو گئے چنانچہ بوسنیا، اور ہرزی گوئنیا میں نصرانیوں نے ہزارہا مسلمان شہید کر دیے مگر سلطان سے کچھ بنائے نہیں بنتی تھی۔

سلطان اس درمیان میں روسی سفیر اگناتیف کے ساتھ ایک معاہدہ کی فکر میں تھا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ روس کا اتحاد بہ نسبت دیگر دول یورپ کے دولت علیہ کے لیے زیادہ مفید ہے۔ اس لیے سفیر مذکور کی باتوں میں آکر سلطان نے بغاوت کی طرف زیادہ توجہ نہ کی یہاں تک کہ وہ جبل اسود سربیا اور بلغاریہ تک بغاوت کی آگ پھیل گئی اور لاکھوں مسلمان سلطان کی غفلت سے شہید کر دیے گئے۔ سلانیک میں ایک بلغاری لڑکی مسلمان ہو گئی جس کو جرمن سفیر نے بہکا دیا تھا وہاں کے مسلمانوں نے سفیر مذکور کو قتل کر ڈالا اس واقعہ پر جرمنی اور اس کے حمایتی فرانس نے اپنے جنگی جہاز حدود سلطنت عثمانیہ

میں بھیج دیے اور سلطان سے قاتلوں اور ذمہ دار حکام کی معزولی کے طالب ہوئے سلطان نے یہ رنگ دیکھ کر ان کے مطالبات پورے کر دیے۔

معزولی سلطان

آستانہ میں اس خبر سے ہیجان پیدا ہو گیا اور علماء و طلباء نے میدان فاتح میں مجتمع ہو کر اجنبی حکومتوں کی مداخلت کے خلاف آواز بلند کی اور محمود ندیم پاشا کی برطرفی کے طالب ہوئے سلطان نے منظور کر لیا۔ مگر اس سے بھی عوام کے جوش ٹھنڈے نہ ہوئے تو صدر اعظم رشدی پاشا، سرعسکر حسین عونی پاشا اور شیخ الاسلام حسن خیر اللہ آفندی نے باہمی مشورے سے یہ طے کیا کہ اب ملک میں امن جب ہی ہو سکتا ہے کہ سلطان عبدالعزیز کو معزول کیا جائے اور مراد خامس کو سلطان بنایا جائے چنانچہ سلیمان پاشا ناظر مکتب حربی نے اپنے طلباء کو لے جا کر قصر کا احاطہ کر لیا اس کے بعد جلوس کی توپیں سر کرنی شروع کیں سلطان متفکر ہوا اور اس نے تخت سلطنت سے علیحدگی منظور کی اور قصر چراغاں چلے گئے۔

وفات

سلطان کو اس واقعہ کا صدمہ بہت ہوا اس نے محل کی لونڈی سے قینچی منگا کر اپنی رگ اکحل کاٹ لی خون اس قدر بہا کہ مر گیا

سُلطان مُرادِ خامس

نام و نسب مراد پسر سلطان عبدالمجید ابن سلطان محمود عثمانی۔

ولادت مراد ۲۵۔ رجب سنہ ۱۲۵۶ھ میں پیدا ہوا۔

تختِ خلافت ۷۔ جمادی الاول سنہ ۱۲۹۳ھ کو مراد سلطان عبدالعزیز کی معزولی کے بعد سریر آرائے تخت خلافت ہوا۔

وقائع سلطان نے عنان حکومت ہاتھ میں لے کر ملقان میں نصرانیوں نے جو فتنے برپا کر رکھے تھے ان کے استیصال کے لیے ایک فوج بسرکردگی امیر العسکر بھیجی جس نے پہنچ کر سرکشوں کی گوشمالی کی اور سربیا کے حکمراں پرنس میلان کو میدان جنگ میں شکست دے کر اس کے سب سے محفوظ مقام کسناخ کو لے لیا جب ترکوں کی فاتحانہ روش کو پرنس میلان نے دیکھا اس کو اپنی موت دکھائی دینے لگی تو اس نے دول یورپ کو بیچ میں ڈال کر مصالحت کی کوشش کی۔ مراد تخت نشین جس روز ہوا اس کے دوسرے دن سلطان عبدالعزیز کے حاجب حسن بک چرکس نے اپنے آقا کے انتقام کے لیے مجلس وکلا میں آکر تپنچہ سے سر عسکر حسین پاشا اور صدر اعظم رشدی پاشا کو گولی کا نشانہ بنایا احمد پاشا وزیر بھی لپیٹ میں تھا مگر اس کی جان بچ گئی گو زخمی ہو گیا۔

سلطان مراد کو مالیخولیہ کا عارضہ تھا وزرا نے تین ماہ تک علاج کرایا

مگر حالت نہ سدھری شیخ الاسلام کی منظوری سے اس کو تخت سے اتار کر عبد الحمید کو بٹھایا۔

وفات معزولی کے بعد مراد قصر چراغاں میں مقیم رہا وہیں ۱۳۲۲ھ میں وفات پائی۔[1]

سلطان عبد الحمید ثانی

نام و نسب عبد الحمید ابن سلطان عبد المجید

تخت سلطنت عبد الحمید اپنے بھائی سلطان مراد کے خلع کے بعد ۱۲۹۳ھ میں سریر آرائے سلطنت ہوا۔

ملک کی حالت قلمروئے عثمانیہ، دول یورپ کی دسیسہ کاریوں کا آماج گاہ بنا ہوا تھا جس سے ملک کی حالت نہایت مضطرب تھی۔ کیونکہ دول یورپ نصاریٰ کی حمایت کے بہانے سے مداخلت کر رہی تھیں۔ انگلستان اور روس بلقان کی ریاستوں کے بعض معاملات کو سلجھانے کے لیے اپنے سفراء کے ذریعہ آستانہ میں موتمر منعقد کیے ہوئے تھے۔

دستور کا اعلان مدحت پاشا اپنے زمانہ میں اعلیٰ سیاسی دماغ رکھتا تھا۔ اس نے وقت کے تقاضے سے حکومت کے لیے دستور بنایا اور سلطان عبد الحمید کو اس کے اعلان کے لیے

---

[1] تاریخ الاتراک العثمانیین از حسین لبیب مصری ص۱۰۵

رضامند کرلیا چنانچہ سلطان نے دربار عام کر کے دستوری حکومت کا اعلان کیا تاکہ مساوات اور حریت عام عطا کرنے سے اجنبی مداخلتوں سے نجات مل سکے اس اعلان سے سلطنت ترکیہ میں جوش و مسرت کی لہر دوڑ گئی مگر اس کا اثر موتمر مذکور پر بڑا پڑا۔

جنگ پلونا

دول یورپ جو مداخلت کر رہی تھیں بلقانی ریاستوں کی آڑ لے کر اس نے اپنے اغراض پورے کرنا چاہے۔ چنانچہ موتمر منعقدہ آستانہ نے ایسی سخت شرطیں پیش کیں جن کا قبول کرنا دولت علیہ کے لیے ممکن نہ تھا۔ اگر منظور کرتے ہیں تباہ ہو جاتے ہیں اس لیے باب عالی نے انکار کر دیا روس نے جل کر لشکر کشی کی اور فوجیں اس کی دریائے ڈینوب سے گزر کر پلونا تک آ گئیں اور غازی عثمان پاشا کو چاروں طرف سے محصور کر لیا۔ جب سامان رسد نہ پہنچ سکا اس وقت بجائے ہتھیار ڈال دینے کے غازی موصوف اپنی ترکی فوج لے کر مقابلہ کے لیے نکلے اور اس بے جگری کے ساتھ لڑتے ہوئے چلے کہ قریب تھا کہ روسی فوجوں کو چیرتے ہوئے باہر آ جائیں لیکن اسی حالت میں بولونیا کی ایک لاکھ تازہ دم فوجیں آ گئیں اور غازی موصوف کے پاؤں میں گولی لگی، گھوڑا بھی زخمی ہو کر گر گیا جس کی وجہ سے غازی موصوف گرفتار ہو گئے غرضکہ روسی فوجیں سین اسٹی فانو تک جو آستانہ کے متصل ایک مقام ہے آ گئیں اس وقت دول یورپ کو خطرہ لاحق ہوا اس نے روس کو آگے بڑھنے سے روک دیا اور وہاں ایک

معاہدہ فریقین میں لکھوا دیا جو معاہدہ سینٹ اسٹیفانو کے نام سے مشہور ہے
اس عہدنامہ میں دریائے طونہ سے لے کر بحیرۂ مرمرہ تک کا علاقہ بلغاریہ کو دیا
گیا تھا جس پر انگلستان اور اسٹریا بگڑ بیٹھے۔ اس وجہ سے برلن میں پرنس
بسمارک کی صدارت میں پھر سفرا و دول کی ایک مؤتمر منعقد ہوئی جس میں
یہ طے پایا۔ اردہان، باطوم، اور قلعہ قارص روس کے حوالے کیے گئے
بلغاریہ ایک جداگانہ ریاست بنا کر باب عالی کے تابع کر دی گئی۔ رومانیا
سربیا اور قراطاغ مستقل ریاستیں قرار دی گئیں۔ اور تسالیا یونان کو دیا
گیا۔ یہ تھی معاہدۂ برلن کی حقیقت سلطان عبدالحمید نے اس معاہدہ کے بعد دستوری حکومت
توڑ دی اور اصلاح پسندوں کو جو دستوری حکومت کے حامی تھے ملک بدر ہونے کا حکم دیدیا۔

انگلستان کے مدبرین نے دیکھا کہ ترکی کے علاقہ سے کچھ اپنے لیے بھی
تو ہونا چاہیے۔ چنانچہ اس نے ترکوں کو روس کا ہوا دکھا کر کہ وہ روز بروز ایک
طرف آستانہ سے، دوسری طرف دریائے دجلہ و فرات کے منبعوں پر قبضہ کر کے
بغداد اور بصرہ سے قریب ہوتا جاتا ہے جس سے ہندوستان کے لیے خطرہ عظیم
ہے۔ چنانچہ باب عالی میں انگلستان نے اپنے سفیر مسٹر لیرڈ کے توسط سے ایک
دفاعی معاہدہ کی خواہش ظاہر کی تاکہ روس کے مشرقی مطامع کو کسی عنوان
روک دیا جائے اور اس کے عوض میں جزیرہ قبرص کی درخواست کی تاکہ وہاں
انگریزی فوجیں رہیں جو وقت ضرورت روس کی پیش قدمی روکنے کے لیے محاذ پر
پہنچ سکیں یہ سلسلہ گفتگو جاری تھا کہ اس درمیان میں صفوت پاشا صدارت
عظمیٰ کے منصب پر فائز ہوا، وہ انگلستان سے میل کر گیا۔ اور اس نے

۳۔ جون ۱۸۸۰ء میں اس معاہدہ کی سلطان سے تکمیل کرا دی انگریز نے اس چال سے بلا لڑے بھڑے قبرص ہتیا لیا۔

انگلستان کے اس کارنامہ سے آگے رہنے کے لیے فرانس نے ٹونس پر قبضہ کرنا چاہا اور بہانہ یہ کیا کہ الجزائر کے قریب کے کسی قبیلے نے حدود فرانس میں دست درازی کی لہذا یہ بڑا جرم تھا اس لیے ضروری ہوا تونس پر الجزائر کے بعد قبضہ کر کے ہر دو خطہ شامل کر لیے جائیں چنانچہ تونس اس طرح ترکوں کے قبضہ سے نکال لیا گیا۔ اور اہل تونس فرانس کی غلامی میں آگئے۔

کوائف مصر

انگریز کی نگاہیں مصر پر عرصہ دراز سے لگی ہوئی تھیں صرف موقع کی تلاش تھی۔ محمد علی پاشا خدیو مصر کے جانشینوں نے مصر میں دول اجنبیہ سے قرض لے کر نہر سویز کھدوائی اور اپنے ملک میں بہت سی اصلاحات بھی کیں جس کی وجہ سے ملک ایک اہم تجارتی مرکز بن گیا مگر قرضہ ادا نہ ہو سکا اور نہ اس کی ادائگی کی سبیل کی گئی آخرش مغربی دول نے صیغہ مال پر اپنی نگرانی جبریہ شروع کر دی اس واقعہ سے نوجوانان مصر میں بیداری کی لہر پیدا ہو گئی اور انہوں نے ایک وطنی جماعت کی تشکیل کر لی۔ جس کی قیادت زعیم ملت اعرابی پاشا نے لے لی۔ اس جماعت نے دول یورپ کے خلاف مظاہرے شروع کر دیے۔ فرانس اور انگلستان نے اس وطنی تحریک کو کچلنے اور دبانے کے لیے اپنے اپنے جنگی بیڑے مصر بھیج دیے اس سے وطنی جماعت میں شورش اور بڑھ گئی انہوں نے مصر میں جو مغربی اقوام رہتی تھیں ان کو تہ تیغ کرنا شروع کیا کیونکہ انہی لوگوں نے ان ہر دو دول سے سازش کر رکھی تھی۔

غرضکہ انگریز نے اسکندریہ پر جہاز کی توپوں کے سایہ میں قبضہ کرلیا اور ایک فوج گراں نہر سویز کے متصل اتاری جو تل کبیر کے نیچے اعرابی پاشا کی جماعتوں سے دو دو ہاتھ کرتی ہوئی قاہرہ میں کامرانی سے داخل ہوئی غرضکہ مصر انگریزوں کے قبضہ و تصرف میں ہوگیا اور بُری طرح انتقاماً مصریوں کو ذبح کیا گیا بچے بوڑھے عورت مرد سب تہ تیغ کیے گئے۔ اس واقعہ نے سوڈانیوں میں اضطراب کی لہر پیدا کردی۔ وہ بھی انگریزوں کے ظلم وستم سے واقف ہوکر ان کے خون کے پیاسے ہوگئے اور سوڈانیوں میں بھی ایک محبانِ وطن کی جماعت تیار ہوگئی اور اس کی قیادت ایک عظیم المرتبت شخصیت احمد نامی نے کی عبادت گزاری سے وہ مہدی سوڈانی مشہور تھا جوق جوق انگریز سے جہاد کے لیے اس کے جھنڈے تلے آجمع ہوئے۔ انگریز نے مصر پر اکتفانہ کیا بلکہ سوڈان پر بھی قبضہ کرنا چاہا اور آگے بڑھے مہدی کی جماعت نے بُری طرح انگریزی فوج کی پٹائی کی اور خرطوم میں پہنچ کر گارڈن پاشا اور اس کے سارے لشکر کو قتل کرڈالا۔ انگریزوں نے دوسری فوج لارڈ کچنر کی سرکردگی میں بھیجی اُس نے سوڈانیوں میں روپیہ پیسہ کی بارش کر کے بہت سے امرائے سوڈان کو پھانسنے میں لایا۔ تین سال تک وطنی جماعت نے جنگ کی، مگر غداروں کی بدولت مہدی سوڈانی کی جماعت کو شکست ہوئی اور کچنر نے خرطوم پر قبضہ کیا۔ مہدی کا وصال ہوچکا تھا، اس کی لاش قبر سے نکال کر پائمال کی گئی اور اس کی ہڈی بطور نشانی لارڈ نے اپنی گھڑی میں آویزاں کی یہ ایک مہذب ملک کے لارڈ کا کارنامہ ہے سوڈان کے بعد

فتوحہ انگریزوں کے قبضہ میں آگیا۔

مشرقی رومایلی کی بغاوت

برلن کانفرنس میں دول مغرب نے یہ طے کیا تھا کہ شرقی رومایلی کا والی عیسائی ہوا کرے ۱۸۸۵ء میں اہل شرقی رومایلی نے دول یورپ کے بھڑکانے سے یہ آواز اٹھائی کہ سارا علاقہ بلغاریہ سے ملحق کردیا جائے اور بغاوت کردی غاوریل پاشا والی کو گرفتار کرلیا اور آستانہ بھیج دیا، اور پرنس باٹمبرگ کو اپنا حکمران بنا کر بلغاریہ سے الحاق کا اعلان کردیا ترکوں میں کچھ جان نہ تھی دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔

اب اہل مغرب کی نگاہ آرمینیہ پر اٹھی کیونکہ نام نہاد برلن کانفرنس میں ایک شرط آرمینیہ کے اصلاحات کے متعلق بھی تھی۔ مگر سلطان عبدالحمید نے وعدہ ایفا نہ کیا ارمنوں نے ظلم وستم کی داستانیں گھڑ کر دول یورپ کو بھیجیں اور پھر ملک میں بغاوت کردی اس میں سخت خونریزی ہوئی حتی کہ ۱۸۹۵ء میں خود آستانہ میں ان آرمینیوں نے شورش کھڑی کردی جس میں صدہا قتل ہوئے۔ اہل یورپ کو موقع ہاتھ لگا۔ ان کی حمایت کے لیے آواز اٹھائی لیکن سلطان نے کوئی توجہ نہ کی صبر کر کے رہ گئے اور موقعہ کے منتظر رہے

کریٹ

۱۳۱۳ھ میں کریٹ والوں کی طلب پر دول یورپ نے اپنے جنگی جہاز اس جزیرہ پر بھیج دیئے اور باب عالی سے مطالبہ کیا کہ اس کا والی مقرر کیا جائے۔ اس زمانہ میں یا نیہ پر یونان کے ولی عہد قسطنطین نے

لشکرکشی کی ادہم پاشا نے اس پر نمایاں فتح حاصل کی مگر دول یورپ نے ترکوں کو اس کے ثمرے سے متمتع نہ ہونے دیا، بلکہ کریٹ سے بھی عثمانی فوجوں کو نکال دیا اور روس اور انگلستان، فرانس اور اطالیہ نے اپنی حمایت میں لے لیا

ترکوں میں سیاسی بیداری

سلطان سیاست میں کامل تھا مگر اس میں استبداد بہت تھا۔ اور وہ بعض اوقات دول یورپ کے دباؤ میں آجاتا تھا۔ اس سے بڑھ کر اُس کے عہد میں حکومت کی ساری قوت خود اس کی ذات میں جذب ہو کے رہ گئی تھی۔ باب عالی بے دست و پا ہو گیا تھا اس وجہ سے ملک میں سخت ابتری پھیلی ہوئی تھی، رشوت کا بازار گرم تھا۔ سلطان نے جاسوسی کا نظام پھیلا رکھا تھا۔ ان کی جھوٹی سچی رپورٹوں نے سلطنت کا سارا نظام مختل کر دیا تھا۔

دول یورپ جن کی طاقتیں عظیم الشان تھیں وہ سلطنت عثمانیہ کے حصے بخرے کرنے میں دن رات لگی ہوئی تھیں اور وزراءِ سلطنت عثمانیہ کو انھوں نے دولت کی چاٹ لگا کر گانٹھ رکھا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر حامیان اصلاح اور بہی خواہان ملک نے ایک مخفی انجمن "جوان ترک" کے نام سے قائم کی۔ مخفی اس لیے اس کو رکھا کہ مدحت پاشا کے ساتھیوں کو سلطان نے ملک بدر کر دیا تھا۔ نوجوان ترکوں میں نیازی بک اور انور بک اور کمال پاشا پیش پیش تھے۔ شاہ انگلستان ایڈورڈ ہفتم اور زار روس نے مل کر دولت عثمانیہ کی تقسیم کی تجویز پختہ کر لی۔ اس وقت نیازی بک

اور انور بک نے جو منا تو ترکی افواج کو ملا کر دستور کے مطالبہ کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ سلطان عبد الحمید نے اس بغاوت کے انجام کے خطرے سے جو اس کی ذات کے خلاف تھی ۱۳۲۶ھ میں پھر دستور کا اعلان کر دیا۔ آگے اس کی تفصیل کمال پاشا کے بیان میں آتی ہے۔

سلطان کی مساعی یہ رہیں کہ اپنے اقتدار کی خاطر عالم اسلامی سے تعلق قائم کیا اور خلافت کی آڑ لے کر مسلمانان عالم کو اپنا ہوا خواہ بنا لیا۔ علامہ سید جمال الدین افغانی کی خدمات حاصل کیں انہوں نے عبد الحمید کے اقتدار کے لیے پان اسلام ازم کا اشغلہ چھوڑا علامہ نیک نیت رکھتا تھا۔ وہ خلافت مآب کے پردہ میں عالم اسلامی کو ایک مرکز سے منسلک کرنا چاہتا تھا مگر سلطان نے دیکھا علامہ اس کے لیے زیادہ مفید ثابت نہ ہوئے تو ان کو نظر انداز کر دیا۔

سلطان کا کارنامہ حجاز ریلوے اور علمی ترقی ہے اس نے مغربی علوم و فنون سے بڑی دلچسپی لی اس کے عہد میں صدہا کتابیں ترکی زبان میں منتقل ہوئیں۔

بطل حریت مدحت پاشا

مدحت پاشا ابن حاجی علی آفندی ۱۸۲۲ء میں پیدا ہوئے رسمی تعلیم پائی کچھ عرصہ صدارت عظمیٰ کے محکمہ کے سکرٹری رہے۔ پھر سامی بکر پاشا نے اپنے پاس بلا لیا یہاں سے وزیر اعظم رشید پاشا کی طلبی پر گئے اس نے

مجلس عالی کے سکرٹری کے عہدہ پر سرفراز کیا عالی پاشا جب صدر اعظم ہوئے مدحت پاشا کو یورپ بھیجا اور جب مسئلہ بلقان چھیڑا تو ان سے مشورہ لیا گیا بغداد میں اصلاحات کیں بغداد و کاظمیہ کے درمیان ٹریموے جاری کرائی۔ کپڑا بننے کے کارخانے کھولے قصبات میں مدارس، شفاخانے اور بنک کھولے ایک مطبع کھولا جس میں اخبار الزورار چھپتا تھا۔ اس زمانہ میں پٹرول کی کانیں دریافت ہوئیں۔ سلطان عبدالعزیز کے عہد میں وزارت کے عہدہ پر سرفراز ہوئے۔ عبدالحمید خاں کے زمانہ میں بڑے کارہائے نمایاں انجام دیے ثمرہ یہ دیا گیا کہ مئی ۱۸۸۳ء کو گلا گھونٹ دیا گیا۔ مدحت پاشا کے فرزند رشید علی حیدر نے سوانح عمری لکھی ہے۔

علامہ جمال الدین افغانی

علامہ سید جمال الدین افغانی۔ اسعد آباد میں ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے آپ کے والد سید صفدر نبیرہ سید علی ترمذی محدث متوفی ۲۷۹ھ تھے۔ اٹھارہ برس کی عمر میں علوم عربیہ کی تحصیل سے فراغت پائی، اس کے بعد ہندوستان آئے ڈیڑھ سال یہاں رہے ۱۸۵۷ء میں مکہ معظمہ جا چکے تھے اس کے بعد افغانستان گئے امیر دوست محمد خاں کے مصاحب ہو گئے ۱۸۶۴ء میں دوست محمد خاں کا انتقال ہوا تو اس کے لڑکوں محمد اعظم اور شیر علی میں جنگ چھڑ گئی محمد اعظم کے ساتھ آپ ہو گئے کامیابی پر اس نے ان کو معتمد علیہ وزیر بنا لیا انگریزوں نے شیر علی کی مدد کی محمد اعظم مقابلہ پر شکست کھا گیا۔

علامہ نے یہ رنگ دیکھ کر حج کا ارادہ کیا۔ ۱۸۶۹ء میں ہندوستان آئے یہاں سے مصر گئے قاہرہ میں قیام کیا پھر آستانہ روانہ ہو گئے۔ سلطان عبدالحمید نے آپ کا شاندار خیر مقدم کیا۔ کہ شیخ الاسلام آپ کا مخالف ہو گیا ۱۸۷۰ء کے آخر میں مدیر جامعہ ترکیہ نے آپ کو دعوت دی کہ طلبار کو ترغیب دینے کے لیے صناعات پر تقریر کریں۔ علامہ نے نہایت احتیاط سے تقریر کی مگر شیخ الاسلام نے تقریر کے بعض جملوں کو گرفت کر لیا۔ الزام دھرنا شروع کیا ملک میں اس سے اضطراب پیدا ہو گیا۔ حکومت نے ملک چھوڑ دینے کا مطالبہ کیا تو ۲۲۔ مارچ ۱۸۷۱ء کو قاہرہ آ گئے۔ یہاں وزیر اعظم ریاض پاشا نے ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار وظیفہ کر دیا۔ آپ نے درس تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا مگر طلبار میں علمی لیاقت کے ساتھ سیاسی بیداری کی روح پیدا ہونے لگی انگریز کھٹک گیا[1] ادھر اہل ملک نے خدیو اسمٰعیل کو معزول کرنے پر مجبور کیا[2]۔ اس کے بعد توفیق پاشا ۲۵۔ جون ۱۸۷۹ء کو تخت مصر پر رونق افروز ہوا پہلے علامہ کا معتقد تھا پھر وہ آپ سے برگشتہ ہو گیا اس نے ستمبر ۱۸۷۹ء کو حکم صادر کیا علامہ مصر سے نکل جائیں[3]۔ اس کے بعد پھر ہندوستان آئے حیدر آباد مقیم ہوئے۔ مگر مصری نوجوانوں میں انقلابی تحریک پیدا ہو چکی تھی۔ ادھر مصر پر انگریز کا قبضہ ہو گیا اس نے حیدر آباد سے علامہ کو بلا کر کلکتہ میں نظر بند کر دیا۔ آپ نے اجازت لے کر لندن کا سفر اختیار کیا۔ چند دن رہ کر پیرس گئے یہاں تین سال

---

[1] انقلاب ایران صفحہ ۱۰ از براؤن   [2] مصر کی پر اسرار تاریخ از مسٹر بلنٹ ص ۱۰۱

[3] المنار جلد ۸ صفحہ ۴۰۲۔

رہے ان کے شاگرد محمد عبدہ مصری بھی پہنچ گئے۔ العروۃ الوثقیٰ رسالہ یہاں سے جاری کیا جس میں انگریزوں کے استبداد پر مضمون ہوتے تھے۔ پہلا نمبر ۵ جمادی الاولی ۱۳۰۱ھ ۱۸۸۴ء میں شائع ہوا۔ اٹھارہ نمبر نکلے ۱۶۔ اکتوبر ۱۸۸۴ء میں آخری پرچہ نکلا۔ برطانیہ نے ہندوستان اور مصر میں ممنوع قرار دے دیا حقیقت یہ ہے کہ تمام عالم اسلامی میں وطنیت اور اتحاد کی روح اس رسالہ سے بیدار ہو گئی[۱] یہاں سے روس گئے چار سال رہے پھر ایران گئے شاہ نصیر الدین نے یورپ میں دوران سیاحت میں دعوت دی تھی جب ایران پہنچے شاہ نے وزیر جنگ مقرر کر دیا مگر عوام کی رجوعات سے گھبرا کر شاہ نے نظریں پھیر لیں تو اس سے اجازت لے کر روس چلے گئے پھر ۱۸۸۹ء میں ایران آئے اور شاہ عبدالعظیم میں مقیم ہوئے۔ بادشاہ سے اور آپ سے تعلقات بہت بگڑ چکے تھے آپ نے مجتہدین ایران کو نامہ و پیام سے اپنا لیا اور علانیہ بادشاہ کو معزول کرنے کی دعوت دینی شروع کر دی آپ کا نفوذ و اثر تمام جماعتوں میں ترقی پا گیا۔ اندرونی انقلاب میں جو بعد میں ایران میں برپا ہوا علامہ کے بارہ شاگردوں کا کافی حصہ تھا۔ ایک شخص مرزا رضا کرمانی نے آپ کے مخالف بادشاہ کا ۱۸۹۶ء میں کام تمام کر دیا۔[۲]

حکومت نے آپ کو سلطنت عثمانیہ کے حدود میں نکال دیا اب بصرہ میں رہے پھر لندن گئے، وہاں سے ۱۸۹۲ء میں آستانہ پہنچ گئے۔ یہاں سلطان عبدالحمید کی زیر حمایت تکریم و تعظیم کے ساتھ خوشگوار زندگی

---

[۱] المنار جلد ۸ ص ۴۵۵

[۲] انقلاب ایران صفحہ ۶۷

بسر کرتے رہے مگر سلطان بھی ان سے کھٹکتا ہی رہا۔ وہیں مہلک مرض سرطان میں مبتلا ہوئے اور ۹۔ مارچ ۱۸۹۷ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

عبدالقادر الجزائری

بحیرۂ روم کے جنوبی ساحل ممالک البحریہ میں شہر معسکرہ میں ۱۸۰۷ء میں عبدالقادر پیدا ہوا جو مرابطین کی نسل سے تھا۔ جید عالم تھا۔ فرانس نے الجزائر پر قبضہ کر کے ظلم توڑنے شروع کر دیے عبدالقادر نے ۱۸۳۲ء میں آواز مخالفت اٹھائی۔ دس ہزار مجاہد جمع ہوئے آخر ش ۱۸۳۴ء میں معاہدہ ہو گیا۔ پہلے مفتی تھا پھر حکمراں بن گیا معسکر اور اوران کا۔ پھر ۱۸۴۷ء میں فرانس نے حملہ کر دیا۔ جس میں گرفتار ہو گیا اور جلا وطن کر کے طولون کے قلعہ میں قید کر دیا۔ چار سال قید رہا تھا۔ شاہ فرانس لوئی نپولین نے آزاد کر دیا، اور وہاں سے بروسہ پھر قسطنطنیہ چلا گیا ۱۸۶۳ء میں حج کیا۔ ۱۸۶۶ء میں فرانس گیا۔ پھر آخر عمر میں مکہ جا کر ۱۸۷۳ء میں فوت ہو گیا۔

بطل حریت مصطفیٰ کمال پاشا

مصطفیٰ کمال کے والد کا نام علی رضا تھا جو ایک عرصہ تک سالونیکا میں جنگی کے محرر رہے پھر لکڑی کی تجارت کرنے لگے اس کی بیوی زبیدہ ترک خاتون تھی جس کے بطن سے ۱۵۔ مارچ ۱۸۸۱ء میں مصطفیٰ کمال پیدا ہوا۔

تعلیم و تربیت | مصطفیٰ کو تعلیم دینی حاصل کرنے کے لیے مسجد کے

مکتب میں بٹھایا۔ ایک سال میں مصطفیٰ سے ہونہار بچے نے اچھی خاصی دینی تعلیم پائی پھر مدرسہ شمس آفندی میں داخل کردیا۔ اسی زمانہ میں علی رضا کا انتقال ہوگیا تو زبیدہ کے بھائی نے اپنی بہن اور مصطفیٰ کی کفالت کا ذمہ لے لیا اور سالونیکا کے بڑے مدرسہ میں بٹھادیا مگر مصطفیٰ کا جی نہ لگا طبیعت میں سپاہی بننے کا ولولہ تھا۔ اپنے والد کے ملنے والے کے ذریعہ فوجی مدرسہ کا امتحان پاس کرکے وہاں داخل ہوگیا۔ یہاں مصطفیٰ کی توجہ کا خاص مرکز علم حساب تھا۔ حساب میں وہ اتنا طاق ہوگیا کہ اُستاد کی عدم موجودگی میں اپنی جماعت کے طلباء کو حساب سکھایا کرتا۔ ایک دن مصطفیٰ نے ایک ادق سوال حل کیا استاد اس کی ذہانت پر بے حد خوش ہوا اور کمال محبت سے کہا کہ مصطفیٰ اس علم میں کمال حاصل کرلیگا۔ اس دن سے وہ مصطفیٰ کمال کے نام سے مشہور ہوگیا۔ یہاں سے حربی کالج میں داخل ہوکر مصطفیٰ مناستر چلا گیا۔

سالونیکا کے قیام میں ترک نوجوان فتحی بے سے تعلقات ہوگئے وہ وطن پرست تھا جس کی صحبت سے مصطفیٰ پر بھی وطنیت کا رنگ چڑھنے لگا۔

مناستر میں ریاضی اور فرانسیسی زبان پر خاص زور دیا جاتا تھا چنانچہ اس کی حساب دانی یہاں بہت کام آئی وہ طلبا پر فائق رہا۔ فرانسیسی زبان پر بھی اچھا عبور حاصل کرلیا جب چھٹیوں میں وطن سالونیکا

آیا تو اس نے فرانسیسی ادب کے مطالعہ کے خیال سے مشہور انقلابی والٹیر، روسو، جان جیک اور وکٹر ہیگو کی جذبات انگیز کتابیں منتخب کیں اور ایام رخصت میں دیکھ ڈالیں جس کا اثر یہ ہوا کہ وہ خود انقلابی مصنف بننے کا ارادہ کرنے لگا۔

تعطیلات گذرنے کے بعد جب وہ مناستر واپس آیا تو اس کی ملاقات ترکی کے مشہور شاعر عمر آفندی ناجی سے ہوئی جس کی وجہ سے وہ ترکی ادبیات کی طرف متوجہ ہو گیا۔

ترکی کے شاعر انقلاب نامق کمال کی نظموں کا مطالعہ کیا جس نے اتاترک میں انقلابی رنگ بہت زیادہ پیدا کر دیا اور وہ خود انقلابی شعر گو ہو گیا۔ اس نے سلطان عبدالحمید کے استبداد اور مظالم کے خلاف ایک نظم لکھی جس نے بڑی قبولیت حاصل کی۔

شعر گوئی کی وجہ سے اس کو جلسوں میں بلایا جانے لگا جہاں وہ نظمیں پڑھتا اور تقریریں کرتا جس سے حضار مجلس اس سے مانوس ہونے لگے اور اس کے جذبہ حریت کی قدر کرنے لگے۔ پھر تو ہر بڑے اجتماع میں اس کی پرسش ہونے لگی۔

اتاترک مغربی دسیسہ کاریوں سے آگاہ ہو چکا تھا اور وہ دیکھ رہا تھا کہ غیر ملکی طاقتیں کس طرح ترکی کی اندرونی سیاست پر حاوی ہو کر اُسے کچل دینا چاہتی ہیں چنانچہ ایک اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے کھلے الفاظ میں خارجی طاقتوں کے خلاف زبردست نعرہ لگایا کہ

"ترکی ترکوں کے لیے ہے"

عامۃ الناس نے اس جوان العمر طالب علم کی اس جذبۂ حریت خود اختیاری کو سراہا اور اس کو اپنانا چاہا۔ یہی وہ وقت تھا کہ سلطان عبدالحمید کی خودسرانہ پالیسی کی وجہ سے دول یورپ فائدہ اُٹھا رہی تھیں اُن کی شہ پر یونانی ترکوں کو کمزور و نحیف سمجھ کر جزیرہ کریٹ کے الحاق کا مطالبہ کر بیٹھے اور اس پر غاصبانہ قبضہ جمانے کے لیے اپنی عسکری قوت کو کریٹ کی طرف دھکیل دیا۔ کمال پاشا ان دنوں مناستر کے فوجی کالج میں زیر تعلیم تھا۔ نام نہاد ترکی حکومت دول یورپ کے متعلق اس خوش فہمی میں مبتلا تھی کہ یہ متمدن ممالک یونان کے اس وحشیانہ اقدام کی مذمت کرینگے۔ مگر اہل یورپ کے ضمیر میں رواداری کا عنصر یکسر مفقود ہے یہ شریف صورت حکمراں قطاع الطریق سے بھی بڑھ کر تھے چنانچہ اس حکمراں جرگہ (دول یورپ) نے یونان کے اس انسانیت سوز فعل کی مذمت کرنے کے بجائے اس کی تائید و حمایت کی۔ دول مغرب خود اس بہانہ سے ترکی کے حصے بخرے کرنے پر تیار تھے اور ترکی کے خرمن نظم کو تباہ کرنے کے لیے انہیں ایک چنگاری اس موقعہ پر ہاتھ لگی تھی۔

یونان اپنی پوری قوت سے ترکی علاقہ میں آکودا اور کشت و خون کے دریا بہانے لگا۔ بوڑھے بچے عورتیں تہ تیغ کرتے ہوئے قلمرو عثمانیہ میں یونان بڑھ رہا تھا سلطان عبدالحمید بھی خواب غفلت سے بیدار ہوا اور اس نے ایک مسلح فوج یونانی سپاہ کے مقابلہ پر

روانہ کی۔ مناستر کے فوجی کالج کے طلبار محاذ جنگ پر خود جانے کو آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ یہ طلبار بھی بھیج دیے گئے ان میں سب کا سرگروہ مصطفیٰ کمال تھا۔ یہ جماعت کریٹ پہنچی۔ کمال نے میدان حرب کا نقشہ دیکھا اور یونانی سپاہ پر ترکی فوج کو لے کر آپڑا وہ سر پر پیر رکھ کر بھاگے کمال مناستر لوٹ آیا۔ حربی کالج کے ذمہ دار ارکان نے مصطفیٰ کی سفارش کی اور اس کو قسطنطنیہ کے جامعہ حربیہ میں داخل کرادیا گیا۔ کمال کی شہرت دن بدن بڑھ رہی تھی۔ سلطان نے بھی اپنے حضور میں طلب فرمایا۔ مگر کمال اپنے انقلابی خیال میں محو تھا اتفاقیہ اس زمانہ میں ترکی کے آتش قلم مصنف نامق کمال کی کتاب "وطن" مصطفیٰ کمال کو مل گئی یہ کتاب حریت و آزادی کے موضوع پر دل سوز ڈرامہ تھا نامق "وطن" کی وجہ سے مورد قہر سلطانی ہوا اور جان بچا کر لندن چلتا ہوا۔ "وطن" ضبط کرلی گئی اور جس شخص پر اس کے مطالعہ کا شبہ ہوتا وہ قتل کیا جاتا یا غرق بحر باسفوس کردیا جاتا۔

کمال نے "وطن" کا غائر مطالعہ کیا جس سے سلطانی حکومت کے خلاف شدید جذبہ تنفر پیدا ہو گیا ۱۹۰۵ء میں اس نے جامعہ حربیہ کو خیرباد کہا اور فوجی افسروں کے کالج میں داخل ہو گیا۔ یہاں کمال لفٹنٹ کے عہدہ پر فائز ہوا، مگر جہاں فنون حرب سے واقف ہو رہا تھا اپنے ساتھیوں کو اپنا ہمنوا بنا رہا تھا۔ زیادہ سے زیادہ طلبار خلیفہ کی مطلق العنانی اور شاہانہ اختیارات پر باہمی کڑی نکتہ چینی کیا کرتے باب عالی کو خبر لگی

جس پر کمال اوران کے ساتھی سیاسی شکنجہ میں کس دیے گئے جج کے سامنے مقدمہ پیش ہوا کمال نے اپنا مقدمہ خود لڑایا اور جو بحث کی اور دوران تقریر میں جن خیالات کا اظہار کیا۔ جج اور جیوری نے بے حد اثر لیا اور ان کو چھوڑنا پڑا۔

مصطفٰےؒ نے انقلابی تقریروں کا سلسلہ شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس کے ہم خیال صدہا بن گئے۔

انجمن وطن

مصطفٰےؒ کے ہم جماعت فوجی افسر تھے اور ان پر انقلابی رنگ چڑھ چکا تھا، باہمی مشورہ سے انجمن وطن کی تشکیل بروئے عمل آئی اس انجمن کا قائد خود مصطفٰےؒ کمال تھا۔

انجمن وطن کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ سلطان عبدالحمید کے وسیع اختیارات محدود کر کے پارلیمنٹ قائم کی جائے جو ملک کا نظم و نسق چلائے۔

انجمن کے زیر اہتمام جلسے کیے جانے لگے اور انجمن کی کارگزاری کی اشاعت کے لیے "حریت" نامی اخبار نکالا گیا۔ جس کا چیف ایڈیٹر کمال پاشا تھا۔ یہ اخبار ہاتھ سے لکھا جاتا اور بارسوخ حضرات کے پاس پہنچا دیا جاتا تھا۔

حریت کے مقالات نے ایک زبردست تحریک انقلاب ترکی میں پیدا کر دی اور بے شمار ترک خفیہ ہی خفیہ انجمن وطن کے ممبر بن گئے۔

سلطان کے جاسوسوں نے خلیفہ عبدالحمید کے پاس حریت کی کارگزاری مفصل رپورٹ کی صورت سے پیش کی۔ سلطان گھبرا گئے۔ فوجی کالج کے افسر اعلیٰ (پرنسپل) رضا پاشا تھے اور ڈائرکٹر اسمٰعیل حقی پاشا ان کو باغیانہ خیالات کا پتہ لگ چکا تھا۔ سلطان کی طلبی پر ہر دو حاضر ہوئے اسمٰعیل پاشا نے رضا پاشا سے کہا کہ سلطان معظم نے پرنسپل حربیہ کالج کو اس لیے طلب کیا ہے کہ افسران فوج میں سلطان کے خلاف بغاوت پھیلائی جا رہی ہے۔ رضا پاشا نے اسمٰعیل حقی کو منہ توڑ جواب دیا کہ خاموش ہو گیا سلطان بھی مطمئن ہو گیا مگر حقی پاشا خود کالج میں گیا اور حریت کے ایڈیٹر کی تلاش میں لگا رہا، مگر پتہ نہ لگ سکا کچھ عرصہ بعد رضا پاشا ایسے وقت پہنچا کہ کمال اور اس کے ساتھی حریت کے لکھنے میں مشغول تھے مگر رضا نے کچھ نہ کہا۔ البتہ کمال اور اس کے ساتھیوں پر یہ پابندی عائد کر دی کہ وہ فوجی سرحد سے باہر نہ جائیں۔ مگر کچھ دن بعد یہ پابندی ان سے اٹھالی گئی۔

مصطفیٰ کمال کی فوجی کالج کی تعلیم ختم ہوئی اور ان کو "یوزباشی" کے عہدہ پر فائز کر دیا گیا۔ اب اس کی رہائش قسطنطنیہ کے ایک محلہ اسلام بول میں تھی۔

جمعیت حریت انجمن وطن کا نام جمعیت حریت رکھ دیا گیا۔ اس زمانہ میں کمال کی فتحی بے سے ملاقات ہوئی جو پرانا رفیق تھا۔ انور بے اور روسی سفیر کو جاف کی لڑکی سے ملنا ہوا۔

تبادلہ خیال ہوا۔ باب عالی نے مصطفےٰ کمال کی گرفتاری کا حکم نافذ کر دیا جمعیت وطن کے دیگر ارکان بھی معہ کمال کے گرفتار کر لیے گئے۔

انجمن وطن ایک طرف سیاسی سرگرمی کا مرکز بنی ہوئی تھی دوسری طرف نوجوان ترکوں نے ایک انجمن کی تشکیل کی جس کا نام انجمن اتحاد و ترقی تھا۔ اس کے رکن انور بے جمال پاشا۔ طلعت بے نیازی بے تھے اس کا مرکز سالونیکا تھا[1] انور بے اس جماعت کا قائد تھا، کمال نے بھی اس سے تعلق پیدا کر لیا۔ کیونکہ یہ جماعت بھی وہی کام انجام دینا چاہتی تھی جس میں کمال سرگرم سعی تھا۔ مگر کمال نے جو اپنی ہمنوا جماعت میں انقلابی روح پھونک دی تھی کمال کی گرفتاری سے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا بلکہ اس کی شاخیں تمام مملکت میں قائم ہو گئیں۔

انجمن اتحاد ترقی کے لوگ اب تک گرفتاری سے بچے ہوئے تھے انہوں نے اپنے دائرے کو بھی وسیع کرنا شروع کر دیا۔

سلطان نے انجمن وطن کو خلاف قانون قرار دے کر بے شمار فوجی افسروں کو بلا مقدمہ چلائے جیلوں میں قید کر دیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عام طور سے سلطان کے خلاف منچلے نوجوان میدانِ سیاست میں نکل کھڑے ہوئے۔

سلطان عبدالحمید با جبروت بادشاہ تھا۔ رجعت پسندوں کی قوت کے زور پر عوام کے جذبات کو ٹھکرا دیتا تھا باوجودیکہ حکومت

---

[1] انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا جلد ۲۰ صفحہ ۴۹۶

کے شیرازہ نظم ونسق میں پراگندگی بڑھ رہی تھی اور عمالِ حکومت ظلم و جور عوام پر کر رہے تھے۔ مگر باب عالی کو اس طرف توجہ نہ تھی وہ اپنی استبدادی طاقت سے انقلابیوں کے کچلنے میں منہمک تھا۔ ان واقعات نے انجمن اتحاد و ترقی کی سرگرمی کو دوبالا کر دیا۔ اس جگہ ہم مختصر تاریخ انجمن کی بیان کیے دیتے ہیں۔

عثمانیہ انجمن اتحاد ترقی

سلطان عبدالمجید نے مدحت پاشا کو قتل کرا کر اپنے زعم باطل میں دستوری حکومت کا بالکلیہ خاتمہ کر دیا تھا۔ ادھر محب وطن ترک مدحت پاشا کے ہمنوا یورپین ممالک میں جلا وطن کر دیے گئے تھے ۱۸۷۸ء میں سلطان نے دستور اساسی کو معطل کیا بارہ برس بعد ۱۸۹۱ء میں جنیوا میں نوجوان ترک جو یہاں جلاوطن ہوئے پڑے تھے حکومت ترکیہ کے استبداد سے آزادی حاصل کرنے کے لیے ایک انجمن کی بنیاد رکھی جو آگے چل کر عثمانی انجمن اتحاد و ترقی کے نام سے شہرت پذیر ہوئی اس انجمن کا اس وقت یہ مقصد تھا کہ ترکی حکومت اور سلطان پر دباؤ ڈال کر ملک میں اصلاحات جاری کرنے کی سعی کی جائے۔ چنانچہ جب اس انجمن کے ممبران کی تعداد بڑھ گئی اور جلاوطن ترک دور دراز سے آکر شامل ہونے لگے تو اس کا دفتر پیرس منتقل کر دیا گیا۔ اور اس کی شاخیں لندن اور دوسرے یورپین دارالحکومتوں میں قائم کر دی گئیں۔ سلطان نے نوجوان ترکوں کی سیاسی سرگرمی سے مطلع ہو کر عثمانی سفیر مقیم پیرس کو ہدایت کی کہ وہ انجمن کی نقل و حرکت

پر نظر رکھے اس کے علاوہ قسطنطنیہ سے جاسوس روانہ کیے گئے اور مقامی نوجوانوں پر کڑی نگرانی جو ہوئی تو وہ ترک وطن کرکے پیرس پہنچ گئے۔

انجمن نے اخبار "مشورت" جاری کیا اور متعدد رسائل پیرس سے شائع کیے، ان میں دور حمیدی کے مظالم بڑے آب وتاب سے دکھائے گئے اور سلطان کے معزول کرنے کی تجویز پیش کی گئی یہ اخبار و رسائل خفیہ طور سے دارالخلافہ پہنچتے اور تقسیم ہوتے۔ باغیانہ پوسٹر قصر یلدیز پر لگائے جاتے

غیر اسلامی انجمنوں سے تعاون

نوجوان ترکوں نے ارمنی، بلغاری اور دوسرے غیر مسلم انقلابی انجمنوں سے جو پیرس میں تھیں اتحاد عمل کیا۔ حتیٰ کہ یہودیوں کو بھی ہمنوا بنا لیا دسمبر ۱۹۰۷ء میں سلطنت عثمانیہ کے انقلابیوں کی ایک کانگرس احمد رضا بے کی زیر صدارت پیرس میں منعقد ہوئی جس میں عثمانی انجمن اتحاد و ترقی ارمنی۔ بلغاری یہودی عرب، البانی اور دوسری کمیٹیاں شریک ہوئیں۔ تمام مندوبین نے ذیل کے امور کو باتفاق رائے قبول کیا۔

۱۔ سلطان کو معزول کیا جائے۔

۲۔ سلطنت عثمانیہ کی سالمیت کا تحفظ کیا جائے۔

۳۔ قانون کی نگاہ میں تمام نسلوں اور مذہبوں کو کامل مساوات حاصل ہو۔

۴۔ مدحت پاشا مرحوم کے دستور اساسی کی بنیاد پر دستوری حکومت قائم

کی جائے

یہ شخصی حکومت کے خلاف انقلابی تحریک بھی حقیقتاً نوجوان ترکوں کا یہ بڑا کارنامہ تھا جسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ غرضکہ اس تحریک میں بڑے بڑے فوجی افسر شریک ہو گئے۔ یہ انجمن کچھ عرصہ تک مصر میں بھی رہی تھی۔ پھر سنہ ۱۹۰۴ء میں مقدونیہ کے مرکزی مقام سالونیکا میں اس کا دفتر منتقل کر دیا گیا تھا۔ ابتدائی دور میں اس کے ممبر ہوٹلوں، قہوہ خانوں میں بیٹھ کر اپنے خیالات کی اشاعت کیا کرتے جو شخص شریک ہوتا اس کو آنکھوں پر پٹی باندھ کر رات کی تاریکی میں ایسی جگہ لیجاتے جہاں چند نقاب پوش تلوار اور پستول سے مسلح ہوتے۔ وہاں پر اس ممبر سے قرآن مجید ہاتھ میں دے کر مندرجہ ذیل حلف لیا جاتا:۔

"میں آج سے خداوند کریم کی عبودیت، اس کے عدل۔ رحم اور قوانین اخوت و مساوات کے احترام و تقلید میں بنی نوع انسان کے حقوق آزادی کی تصدیق کرتا ہوں۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ آج سے میری جان، مال اور زندگی کی مختار انجمن اتحاد و ترقی ہے۔ انجمن مذکور ملک کو ظلم و استبداد سے نجات دلانے کے لیے جو تحریک چلائیگی میں اس میں بصدق دل شریک ہونگا، اور ہر قسم کی قربانی کرونگا۔

اگر میں اس جماعت کے پروگرام سے انحراف کروں تو مجھ پر قدرت کی بھیانک لعنتیں وارد ہوں۔ نیز اس صورت میں

انجمن کو میرے قتل کا اختیار ہوگا"۔[1]

نئے ممبر سے کہہ دیا جاتا کہ انکشاف راز پر اس کی جان خطرہ میں ہے۔ اور اگر وہ سلطان کے پہلو میں بھی ہوگا قتل کر دیا جائیگا۔ اگر کوئی ممبر عہد کے خلاف کرتا تو اس کو ممبر کرنے والا گولی سے ہلاک کر دیتا۔

انجمن وطن کے ارکان نے اس انجمن کے کاموں کو بھی سراہا اور ہر قسم کی امداد دینی شروع کر دی۔

انجمن کے ارکان میں حسب ذیل حضرات نمایاں نظر آتے ہیں:

نیازی بے، نورالدین پاشا، غازی محمود شوکت پاشا، انور بے، طلعت بے حقی بے، وید بے، عزیز بے، فتحی بے، حاجی عادل بے، جمال، سعید بک، رؤف بے۔

دستور ان حریت نوازوں نے مدحت پاشا کے دستور کو پھر سلطان سے منوانا چاہا، مگر سلطان اپنے جبروت کا مظاہرہ کر رہا تھا

مدحت پاشا نے جیل میں ایک وصیت نامہ قوم کے نام لکھا تھا وہ سعید بک اڑا لایا اور انجمن کے جلسہ میں وہ پڑھا گیا جس نے نوجوان ترکوں میں خونخواری پیدا کر دی۔ سلطان کے خلاف ہر ایک کے دل میں جذبات موجزن ہونے لگے۔ صدر مجلس چاہتا تھا کہ بغیر خوں خرابے کے دستوری حکومت قائم ہو اور خلیفہ کو مجبور کر دیا جائے کہ وہ جدید اصلاحات نافذ کرے مگر انور بے نے مجلس کو مخاطب کر کے کہا۔

---

[1] تاریخ انقلاب ترکی صفحہ ۱۷۰۔

"دستور صلح صفائی سے کبھی نہیں مل سکتا اور نہ ہم کو سلطان عبدالحمید پر اعتبار ہے ہمارا مطالبہ اب تلوار کی طاقت کا کھیل دیکھ کر رہیگا کیونکہ زمانہ کی تاریخ بتاتی ہے کہ بغیر قتل و خون کے آج تک کسی حکومت میں بھی انقلاب رونما نہیں ہو سکا اس لیے ہمیں سلطانی ظالمانہ حکومت کے خلاف اپنی ہر طاقت کو میدانِ جنگ میں دھکیل دینا چاہیے اور آج سے انجمن کے قوانین میں اس قانون کا اضافہ کیا جاتا ہے کہ جو شخص خواہ کتنا ہی بڑا سرکاری افسر ہو کر انجمن کے خلاف اظہار رائے کرے اس کو فوراً تہ تیغ کر دیا جائے"

دستور کی طلبی

آخر کار بحث و مباحثہ کے بعد یہ طے کیا گیا کہ تین سال بعد موسم بہار میں دستور طلب کیا جائے اور اگر سلطان بخوشی رضامند نہ ہو تو طاقت کے زور سے سلطان کو معزول کر دیا جائے اس جلسہ کے بعد سے اس کے ممبران سرگرمی سے دستور جاری کرانے کے لیے اشتہارات اور تقریروں کے ذریعے فکر جمہور کو بیدار کرنے لگے خلیفہ کو جاسوسوں کے ذریعہ انجمن کی سرگرمی کا علم ہوا اس نے ناظم پاشا سپہ سالار سالونیکا کو حکم بھیجا کہ ممبران انجمن کو گرفتار کر کے سخت سزا دو یہ خبر انجمن کے ارکان کو ملی انور بے کے ایما پر ایک شخص ناظم پاشا کے قتل پر مقرر کر دیا گیا۔ مصطفٰے کمال بھی گرفتاری سے آزاد ہو کر انجمن کے کاموں میں عملی حصہ لینے لگا مگر خفیہ طور سے کیونکہ وہ پھر حکومت کا فوجی عہدہ دار

بنا دیا گیا تھا۔

قیام حکومت دستوریہ

۱۹۰۸ء کے اخیر میں مرکزی حکومت کے انتشار اور ملک کی باغیانہ سرگرمیوں کو دیکھ کر سرحد کے بلغاری اور البانی قبائل نے بغاوت کردی۔ سلطان نے ان کی سرکوبی کے لیے میجر نیازی بے کو مقرر کیا۔ نیازی بے نے اپنی حکمت عملی سے شورش کو دبا دیا۔ اس دوران میں دول یورپ نے مقدونیہ کو حکومت ترکی سے علیحدہ کرنے کی سازش کی۔ تو نیازی بے نے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا اور مصطفٰے کمال اور انور بے کو کہلا بھیجا کہ اس وقت انجمن دستور کا مطالبہ فوراً کرایا جائے کامیابی یقینی ہے اگر سلطان نے قیام دستور میں حیل حجت کی تو سرحدی قبائل کو دوبارہ بغاوت پر آمادہ کیا جا سکتا ہے۔

یہی رائے مناستر کی مرکزی کمیٹی کو بھیج دی گئی۔ ۲۸ جون ۱۹۰۸ء کو جمال پاشا کے ایما پر انجمن کا خفیہ جلسہ منعقد ہوا جس میں نیازی بے کے مشورہ کے مطابق انجمن نے فیصلہ کیا کہ ۱۹۱۰ء کے بجائے ابھی حصول دستور کے لیے اعلان بغاوت کر دیا جائے۔ چنانچہ یہ فیصلہ سالونیکا کے صدر دفتر بھیج دیا گیا۔

انور بے اور سالونیکا کی مرکزی انجمن نے عام بغاوت کا فیصلہ کر دیا۔ نیازی بے اور مصطفٰے کمال کو مطلع کر دیا گیا۔ آخر ش نیازی بے نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ اور مختلف زبانوں میں یہ اشتہار شائع کیا اور سلطان

اور کمانڈر انچیف، جنرل انسپکٹر اور میجر فوج کو بھی باضابطہ اطلاع بھیج دی گئی۔

اشتہار

"انجمن اتحاد و ترقی کے فیصلہ کے مطابق ہم خلیفۃ المسلمین سے دستوری نظامِ حکومت کا مطالبہ کرتے ہیں اگر آئینی حکومت قائم ہوگئی تو بے شمار شکایات کے باوجود سلطان المعظم کی ذات کو کوئی صدمہ نہیں پہنچایا جائیگا ورنہ قوم اپنے حقوق کی خاطر اپنی ہر قوت سے کام لیگی"۔

ادھر نیازی بے نے قبائل کو اپنے ساتھ متفق کر لیا اور جب بے شمار لوگ اس باغیانہ جھنڈے تلے جمع ہوگئے تو حکومت کو خبر لگی اُس نے ان کے مقابلہ پر فوج ترکی روانہ کی۔ خلیفہ کی فوج جب نیازی بے سے معرکہ آرا ہوئی تو بے شمار سپاہی ہلاک ہوئے اور سلطانی عسکر کے بے شمار فوجی نیازی بے کے ساتھ شامل ہوگئے جو بھاگے اُنہوں نے سلطان عبدالحمید کو بتایا کہ باغی کسی معمولی طاقت سے مغلوب نہیں ہوسکتے وہ بے حد طاقتور ہیں۔

ادھر کامرانی کے بعد نیازی بے نے سرحدی قبائل میں دورہ کیا رسنہ کے تمام علاقہ کو ہمنوا بنالیا اور اپنا سلسلہ خبر رسانی قائم کرلیا۔

انور بے نے اپنے حلقہ اثر میں سلطانی حکومت کے خلاف اعلان بغاوت کردیا مصطفےٰ کمال گو سرکاری آدمی اس وقت تک تھا مگر وہ ایک

طرف سلطان کو سمجھاتا کہ دستوری حکومت کے مطالبہ کو مان لے دوسری طرف انجمن کو مشورہ دیتا رہتا کہ اب سلطان کمزور پڑتا جارہا ہے۔ سرگرمی کو اور تیز کردیا جائے اس کے علاوہ روپیہ، سامان حرب، رضاکار خفیہ انجمن کو بھیج رہا تھا۔

سلطان نے سپہ سالار شمسی پاشا کو مناستر بھیجا کہ وہ حکومت کے باغیوں کو ٹھکانے لگا دے۔ شمسی پاشا نے مناستر میں آکر، ۷۔ جولائی ۱۹۰۸ء کو انور بے کو بلا کر مشورہ کیا انھوں نے بتادیا کہ تم کیونکہ حکومت کی پشت گیری کررہے ہو اسلیئے اپنی زندگی سے ہاتھ دھولو۔ اور انور بے یہ کہہ کر چلا آیا اور ایک شخص شمسی پاشا کے قتل پر مقرر کردیا گیا۔ چنانچہ شمسی پاشا مناستر کے تار گھر سے لوٹ رہا تھا کہ ایک گولی کے نشانہ سے ختم ہوگیا خلیفہ کو خبر ہوگئی وفادار حکومت ٹھکانے لگا دیا گیا۔ اس نے عثمان پاشا کو مناستر بھیجا۔ نیازی بے کو انجمن کا حکم پہنچا اس کو قید کرلیا جائے چنانچہ عثمان پاشا خیمہ میں پڑے سورہے تھے، نیازی بے نے خیمہ میں آکر تلوار کی نوک سے اسے جگایا اور مناستر کمیٹی کا خط اس کے ہاتھ میں دے دیا جس میں درج تھا۔

"آپ کا کام آپ کے پاکیزہ خیالات کے برعکس ہے اگر آپ اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہوجائیں تو ملک کے مفاد کو عظیم نقصان ہوگا۔ عنقریب ملک میں جمہوری حکومت قائم ہونے والی ہے جس کے نظم ونسق کے لیے آپ کے

مفید مشوروں کی ضرورت ہے اس لیے انجمن آپ کو
حکومت سے علیحدہ کر کے چند روز کے لیے بطور مہمان اپنے
پاس رکھیگی"۔

سلطان کو ان دو حادثوں نے بوکھلا دیا تو انور بے کو مشورہ کے لیے بلوایا وہ اس چال کو سمجھ گیا اور مناستر کے پہاڑی علاقہ میں جا کر تحریک بغاوت میں لگ گیا۔

غرضکہ سالونیکا، ایڈریانوپل، تھرس، مناستر، رسنہ، سرحدی مقامات بغاوت کی لپیٹ میں تھے اس سے بڑھ کر یہ ہوا کہ سکنڈ آرمی کور اور سمرنا کی افواج نے انور بے اور دیگر ارکان انجمن کے خلاف لڑنے سے انکار کر دیا سلطان نے یہ رنگ دیکھ کر قصر یلدیز میں وزراء اور اعیان سلطنت کی مجلس مشاورت منعقد کی مصطفےٰ کمال بھی فوجی عہدہ دار کی حیثیت سے شامل مجلس تھے۔

مصطفےٰ نے علانیہ مجلس میں کہا کہ موجودہ بغاوت فرو کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ صرف "اعلان جمہوریت کر دیا جائے" لیکن وزراء اور اعیان سلطنت اعلان دستور سے ہچکچا رہے تھے۔

مصطفےٰ کمال نے یہاں کا رنگ دیکھ کر انجمن کو اطلاع کر دی کہ "تم فوراً جمہوریت کا اعلان کر دو"۔

قیام جمہوریت — انجمن کے تمام سرکردہ افراد سالونیکا میں جمع ہوئے اور پارلیمان کے قیام کے لیے سلطان کو مراسلہ روانہ کیا

اس کے بعد مصطفےٰ کمال کے ایما پر مناستر کی انجمن نے نیازی بے کی قیادت میں اعلان جمہوریت کر دیا۔ ۲۳۔ جولائی ۱۹۰۸ء کو جدید نظام حکومت پر عمل شروع ہو گیا۔ حلمی پاشا کو جو حکومت کی طرف سے مناستر کا حاکم اعلیٰ تھا مناستر کا گورنر مقرر کیا گیا مگر وہ تیار نہ ہوا تو اس کو موت کا پیغام دیا گیا کہ گورنر بنے یا موت قبول کرے۔ حلمی پاشا نے قسطنطینیہ تار بھیجا۔ چنانچہ سلطان نے ۲۴ جولائی کو بصد مجبوری جمہوریت کے نفاذ کا ارادہ ظاہر کیا لیکن ابھی نئے نظام کی رسم حلف باقی تھی۔

سالونیکا جمہوریت کا صدر مقام تھا، تمام انقلابی ملک کے گوشہ گوشہ سے نکل کر مقدونیہ میں جمع ہو گئے اور سلطان کے ہمنوا گولی کا نشانہ بنا دیے گئے۔ سلطان اس پر بھی وقت گزاری کر رہا تھا۔ باغیوں کی سپاہ نے قصر یلدیز کا محاصرہ کر لیا اور اراکین انجمن نے شیخ الاسلام کے ہمراہ فرمان شاہی پر سلطان کے دستخط کرا لئے اور ملک میں جمہوری نظام حکومت قائم ہو گئی۔ سعد پاشا نے جدید وزارت مرتب کی۔

اس انقلاب حکومت کے ساتھ انجمن کا شیرازہ بکھر گیا۔ نیازی بے مستعفی ہو گیا، انور بے فوجی سفیر کی حیثیت سے برلن چلا گیا حقی بے وائنا میں اقامت پذیر ہوا۔ اب صرف کمال رہ گیا تھا

دول مغرب کو اس موقع سے فائدہ اٹھانا منظور تھا۔ چنانچہ آسٹریا و ہنگری نے بوسینا اور ہرزیگونیا اور مانٹی نیگرو نے سربیا کے الحاق کا مطالبہ کر دیا۔ یونان جزیرہ کریٹ پر ظلم و جور کے ساتھ قبضہ کر بیٹھا شہزادہ فرڈیننڈ

نے بلغاریہ میں بغاوت کر دی۔ سرویہ خود مختاری کا دعویٰ کرنے لگا۔ غرضکہ ترکی حکومت کے خلاف ایک طوفان اُمنڈ آیا۔ ادھر ارباب جمہوریت اور سلطان ایک دوسرے کو زیر کرنے کے درپے تھے۔ آخرش سلطان نے رجعت پسند عنصر سے ساز باز کر کے پارلیمان کو اپاہج کر دیا اور تمام شورشوں کا ذمہ دار انجمن اتحاد و ترقی کو ٹھہرایا۔ پھر تو شاہ پسند جمہوریت کو کچل دینے پر پوری طرح تیار ہو گئے۔ اور مذہب کی آڑ لے کر نوجوان ترکوں کے خلاف ہنگامہ کھڑا کر دیا گیا۔

ابھی بلقانی جھگڑا طے نہ ہوا تھا مغربی شاطر نے اٹلی کا سیاسی مُہرا آگے بڑھا دیا اس نے طرابلس پر قبضہ کرنے کی دھمکی دی۔

دولت عثمانیہ نے بلقانی ریاستوں سے زر نقد لے کر ان کے دعوے تسلیم کر لیے۔

معزولی سلطان سلطان مجلس مبعوثان قائم کرنے کے بعد پھر ملک میں شورش بپا کر اس کو توڑنے کی مخفی تدبیریں کرنے لگا۔ چنانچہ اس کے اشارے سے فوج کے بعض حصے ۱۳۳۸ء میں شریعت کے نام سے دستور کی مخالفت کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے اور آستانہ میں انجمن اتحاد و ترقی کے چند ارکان کو قتل کر ڈالا۔

مصطفےٰ کمال نے طرابلس کا رُخ کیا کیونکہ یہ حکومت ترکیہ کے زیر فرمان تھا۔ اطالوی سیاست داں نے عربوں اور ترکوں کے درمیان منافرت پھیلانے کے لیے روپیگنڈے سے کام لیا۔ مصطفیٰ نے

طرابلس میں پہنچ کر عربوں کے رہنما شیخ احمد بن سید محمد شریف سنوسی الخطابی سے ملاقات کی بدوی عربوں کی فوجی تنظیم کے لیے کالج کھولے اور اطالوی پروپگنڈے کو ہوا میں اڑا دیا۔

ادھر سلطان اوچھے ہتھیار سے کام لینے لگا۔ انجمن کے ارکان میدان سے ہٹ گئے تھے۔

شخصیت و جمہوریت کی کشمکش

لیبر یونین اور جمعیت محمدیہ کے نام بدل کر ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہوئے۔ جمعیت محمدیہ نے مذہب کی آڑ میں انجمن اتحاد و ترقی کے افراد پر منافرت کا فتوی صادر کرا دیا۔

۱۳۔ اپریل ۱۹۰۹ء کو بیس ہزار شاہ پسندوں نے انجمن کے خلاف مظاہرہ کیا کہ دستوری حکومت توڑ دی جائے۔ مختار پاشا نے اس بغاوت کو دبانے کی کوشش کی۔ مگر وہ سلطانی سازش کا مقابلہ نہ کر سکا۔ آخر ش جمہوریت کے بجائے پھر شخصی حکومت قائم ہو گئی ناظم پاشا وزیر حرب نے قسطنطینیہ میں کرفیو آرڈر جاری کر دیا۔ انجمن کے ارکان اس واقعہ سے چلتے بنے۔

سعد پاشا کی جگہ یہودی النسل کامل پاشا وزارت عظمیٰ پر سرفراز کیا گیا۔ مصطفےٰ کمال کو طرابلس میں جمہوریت کے خاتمہ کی خبر لگی وہ قسطنطینیہ خفیہ طور سے آیا یہاں نظام بگڑا ہوا تھا۔ انجمن کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ مگر مصطفےٰ کمال ہاری ہوئی بازی کو پھر جیتنا چاہتا تھا چنانچہ

تقریروں سے نوجوانوں میں انقلابی اُمنگ پھر پیدا کر دی۔ تھوڑے عرصہ میں یہ جماعت عوام کے توجہات کا مرکز بن گئی۔ یہ ینگ ٹرکش پارٹی کے نام سے پکاری جانے لگی۔ اس کا قائد خود مصطفیٰ کمال تھا۔

اس پارٹی نے ناظم پاشا وزیر جنگ کی برطرفی کا مطالبہ کیا لیکن وزارت عظمیٰ خاموش رہی اس رنگ کو دیکھ کر ایک فوجی دستہ ایوانِ وزارت کے سامنے نمودار ہوا "کامل پاشا مردہ باد اور وزیر اعظم کو برطرف کرو" کے نعرے لگانے لگا۔ یہ کامل پاشا برطانیہ کا ہوا خواہ تھا آخر ش اس کو وزارت سے ہٹنا پڑا اس کی جگہ مصطفیٰ کمال کا دوست حسین حلمی پاشا[۱] وزیر اعظم مقرر کیا گیا۔

سلطان کو خیال گزرا شہزادہ یوسف عزالدین کو انقلابی جماعت سلطان بنانا چاہتی ہے، اس کو محل میں مروا ڈالا۔ اور فوج کو بلا کر اس کا جلوس نکلوایا جس نے حلمی پاشا کے خلاف نفرت انگیز نعرے لگائے آخر ش حلمی پاشا نے وزارت چھوڑ دی مشہور شاہ پرست ادہم پاشا وزیر مقرر ہوا۔ ینگ ٹرکش پارٹی کو شکست ہوئی بے شمار ترک گرفتار ہوئے حکومت پر تنقید کرنا ایک سیاسی جرم قرار پایا اور مشہور انقلابی ایڈیٹر "وطنین" کو برسرِ عام تختہ دار پر لٹکا دیا کیونکہ اس نے دستور کی حمایت میں مضامین لکھے تھے۔

ان واقعات سے مصطفیٰ کمال نے قسطنطنیہ چھوڑ دیا اور سالونیکا

---

[۱] انسائیکلو پیڈیا برٹانیکہ جلد ۲، صفحہ ۳۶۴۔

پہنچا۔ وہاں نیازی بے بھی آ گئے اور منتشر افراد انجمن یہاں مجتمع ہوئے اور قسطنطینیہ کے حملہ کی تیاری کرنے لگے سلطان کو یہاں کے حالات کا علم ہوا خوف زدہ ہو گیا اور سالونیکا برقیہ بھیجا کہ حکومت دستوری نظام پسند کرتی ہے اور اس کے قوانین کی پابندی کی جائیگی مگر ارکان انجمن نے فیصلہ کر لیا تھا کہ

"شاہ پرستوں کو پہلے ختم کیا جائیگا پھر سلطان سے دو دو ہاتھ ہونگے۔"

غرضکہ سلطان پر حملہ کا پروگرام مرتب کیا گیا تھرڈ آرمی کو محمود شوکت پاشا کے زیر کمان دی گئی جس کا قائد عسکر خود مصطفیٰ کمال تھا۔ غازی طلعت پاشا اور عزیز بے محمود شوکت کے ماتحت تھے۔ نیازی بے مناستر کی افواج کا سپہ سالار بنا گیا۔ انور بے نیازی کے ہمدوش تھے۔

۲۱۔ اپریل ۱۹۰۹ء کو سامان حرب و رسد کے ساتھ مصطفیٰ کمال سالونیکا کی فوج کو لے کر دار الخلافت کی طرف روانہ ہوا۔ نیازی بے بھی مناستر سے روانہ ہو گئے۔

مصطفیٰ کمال اور محمود شوکت نے ایک دن میں اسی میل مسافت طے کی۔ شتلجہ کے مقام پر سلطانی سپاہ مقابلہ کے لیے آمادہ ہوئی، مگر گھونگھٹ کھا گئی۔ مصطفیٰ اشتلجہ پر متصرف ہو گیا۔ غرضکہ اب قسطنطینیہ چاروں طرف سے گھیر لیا گیا تھا۔ ۲۴۔ اپریل ۱۹۰۹ء کو مقدونیہ کی فوج شہر میں داخل ہوئی شاخ زریں کے قریب سلطانی فوج سے جھڑپ ہو گئی

آخرش طاش ۔قشلابت تک پہنچ گئے تو بقیہ سلطانی فوج نے گولے برسانے شروع کیے ۔انور بے نے بھی حکم دے دیا کہ انقلابی فوج گولے کا جواب گولے سے دے ۔چنانچہ سلطانی فوج نے نقصان اٹھاکر صلح کا جھنڈا لہرا دیا ۔پھر باب عالی تک پہنچ کر قصر ملدیز کا محاصرہ کرلیا۔

مصطفٰے کمال نے شیخ الاسلام سے فتویٰ حاصل کیا :-

کہ ظالم سلطان جو بے گناہ رعایا کا قاتل ہو اور انہیں جلا وطنی ،غرقابی اور قید کی سخت سزائیں دے ،ملک کو تباہی کے غار کی طرف دھکیلے شریعت کی رو سے اس کے لیے کیا حکم ہے ؟

شیخ الاسلام نے حکم دیا کہ

شریعت کی رو سے ایسے سلطان کو معزول کر دینا چاہیے ۔

۲۷۔اپریل کو سعید حلیم پاشا کی صدارت میں تمام انقلابی جمع ہوئے ۲۸ ۔اپریل کو نصف شب کے قریب اسد پاشا ،عارف پاشا ،اہرن آفندی ،کراسو آفندی اور چند خواجہ سراؤں اور فوجی افسروں کی معیت میں انقلابی محل میں گئے ۔سلطان کے فرزند عبدالرحیم نے آنے والوں کا خیر مقدم کیا ۔سلطان شب خوابی کے لباس میں ظاہر ہوا ۔دبے لہجہ میں بولا "امید ہے آپ سب بخیریت ہونگے"۔

اسد پاشا نے کہا خدا کا فضل شامل حال ہے ۔سلطان بولا "تم نے کیا فیصلہ کیا ہے ،میں نے تو جمہوریت کی پابندی کے لیے یقین دلایا تھا

اُسے کیوں منظور نہیں کیا گیا۔ کیا اب کوئی اور نظام پسند آ گیا ہے بہرحال میں اس کے لیے بھی تیار ہوں"۔

قائد حریت بولا "ہم قوم کا فیصلہ اور شیخ الاسلام کا فتویٰ لے کر آئے ہیں"۔ سلطان نے کہا کیا فیصلہ ہے۔ اسد پاشا نے کاغذ سلطان کے ہاتھ میں دے دیا سلطان نے اس کو پڑھا متحیر رہ گیا۔ بولا: "میری زندگی؟" جواب ملا: "محفوظ ہے"۔ سلطان نے کہا میری خواہش یہ ہے کہ مع ملکہ کے قصر چراغاں میں مقیم رہوں مگر ممبران انجمن نے حکم نافذ کر دیا کہ عبدالحمید سالونیکا میں جلاوطن کر دیا جائے چنانچہ وہیں قصر الجبیش میں نو برس تک زندہ رہ کر ۱۱۔ فروری ۱۹۱۸ء میں فوت ہوا۔

سلطان محمد خامس

نام ونسب محمد رشاد بن عبد المجید۔

سلطان عبد الحمید کے معزول کیے جانے کے بعد ان کے بھائی محمد رشاد کو سلطان محمد خامس کے لقب سے ۳۰۔اپریل ۱۹۰۹ء مطابق ۱۳۲۸ھ میں تخت پر بٹھایا۔

خزانہ خالی، ملکی نظام ابتر، فوج بے سروسامان۔گو پارلیمان قائم ہوگئی اور دستور کا اعلان کر دیا گیا۔انجمن اتحاد وترقی برسر اقتدار آگئی۔مگر اس میں ہنوز اتنی قوت نہ تھی کہ خارجی طاقتوں کا مقابلہ کر سکتی۔صوبائی نظام پراگندہ تھا اور اس پر دول یورپ کی ناپاک سازشیں جو ترکی کی طاقت کو ہمیشہ کے لیے نیست ونابود کر دینے کے خواب دیکھ رہی تھی۔

کرائسس طرابلس ترکوں کی زبوں حالی دیکھ کر دول یورپ کی شہ پر اطالیہ نے ۱۳۲۹ھ میں بلا کسی وجہ کے طرابلس غرب پر حملہ کر دیا۔۳۴ ہزار اطالوی فوج بحرۂ روم کے جنوبی ساحل پر لنگر انداز ہوئی۔اس وقت طرابلس میں نشاط بک ترکی گورنر تھا اور اس کے پاس صرف دس ہزار ترک تھے۔ادھر برطانیہ اور فرانس نے غیر جانبداری کا اعلان کر کے مصر اور افریقہ کے راستے ترکی امداد کے لیے مسدود کر دیے۔

انور بے نے انجمن کے تمام ارکان کو جمع کیا اور یہ طے پایا کہ کسی نہ

کسی صورت سے سپہ سالار اور ماہر حرب طرابلس پہنچ جائیں۔ چنانچہ انور بے وغیرہ پہنچ گئے اس کے بعد مصطفٰے کمال بھی طرابلس آ گئے عربوں کو ساتھ لے کر اطالیہ کی اچھی طرح مرمت کر دی[1] مصطفٰے کمال چاہتا تھا کہ فیصلہ کن جنگ اطالیہ سے کر لی جائے مگر انور بے یہ چاہتا تھا کہ جنگ کو طول دے کر اطالیہ کو مزا چکھایا جائے۔ آخر ش نتیجہ یہ ہوا کہ بلقان میں ۷۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۲ء میں جنگ شروع ہو گئی۔ انور بے وغیرہ کو طرابلس چھوڑ کر قسطنطنیہ جانا پڑا۔ عرب بے یار و مددگار رہ گئے اپنی بساط بھر اطالیوں سے لڑتے رہے اور آخر میں طرابلس اطالیہ کے قبضہ میں آگیا۔

مجاہد طرابلس امیر علی پاشا

امیر عبدالقادر الجزائری کے خلف امیر علی پاشا تھے۔ اٹلی کے اعلان جنگ پر امیر موصوف شام میں مقیم تھے انہوں نے سلطان المعظم سے طرابلس جانے کی اجازت چاہی اور درخواست میں لکھا۔

میرے والد مرحوم امیر عبدالقادر نے فرانس کا تیس سال

---

[1] تفصیل یہ ہے کہ مصطفٰے کمال نے ۳۰۔ اپریل سنہ ۱۹۱۲ء کو بنغازی جہاں اطالوی قابض تھے حملہ کر دیا۔ شیخ سنوسی کا فرزند اپنی عربی فوج لیے ہوئے کمال کے ساتھ تھا سب سے قبل قلعہ "لبامہ" پر آتش باری کی اور جواب میں اطالیہ نے کوہ پیکر جہازوں سے گولہ باری کی۔ آخرش دشمن کو شکست ہوئی پھر طبرق کو واپس لیا۔ واحۂ کفرہ، بیوبار، قادرہ، واحۂ طرابلس ہر جگہ اطالیوں سے مڈبھیڑ ہوئی۔ آخری جنگ کمال کرنا چاہتا تھا کہ انور بے نے روک دیا۔ ورنہ بیڑا اطالوی کامیاب رہتے۔ (انقلاب ترکی صفحہ ۱۴۱)

تک مقابلہ کیا تھا یقین فرمایئے کہ کم از کم پندرہ سال تک
تو میں طرابلس کی خاک کو ہاتھ سے نہ جانے دونگا"

غرض کہ سلطان نے استدعا قبول کی یہ طرابلس پہنچے مجاہدین میں ہمت و شجاعت کی حیات تازہ ہوگئی۔ اور مجاہدین کے ساتھ معرکہ بنغازی میں شجاعت و تہور کا ثبوت پیش کیا۔ اس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں ناپید ہے۔ امیر علی کے ساتھ اس معرکہ میں صرف تین سو مجاہدین تھے اور اٹلی کے سپاہی تین ہزار جو تمام جدید آلات حرب سے مسلح تھے۔ امیر علی اپنی مختصر سی طرابلسی جماعت سے دشمن کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوا۔ اس نے اس کے تین حصے کر دیے۔ اور ان کو موقعہ پر لگا دیا ابھی دشمن دور تھا اور آرہا تھا یکایک نماز کا وقت آگیا تو پچاس مجاہدین کے ساتھ نماز پڑھنے لگے پچاس نگراں رہے اٹیلین سپاہ آگئی اس نے جو دیکھا کہ پچاس نہتے نماز میں مشغول ہیں وہ خوش ہو کر آگے بڑھے فوراً پچاس مسلح مجاہد جو چھپے ان پر ٹوٹ پڑے یہاں خشوع و خضوع سے نماز پڑھی گئی بعد کو یہ بھی جا پڑے ان کی آوازوں سے دوسو کمین گاہوں سے نکل کر دشمنوں پر آ پڑے پھر اور بھی مجاہد شامل ہو گئے یہ بارہ سو تھے اور وہ تین ہزار ان کے نصف سے زیادہ کاٹ دیے آخر متمنی شہادت اس معرکہ میں شہید ہو گیا۔

پندرہ سالہ مجاہد طرابلس

علی نظمی بے مکتب حربیہ میں تعلیم حاصل کر رہے تھے کہ یکایک حکومت

اطالیہ نے ترکی کے خلاف اعلان جنگ کردیا عمر پندرہ سال کی تھی اس خبر سے بے چین ہو گئے انجمن ہلال احمر کے دفتر میں پہنچے اور کہا کہ مجھے میدانِ کارزار میں دادِ شجاعت دینے کا موقع دیا جائے عثمانی کیمپ کے افسر نے پوچھا تو بتایا کہ والدین فوت ہو چکے ہیں۔ صرف ایک چچا باقی ہے۔ آٹھ پونڈ کی رقم دو جوڑے کپڑے مہیا کر لیے ہیں۔ جب طرابلس جانے کا مقصد پوچھا گیا تو آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا کہ دفاعِ وطن اور خدمتِ ملت پیشِ نظر ہے۔ ان کے چچا اور سب نے ان کی کم عمری کا خیال کر کے روکا۔ مگر یہ مکتب حربیہ سے پُراسرار طریقہ پر غائب ہو گئے اور کئی ماہ جہاد طرابلس میں شریک رہ کر شہید ہو گئے۔ عارف پاشا نے اِن الفاظ کو نشر کیا۔

پندرہ برس کے نظمی کو اگر ہلال احمر کا دفتر نہ بھولا ہو تو براہ عنایت اس کے چچا کو یہ خبر دے دیجیے کہ وہ اپنے ماں باپ اور خدا کے پاس پہنچ گیا جن کے لیے وہ بہت بیقرار تھا۔

فاطمہ بنت عبداللہ طرابلسی

فاطمہ کا باپ شیخ عبداللہ قبیلہ ابراعصہ کا سردار تھا اس نے غزوہ طرابلس میں بڑے کام کیے کمال پاشا اور انور بے نے اہل طرابس میں ظالم اطالیوں کے مقابلے کے لیے مجاہدانہ روح عمل پیدا کی شیخ عبداللہ نے اپنے وطن کے بچاؤ کی خاطر اپنے قبیلے اور تمام افراد خاندان کو اطالوی

افواج کے مقابلے میں لا کھڑا کیا اس فدائے اسلام نے اپنے قبیلہ کو ابھارا اور اطراف و نواح کے دوسرے قبائل کو آمادۂ جہاد کیا اپنا تمام مال و متاع ترک افسر اسمٰعیل ثباتی بک کو دے دیا حکومت ترکیہ کی طرف سے تمام عربوں کو بطور نفقۂ جنگ کے روزینہ دیا جاتا تھا اس کے لینے سے بھی اس نے انکار کر دیا غرضکہ میدان جنگ میں بڑی بہادری دکھائی اور ۱۹۱۲ء میں جام شہادت نوش کیا اس کے تمام خاندان کے لوگ اٹلی کی فوج کے ہاتھوں کام آئے ایک لڑکی فاطمہ نامی بچی بھی جس کی عمر گیارہ سال کی تھی مگر وہ مجاہدانہ سرگرمی میں باپ سے سبقت لے گئی زوارہ مقام پر مجاہدین کی جماعت اٹلی کی فوج سے مقابلہ کر رہی تھی یہ بچی پیش پیش تھی، مشک کاندھے پر رکھے میدانِ جنگ میں گولے برس رہے ہیں مگر وہ زخمیوں کو پانی پلا رہی ہے اور بندوق ہاتھ میں رہتی موقعہ ملتا دشمن کو ٹھکانے لگا دیتی۔ تمام عربوں اور ترکوں میں نمایاں نظر آتی تھی۔ اسمٰعیل ثباتی بک نے ایک دن اس بچی کو گولوں کی بارش میں جانے سے روکا۔ فاطمہ نے کہا۔

"چھوڑ دو کیا تم بھول گئے کہ اسلام اور وطن کے کتنے فرزند یہاں پیاسے دم توڑ رہے ہیں"

یہ کہا اور نظروں سے غائب ہو گئی۔

۱۲۔ رجب ۱۳۳۱ھ کو زوارہ میں اطالیوں نے زبردست حملہ کیا عربوں اور ترکوں کی متحدہ فوج کی تعداد زیادہ سے زیادہ تین ہزار تھی۔

مگران کو شکست ہوئی ۱۲۰۰ لاشیں چھوڑ کر ساحل کی طرف پسپا ہو گئے مگر عرب اور ترک بڑھے اور ان کو جا لیا اور مقابلہ میں اچھی طرح مزاج پرسی کر دی، فاطمہ بھی ساتھ ساتھ تھی ایک اطالوی نے زخمی ترک کو پانی پلاتے دیکھا اس کو پکڑ لیا اس نے ترک کی تلوار لے کر اس کا کام تمام کیا۔ چار اطالویوں نے گھیر لیا اور گولی کا نشانہ اس معصومہ کو بنا لیا۔ احمد نوری بک نے اس کی لاش ڈھونڈی اور سپرد خاک کی۔

بلقانی شورش تمام بلقانی ریاستوں نے اعلان جنگ کر دیا۔ بلغاریہ نے ایڈریانوپل کو گھیرا۔ یونانی مقدونیہ کے بیشتر حصہ پر قابض ہو گئے۔ سروی البانیہ کو فتح کرتے ہوئے مناستر کے فوجی اڈے میں داخل ہو گئے۔ یونانی سالونیکا میں بڑھتے ہوئے در آئے غرضکہ اس طرح مغربی دول نے ترکی مقبوضات پر بلقانی بھیڑیے چھوڑ دیے کہ یہ اس کی تکا بوٹی کر دیں تاکہ ترکی خرخشہ یورپ سے جاتا رہے۔

طرابلس کے بارے میں غیر ملکی حکومتوں نے ترکوں پر یہ زور دینا شروع کیا کہ اطالیہ سے صلح کی جائے۔ ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۱۲ء کو ترکی اور اطالیہ کے مابین صلحنامہ تیار ہوا جس میں اگر ترکی نے طرابلس کی مکمل آزادی کا اعلان کر دیا تو اطالیہ اپنی فوج جزیرہ روڈس سے واپس بلا لیگا۔ اس پر دستخط ہو گئے ترک افسر واپس بلا لیے گئے۔ مگر اطالوی فوجیں اہم مورچوں پر ڈٹی رہیں اور عربوں سے برسر پرخاش رہیں۔

انور بے طرابلس کے محاذ سے واپس آئے انجمن اتحاد و ترقی ادر

سلطانی حکومت نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ سلطان کی بھتیجی ان سے منسوب ہوئی۔

انور بے نے دیکھا کہ شکری پاشا ایڈریا نوپل کے محاذ میں گھر گیا ہے اور یہ خطرہ سامنے ہے کہ دشمن دارالسلطنت پر ہر وقت حملہ کر سکتا ہے۔ چنانچہ شتلجہ میں فوجیں اور سامان حرب فراہم کیا جانے لگا۔

ہنگامی طور پر فوج کی قیادت محمود شوکت پاشا کے سپرد کی گئی مصطفےٰ کمال اس کے ماتحت رکھے گئے کمال نے یہ رنگ دیکھ کر محاذ جنگ اور فوج کو ہاتھ میں لیا اور ایڈریا نوپل کے قرب وجوار میں مصطفےٰ کمال نے اپنی فوج کو اس طرح سے پسپا کرا دیا کہ دشمن نے اس کو شکست پر محمول کیا۔ آخر ایک مقام پر ترک ڈٹ گئے اور حریف کو منہ کی کھا کر پیچھے ہٹنا پڑا۔ گیلی پولی کے محاذ پر اناطولیہ سے ترکوں کو مزید مدد پہنچ گئی۔

بلقانی باہم لڑ پڑے

اس دوران میں سرویا، بلغاریہ، یونان اور مانٹی نیگرو میں باہمی آویزش شروع ہو گئی۔ اور نصرانی نصرانی کا خون بہانے لگا۔ ادھر ترکوں نے ان کو شکست دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یونان اور سرویا کی فوجیں مال غنیمت کو سمیٹتی ہوئی آہستہ آہستہ اپنے مرکزی مورچوں کی طرف پسپا ہونے لگیں۔ صرف بلغاروی میدان میں لڑتے رہے۔

کامل پاشا نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر انجمن کے ارکان پر

ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا۔

یورپی ممالک جو دراصل بلقان میں شورش کا سبب تھے خیال یہ تھا کہ بلقانی ترکوں کے حصے بخرے کر لینگے مگر وہ خود آپس میں مثل کتوں کے لڑ بیٹھے۔ یہ پانسہ دزدان مغرب کا اُلٹا پڑا چنانچہ ترکی کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھایا۔ برطانیہ نے داماد فرید پاشا کے ذریعہ ترکی حقوق کے تحفظ کا وعدہ کیا۔ کامل پاشا اور ناظم پاشا کو یہ غلط فہمی برطانیہ کی طرف سے تھی کہ یہ ہمارے زخموں پر مرہم رکھیگا۔ غرضکہ لندن میں عہد نامہ مرتب ہوا جس کی رو سے ترکی کو یورپ کے سارے علاقے سے بے دخل قرار دیا گیا اور اس کے ساتھ ایک اہم فوجی اڈے ایڈریانوپل کا بھی مطالبہ کیا گیا۔ املاک بلقانیہ خودمختار تسلیم کی گئیں لیکن ابھی اس صلح نامہ پر حکومت ترکیہ کے دستخط ہونا باقی تھے۔ صلح نامہ پر دستخط کرنے کے لیے ۲۳۔ جنوری ۱۹۱۳ء کی تاریخ مقرر تھی کامل پاشا کی دلی خواہش تھی صلح پر دستخط ہو جائیں مصطفٰی کمال کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ قسطنطنیہ پہنچا اور کامل پاشا کو آگاہ کر دیا کہ صلح نامہ پر دستخط نہ کیے جائیں۔ مگر کامل پاشا نے ۲۲۔ جنوری کو قصر دولمہ باغچہ میں وزراء کی مجلس منعقد کی جس میں دول یورپ کی قصیدہ خوانی کے ساتھ صلح نامہ پر دستخط کرنے کا فیصلہ دہرایا گیا۔

انور بے گیلی پولی سے انجمن اتحاد و ترقی کے تار پر ۲۳۔ جنوری کو صبح سات بجے قسطنطنیہ پہنچ گیا۔ غازی محمود شوکت کو وزارت کے لیے

آمادہ کرلیا۔ کامل پاشا کو بے دخل کرنے کے انتظام مکمل کرلیے گئے گیارہ بجے طلعت پاشا وزیر اعظم سے ملا اور اس سے کہا کہ وزارت اپنا فیصلہ بدل دے یا مستعفی ہو جائے۔ کامل پاشا نے انکار کر دیا۔ طلعت نے کہا تو پھر خونریزی اور انقلاب کا تماشہ دیکھنا۔ یہ کہہ کر طلعت واپس آگیا۔

سہ پہر کے وقت اسی ارکان حکومت قصر وزارت میں صلحنامہ پر دستخط کرنے کے لیے اکٹھے ہوئے۔ انور بے اپنے انصار عمر فوزی، مصطفیٰ نجیب، خلیل بے، جمال بے، طلعت بے، نیازی بے وغیرہ کے ہمراہ قصر وزارت میں داخل ہوا۔ لطیف بے نے انور بے کا رستہ دفتر وزارت کا روک لیا لیکن ایک ہی گولی سے ٹھنڈا ہو گیا۔ توفیق بے آگے بڑھا مگر پستولوں کی نالیوں کو دیکھ کر پیچھے ہٹ گیا۔ ناظم پاشا چیخا یہ کیا گستاخی ہے۔ نکل جاؤ مصطفےٰ انجیب نے یکے بعد دیگرے تین گولیاں چلائیں اور ناظم پاشا اوندھے منہ آرہا۔ توفیق پھر انور پر پستول لے کر جھپٹا کہ نجیب درمیان میں آکر قربان ہو گیا اور اپنی گولی سے توفیق کا بھی کام تمام کر تا گیا۔

انور بے نے پستول تھام کر گرج کر مجلس کو مخاطب کیا۔ خبردار اب کوئی گولی چلانے کی ہمت نہ کرے اور میں قوم کا نمائندہ ہوں، میں حکم دیتا ہوں کہ تم لوگ جنگ جاری رکھنے کا حلف اٹھاؤ یا وزارت کی کرسی خالی کر دو۔ کامل نے فوراً استعفیٰ پیش کر دیا اور اس کے ساتھی بھی مستعفی ہو گئے انور نے دوسرا حکم دیا تم سب نظر بند ہو۔ پھر محمود پاشا کو وزارت سپرد کر کے انور سلطان محمد خامس کے پاس گیا اور نئی وزارت

کی یہ تشکیل کی :-

محمود شوکت پاشا وزیر اعظم ، طلعت پاشا | وزیر خارجہ
عزت پاشا وزیر جنگ ، انور پاشا حا | قسطنطنیہ
دول یورپ کے مسودۂ صلح کو پرزے پرزے | کردی کی ٹوکری
میں پھینک دیا اور اعلان کردیا جنگ جاری رہے | انوپل بلقانیوں
کے حوالہ نہیں کیا جائیگا۔ یہ رنگ دیکھ کر اتحادی خاموش ہو بیٹے۔

جنگ عمومی | ۱۹۱۴ء ۱۳۳۳ھ میں یورپ میں جنگ عظیم شروع ہوگئی جس میں ایک طرف اتحادی (انگلستان ، فرانس ، اٹلی وغیرہ) اور دوسری طرف جرمنی اور آسٹریا تھا۔ انگلستان نے اپنی ہمنوا دول کو آمادہ کرلیا تھا کہ روس کو قسطنطنیہ اور دردانیال دیا جائیگا۔ اس بنا پر وہ اتحادیوں کا ہمنوا بن گیا۔

باوجودیکہ دولت عثمانیہ اتحادیوں سے تعلقات رکھنا چاہتی تھی مگر ترکوں کی کمزوری اور بے سروسامانی کا حال دیکھ کر اس کے حصے کرنے کے درپے تھے بلکہ انگلستان نے یہ بے ایمانی کی کہ اس کے یہاں کے کارخانے میں دو جہاز بنے گئے تھے ان کو ضبط کرلیا اور ان کی قیمت کی واپسی سے بھی منکر ہوگئے۔ آخرش پرنس سعید حلیم صدر اعظم نے ۲ اگست ۱۹۱۴ء کو جرمنی کے ساتھ ایک خفیہ معاہدہ کرکے جنگ میں شرکت اختیار کرلی۔

انگریز اپنی طاقت کے بھروسہ پر جنگی جہاز لے کر دردانیال پر حملہ آور ہوئے ، مگر ترک بہادروں نے ساحلی قلعوں پر سے ایسی بے مثال گولہ باری

کی کہ انگریزی جہاز سخت نقصان اٹھا کر واپس چلے گئے۔ ادھر بصرہ میں انگریزوں نے فوجیں اتار کر عراق عرب میں پیش قدمی کی۔ ترکی فوج نے یہاں پر بھی خوب دل کھول کر پٹائی کی آخرش ذلت و خواری سے انگریزی سورما ہزیمت اٹھا کر بھاگے اور جنرل ٹاؤنشینڈ اور بقیہ فوج قط العمارہ میں گرفتار کر لیے گئے۔ ترکوں نے انگریزوں کے جو حمایتی غلام ہند کے گئے تھے ان کی سرکوبی بھی ایسی کردی کہ نمک خواری ناک کے راستہ نکل گئی

شریف مکہ کی بغاوت عربوں میں کچھ عرصہ سے یہ احساس پیدا ہو گیا تھا کہ ہم کو ترکوں نے اپنا دست نگر بنا رکھا ہے مگر کوئی موقعہ انہیں نہیں مل رہا تھا کہ وہ ہاتھ پیر نکالتے حسن اتفاق سے سنہ ۱۹۱۶ء میں انور پاشا کی رائے سے جو اس وقت وزیر جنگ تھے جمال پاشا کی قیادت میں ترکی فوج نے نہر سویز پر حملے شروع کیے مکہ کے شریف حسین نے جمال پاشا سے لاکھوں روپیہ اور اسلحہ اس غرض سے منگائے کہ پندرہ ہزار عربوں کا لشکر تیار کر کے مصر کی مہم کے لیے دیگا مگر اس موقع سے فائدہ اٹھا کر در پردہ اس نے انگریزوں سے بھی سازباز کیا وہ اس امر کے منتظر تھے چنانچہ انگریزوں نے پوری مدد دی پھر تو شریف نے کھل کر ترکوں کی مخالفت کی اور ترکی سپاہ کو جو حجاز میں تھی مقابلہ کر کے نکال دیا اور ۱۶۔ نومبر سنہ ۱۹۱۶ء کو اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا اس زمانہ میں روسی محاذ پر ترکوں نے ہزیمت اٹھائی جس کے باعث

عراق عرب سے فوجیں وہاں بھیجنی پڑیں۔ انگریزوں نے شریف حسین کی کمزوری کو پیش نظر رکھ کر سیاسی دسیسہ کاری سے ایک طرف بغداد اور دوسری طرف شام و لبنان اور فلسطین سے موصل تک سارا علاقہ ترکوں سے چھین لیا۔ جس کے بعد اگست ۱۹۱۷ء میں اتحادی نمائندوں نے پیرس میں باہم یہ سمجھوتہ کیا کہ آرمینیہ، شرقی اناطولیہ، آستانہ اور دردانیال روس کو دیا جائے۔ حیفہ اور بغداد انگلستان کو۔ اسکندرونہ اور موصل فرانس کو۔ مغربی اناطولیہ اطالیہ کو اور فلسطین حلیفوں کی مشترکہ حمایت میں رہے

شریف حسین تمام عرب کی حکمرانی کے خواب دیکھ رہا تھا مگر پہلو میں اس کے اسلام دشمنی سے فرنگیوں کا اقتدار قائم ہو گیا تھا بلکہ اس کی حکمرانی انگلستان کے رحم و کرم پر باقی تھی۔

وفات اسی زمانہ میں ۱۳۳۶ھ میں سلطان محمد خامس نے وفات پائی۔

سلطان عبدالوحید خاں

تخت نشینی سلطان محمد خامس کے بعد ۱۳۳۶ھ میں عبدالوحید کی تخت نشینی عمل میں آئی جبکہ اتحادی خبث باطنی سے ترکی سلطنت کو نقشے میں باہم تقسیم کر چکے تھے۔ لیکن اسی دوران میں روس جس کو ترکی کا بڑا حصہ خالص کر اس کا مرکز قسطنطنیہ ملنے والا تھا اندرونی انقلابی بغاوت کی وجہ سے جنگ سے الگ اور اتحادیوں سے خارج ہو گیا۔ اتحادیوں نے کوشش کر کے ولسن صدر امریکہ کو اپنے ساتھ ملا لیا جس کی شرکت جنگ کی وجہ سے اتحادی فتحیاب ہو گئے اور ۱۵ اگست ۱۹۱۸ء کو لڑائی ختم ہو گئی۔

اس وقت زعمار جمعیۃ اتحاد و ترقی طلعت پاشا، انور پاشا اور جمال پاشا جن کی متفقہ رائے سے دولت ترکیہ نے اس جنگ میں شرکت کی تھی روپوش ہو کر برلن چلے گئے۔ اکتوبر ۱۹۱۸ء عزت پاشا صدر اعظم نے جدید وزارت مرتب کر کے اپنی افتتاحی تقریر میں سیاسی مجرموں کو معافی دی اور اس بات کا اظہار کیا کہ ہم امریکہ کے پریسیڈنٹ ولسن کے چودہ شرائط کے مطابق اتحادیوں کے ساتھ مصالحت کے لیے تیار ہیں لیکن اتحادیوں نے معاہدہ سیورے میں جو اسی مہینے میں ہوا ترکی کی مجوزہ تقسیم ہی کو بحال رکھا۔ روس کے نکل جانے کے بعد قسطنطنیہ

اور آبنائے کا مسئلہ حل طلب ہوگیا تھا جس کی نسبت غالب خیال یہ تھا کہ دول فاتح کی مشترکہ ملکیت قرار دیا جائے۔ چنانچہ نومبر ۱۹۱۸ء میں اتحادی فوجیں قسطنطنیہ میں آگئیں اور انہوں نے رفتہ رفتہ حکومت کے انتظامی صیغے اپنے ہاتھ میں لینے شروع کیے۔ ترکوں نے جنرل ٹاؤنشینڈ کے توسط سے جو ان کے یہاں گرفتار تھا، انگریزوں کے ساتھ صلح کی سلسلہ جنبانی کی اور پیرس کانفرنس جو جون ۱۹۱۹ء میں ہوئی اپنا ایک وفد بھیجا مگر کوئی کامیابی نہیں ہوئی اور اس کانفرنس نے بھی جس میں دس سلطنتوں کے نمائندے شریک تھے ترکی سلطنت کے لیے موت ہی کا فتویٰ صادر کیا۔

مارچ ۱۹۲۰ء میں قسطنطنیہ کے جملہ شعبہائے حکومت اتحادیوں نے بظلم و تشدد اپنے ہاتھ میں لے لیے ترکی مجلس مبعوثین کا خاتمہ ہوگیا۔ انگریزوں نے چھیاسٹھ زعمائے احرار کو مالٹہ میں لے جاکر نظر بند کیا اور اپنے آوردہ داماد فرید پاشا کی صدارت میں ایک نام نہاد ترکی وزارت مرتب کرا دی جو اتحادی نمائندوں کے ہاتھ میں مثل کٹھ پتلی کے تھی۔

یونانی یونانیوں سے انگریز نے ساز باز کیا اور وہاں کے وزیر مسٹر وینزلوس کے دعوے کے مطابق جنوبی البانیا، تھریس، قسطنطنیہ اور مغربی اناطولیہ پر یونان کے حقوق ملکیت تسلیم کر لیے۔ ۱۵۔ جون ۱۹۱۸ء کو انگریزوں کی پوری معاونت (اسلحہ حتیٰ کہ فوج تک) سے یونانی فوجوں نے بندرگاہ سمرنا پہنچ کر قبضہ کر لیا اور اندرون ملک میں

بڑھنا شروع کیا۔ اور جس قدر ظلم یونانی کر سکتے تھے اُنہوں نے ترکوں پر روا رکھے۔

ترکوں نے دیکھا کہ اتحادی ان کو فنا کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور دول یورپ یونانی مظالم کو ٹھنڈے دل سے دیکھ رہے ہیں اور اتحادیوں کا منشا یہ ہے کہ وہ ترکوں کو ان اقوام کا محکوم بنا دیں جو صدیوں ان کے زیر حکومت رہی ہیں۔

مصطفےٰ کمال کا کارنامہ مصطفےٰ کمال سا غیور ترک اتحادیوں کا یہ رنگ دیکھ کر جوش میں آگیا اور اس نے ترکوں میں قومی حمیت بیدار کر دی قوم کے بکھرے ہوئے شیرازے کو ایک نظام میں لا کر ملک کو دشمنوں سے بچانے کی سعی کی۔

حزب وطنی مصطفےٰ کمال اپنے پرانے رفیقوں کو ساتھ لے کر اناطولیہ پہنچا اور جون سنہ ۱۹۱۹ء میں ایک موتمر ملی منعقد کی جس میں ارض روم اور اناطولیہ کے اسی نمائندے شریک ہوئے اس کا نام حزب وطنی رکھا گیا اور تمام علاقہ میں کمال نے ہنگامی دورہ کیا اور ترکوں کی رگوں میں قومی حمیت کا جوش تازہ کر دیا۔

صدارت ۲۹ اپریل سنہ ۱۹۲۰ء کو ارض روم اور سیواس میں جمعیۃ وطنی نے مصطفےٰ کمال کو اپنا صدر منتخب کیا۔ ادھر قسطنطنیہ میں جس قدر احرار گرفتاری سے اتحادیوں کے ہاتھوں بچ رہے تھے وہ بھاگ کر اناطولیہ آگئے اور جمعیۃ وطنی میں شامل ہو گئے

ترکوں کی زبوں حالی ترک متواتر گیارہ سال سے جنگ میں اُلجھ کر

خستہ حال ہو گئے تھے، ان کے پاس اسلحہ و ذخائر جنگی کی بہت کمی تھی جو باقی بچے تھے وہ ظالم اتحادیوں نے قسطنطنیہ کے قبضہ کے وقت ترکوں سے لے لیے تھے اور ان کو بے دست و پا بنا دیا تھا، مگر ترک دنیا کی وہ ممتاز قوم ہے جو کہ بغیر ہتھیار کے ہی اپنی شجاعت و بہادری کے بھروسہ پر ظالم یونانیوں سے دو دو ہاتھ کرنے کے لیے آمادہ تھے۔ چنانچہ ترکوں نے ٹوٹے پھوٹے اسلحہ سنبھال لیے اور یونانیوں کا مقابلہ شروع کیا۔ جو باشندوں کو قتل کرتے، بچوں کو ذبح کرتے، عورتوں کی تذلیل کرتے ہوئے بڑھتے چلے آتے تھے۔

ادھر دوسری طرف فرانسیسوں کو جو اناطولیہ کے جنوب مشرق اور شام کے شمال میں سلیشیا پر قابض ہو گئے تھے۔ ان ترکوں نے کمال کی امداد ملتے ہی فرانسیسوں پر حملہ بول دیا اور ان کو شکست فاش دی جس سے اس نے صلح کر کے سلیشیا خالی کر دیا اور جان بچا لے گیا۔

خلافت مآب خلیفہ عبدالوحید اور اس کا وزیر داماد فرید پاشا انگریزوں کے دام میں پھنس چکا تھا اور اس نے ترکی سلطنت پر انگریزوں کا انتداب قبول کر لینے کا وعدہ کر لیا تھا۔

انگریزوں نے حزب وطنی کی سرگرمی عمل دیکھ کر صدر اعظم کو آمادہ کیا کہ وہ سرگروہ احرار کے خلاف قدم اٹھائے۔ چنانچہ خلیفہ اور فرید پاشا نے ۱۱۔ جون ۱۹۲۰ء کو شیخ الاسلام دری زادہ آفندی سے فتویٰ لے کر حامیان وطن و ملت کو باغی قرار دیا۔ اور انگریزوں سے قرضہ لے کر

مصطفیٰ پاشا کرد کی ماتحتی میں ان کے استیصال کے لیے ایک فوج بھیجی۔ اس پر بس نہیں کیا بلکہ مصطفیٰ کمال پاشا، فواد پاشا، ڈاکٹر عدنان بک اور رؤف پاشا وغیرہ جو وطنی تحریک کے علم بردار تھے غائبانہ موت کا حکم صادر کیا اور ان کے اموال، ہر قسم کے فوجی امتیازات اور شہری حقوق ضبط کر لیے۔ اس مضحکہ خیز عمل سے ملک میں خلیفہ اور صدر اعظم کے خلاف ایک لہر دوڑ گئی۔

مصطفیٰ کمال کو جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے اعلان کر دیا کہ

"میں آستانہ کی ترکی حکومت کو تسلیم نہیں کرتا کیونکہ وہ اجنبی دول کے زیر اثر ہے"[1]

بالشویکوں سے معاہدہ

روس میں انقلاب کے بعد بالشویک حکومت قائم ہو گئی تھی جو مشرق میں انگریزوں کے خلاف اپنا نفوذ بڑھانا اور انگریزوں کو نیچا دکھانا چاہتی تھی چنانچہ ڈاکٹر بکر سامی کو حزب وطنی نے ماسکو بھیجا۔ جمال پاشا بھی برلن سے وہاں آ گئے۔ ان ہر دو نے ترکوں اور بالشویک حکومت میں ۲۱ مارچ سنہ ۱۹۲۱ء معاہدہ اتحاد لکھوایا۔

مصطفیٰ کمال کا بڑا کارنامہ

مصطفیٰ کمال نے دو لاکھ فوج مرتب کر کے انگریز کے پٹھو یونانیوں پر جو ملک کے بڑے حصے پر ظلم و جور کے ساتھ قبضہ کیے بیٹھے تھے ۲۹۔ اگست سنہ ۱۹۲۱ء

---

[1] تاریخ دولۃ العلیۃ العثمانیہ للعلامہ محمد فرید بک مصری۔

کو حملہ کر دیا۔ اسکی شہر بروصہ اور ازمیر سے ان کی پٹائی کر کے نکال باہر کیا۔ پھر سمرنا پر یونانیوں کی ایسی سرکوبی کی کہ سر پہ پیر رکھ کر بھاگے باوجودیکہ یونانی فوجیں تین لاکھ نفوس پر مشتمل تھیں بیشتر حصہ فنا کے گھاٹ اترا بہت سے گرفتار ہوئے، بہت تھوڑے ترکوں کے ہاتھ سے بچ کر بھاگ سکے اگلا پچھلا انتقام بہادروں نے ظالم یونانیوں سے لے لیا۔ مال غنیمت ترکوں کے ہاتھ خوب لگا انگریز اور ان کے ہمنوا دیکھتے رہ گئے۔ تمام یورپ ترکوں کی بہادری سے دنگ ہو کے رہ گیا اور مجبوری درجہ اتحادیوں نے جو قسطنطنیہ پر قابض ہو گئے تھے اس زبردست قوت کو دیکھ کر ترکی امراء فوج کے ساتھ مدانیہ میں گفتگو کی اور قسطنطنیہ کو خالی کر دینے کا وعدہ کیا سمجھتے تھے کہ اگر یہ ترک قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوئے تو اتحادی فوج جو وہاں مقیم ہے وہ بچ نہ سکے گی۔ اور اگر ہم مقابل آئے تو روس ضرور ان کا معاون ہوگا۔

لوزان کانفرنس ترکوں کی شجاعانہ سرگرمی دیکھ کر اتحادی جھکے اور وطنی جماعت کے ساتھ مساویانہ مصالحت کے متعلق گفتگو شروع کر دی۔ چنانچہ سوئٹزرلینڈ کے مقام لوزان میں ۲۰ نومبر ۱۹۲۲ء کو کانفرنس شروع ہوئی ترکی نمائندہ عصمت پاشا تھے عصمت نے اتحادی نمائندوں کی وہ خبر لی کہ لارڈ کرزن جو انگلستان کا نمائندہ تھا منہ کی کھا کے رہ گیا۔ آخرش اتحادی مجبور ہو گئے اور عصمت پاشا کے مطالبے منظور کیے اور ۲۴۔ جون ۱۹۲۳ء کو کانفرنس ختم ہوئی قسطنطنیہ، تھریس، اناطولیہ اور ایشیائے کوچک

کا کل علاقہ ترکوں کا تسلیم کر لیا گیا اور وہ جملہ مراعات جو دول یورپ کو ترکی میں حاصل تھیں وہ یک قلم منسوخ کی گئیں۔ یہ کارنامہ عصمت پاشا کے تدبر کا تھا۔ خدا کے فضل سے ترک ایسے آزاد ہو گئے جیسے اپنے عروج کے زمانہ میں تھے۔

انخلائے قسطنطنیہ ۲ اکتوبر ۱۹۲۳ء کو اتحادیوں نے قسطنطنیہ کو خالی کر دیا سلطان عبدالوحید بھی انگریزی جہاز پر سوار ہو کر مالٹہ چلتے ہوئے۔

قیام جمہوریت ترکیہ مصطفےٰ کمال اس عظیم الشان کارنامہ کا ہیرو ہے کیونکہ ترکوں کا گیا ہوا ملک اور مٹا ہوا وقار پھر واپس مل گیا چنانچہ ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۲۳ء کو جمعیت وطنی نے ترکی سلطنت کو جو دستوری تھی جمہوری کر کے مصطفےٰ کمال پاشا کو صدر منتخب کیا اور اتاترک کے خطاب سے نوازا۔

پایۂ تخت قسطنطنیہ سے دارالسلطنت ہٹا کر انگورہ کو مستقر حکومت قرار دیا۔

سلطان عبدالمجید خاں

آخری خلیفہ سلطان عبدالمجید ثانی کو عبدالوحید کے فرار ہونے کے بعد جو ولی عہد بھی تھا ترکوں نے خلیفہ بنا لیا۔ مگر اصولاً دو متصادم اختیارات ایک ملک میں نہیں رہ سکتے تھے دوسرے سال

سلطان کو معزول کر دیا۔ یہ آخری خلیفہ بنی عثمان فرانس کے شہر مینس میں قیام پذیر ہوئے۔ نظام حیدر آباد میر عثمان علی خاں نے گراں قدر رقم سالانہ مقرر کر دی۔ اور مولانا شوکت علی مرحوم کے ذریعہ سلطان کی دو شہزادیاں نظام کے دو بیٹوں سے منسوب کرا دیں۔

خاتمہ خلافت ترکی جمہوریہ نے خلیفہ کے ساتھ خلافت کا منصب بھی ختم کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

عہدِ اتاترک

کمال اتاترک ۱۹۲۳ء میں برسر اقتدار ہوئے تو ان کی توجہ زیادہ تر مغربی معاشرت و تمدن کے اختیار کرنے اور پھیلانے کی طرف تھی۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو ٹھکانے لگا کر آمریت کی شان پیدا کر لی۔ جمہوریت برائے نام رہ گئی، مذہب پس پشت پڑ گیا۔ پندرہ برس صدر جمہوریہ ترکیہ رہے۔ یہ واقعہ ہے کہ انگورہ کو مغربی رنگ میں رنگ دیا مگر شہروں سے متصل جو دیہات تھے ان کی وہی پس ماندہ حالت رہی اور وہ پرانی ڈگر سے نہیں ہٹے۔ یہ درست ہے کہ ترکیہ کا کسان مشرق کے دوسرے ممالک کے کسان کی طرح جاگیرداروں کا غلام نہیں کیونکہ کمال اتاترک نے کسانوں کی دو تہائی آبادی کو زمین عطا کی مگر پھر بھی کمالی اصلاح سے کسانوں کی زندگی میں کوئی فرق نہیں پڑا۔

صنعت و حرفت اتاترک نے صنعتوں کے قیام کی اپنے عہد میں زبردست

کوشش کی صنعتی ادارے قائم کیے، مگر یہ سعی سطحی ہے۔ مثل یورپی ممالک کے ترکی علاقہ نہ بن سکا۔

تعلیمی ترقی

کمال اتاترک نے ترکوں کو رومن حروف کو تہجی بنانے اور مغربی وضع قطع اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ اسکول کالج کثرت سے کھولے۔ اس لاطینی رسم خط میں کثرت سے کتابیں نقل کی گئیں مگر ابھی ترکی زبان مغربی و مشرقی جملہ علوم و فنون سے مالا مال نہ ہو سکی مگر جو کچھ تعلیمی ترقی ہوئی وہ بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں۔

جمہوریہ ترکیہ پر نظر

اتاترک کے ساتھیوں کے ہاتھ میں سارا نظم و نسق تھا۔ یہ پیپلز پارٹی کہلاتی تھی شروع چند سال تک تو اس جماعت نے بہتر کام کیا آخر میں اس پارٹی نے بہت سخت گیری اختیار کرلی۔ عوام میں اگلی سی محبت ان سے نہ رہی چنانچہ عمال حکومت کے جبر و ظلم کا ایک واقعہ اخبار میں شائع ہوا تھا کہ ایک شخص کی لاش باسفورس سے نکالی گئی جسے بڑی تکلیف دے کر مار اگیا تھا تو استنبول کے ایک راہگیر نے طنزاً لاش سے مخاطب ہو کر کہا: "بیچارہ شدید باز پرس کی بھینٹ چڑھ گیا"

مصطفیٰ کمال کا انتقال

۱۹۳۸ء میں مصطفیٰ کمال کا انتقال ہو گیا۔

عصمت پاشا

اتاترک کے بعد پیپلز پارٹی نے عصمت پاشا کو صدر جمہوریہ ترکیہ منتخب کیا اور انونو خطاب دیا۔ اولاً ان کا عہد اسی طرز پر تھا جیسا کہ کمال اتاترک کے زمانہ میں تھا مگر ان کو قدرے

مذہب سے لگاؤ ضرور تھا سب سے بڑا کارنامہ ان کا یہ ہے کہ دول مغرب کے بموقعہ جنگ عظیم جھانسے میں نہیں آئے۔ قوم کو اس جنگ سے الگ تھلگ رکھا۔ مگر ترکوں میں پھر ایک لہر اٹھی وہ مذہب کی طرف لوٹنا چاہتے ہیں اور وہ موجودہ طرزِ زندگی سے گھبرا سے گئے ہیں گو عصمت انونو کے دورِ حکومت میں پرانی روایات کا چرچا ہونے لگا تھا، مساجد تعمیر ہوئیں، مذہبی لٹریچر پر سے پابندی اٹھالی گئی مگر ملک کچھ اور بھی دیکھنا چاہتا ہے۔ چنانچہ جلال بائر جو ایک عرصہ تک وزیر رہ چکے تھے انہوں نے ڈیموکریٹک پارٹی سے تعلق پیدا کر لیا عوام اس جماعت کی طرف جھکنے لگے اور عصمت انونو کی جماعت سے منحرف ہو گئے۔ ۵۰ء میں انتخاب صدر کے موقعہ پر پیپلز پارٹی کا ایک قافلہ ساحلی گاؤں 'تستوجو' میں رکا وہاں کے باشندوں سے پانی مانگا لیکن انہوں نے بڑی بے رخی سے جواب دیا جاؤ اور اپنے لیے سمندر سے پانی بھرو عوام پیپلز پارٹی سے اس قدر بیزار ہو چکے تھے۔

جلال بائر صدر جمہوریہ

جلال بائر ایک مرتبہ پیپلز پارٹی کی حکومت میں وزیر اعظم بھی رہ چکے اور یہ مارشل فوزی چقماق نیشن پارٹی (حزب مخالف) کے قائد بھی رہ چکے ہیں۔

۵۰ء کے انتخاب صدر جمہوریہ میں ڈیموکریٹک پارٹی نے عصمت انونو کو نظر انداز بالکل کر دیا۔ اور جلال بائر کو بہت زیادہ ووٹوں سے کامیاب بنایا

اس پارٹی نے وعدہ کیا ہے کہ حکومت ترکیہ کو اب سے بہت زیادہ ترقی کی راہ پر لگایا جائے گا۔ اس سے بڑھ کر اس جماعت کا یہ دعوےٰ ہے کہ انفرادی سرمایہ اور قومی ملکیت کے بہتر عناصر کو یکجا کر دیا جائے گا۔ یہ ضرور ہے کہ اس جماعت کے بیشتر رہنما تاجر طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے وہ ضرور انفرادی سرمایہ اور انفرادی مساعی کو زیادہ اہمیت دینگے۔ ادھر جلال بائر نے عربی زبان میں نماز پڑھنے کی اجازت دی اور مذہب سے دلی لگاؤ بھی ہے۔ امید ہے کہ پرانی خرابیوں کی اصلاح موجودہ صدر کے ہاتھوں ہو سکیگی۔ اس جگہ ہم دست بدعا ہیں جمہوریہ ترکیہ کا مستقبل روشن و تابناک ہو اور ان میں اسلامی روح جاگزیں ہو۔

دولت عثمانیہ کا پس منظر

خلفائے عباسیہ کے شروع عہد سے ہی ترکوں کے اکثر قبائل دائرہ اسلام میں داخل ہو کر جوہر بہادری دکھلاتے ہوئے ترقی کے میدان میں گامزن ہوئے عثمانی ترکوں کا اقبال چمکا تو خلافت بنی عباس ادبار کی گھٹاؤں میں گھر چکی تھی عظیم الشان سلطنت جو ایک خلیفہ کے تابع تھی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر مختلف خاندانوں میں بٹی جو آپس میں برسرپیکار تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان ترکوں کے ہاتھوں سے شیرازۂ سلطنت اسلامیہ کو پھر یکجا کرا دیا، اور اس میں نئے سرے ایسی جان پڑگئی کہ روشن ماضی کی یاد تازہ ہوگئی۔

گو یہ لوگ خانہ بدوش صحرانورد تھے مگر بہادر اور مہذب تھے اسلام نے ان میں مجاہدانہ سرگرمی پیدا کر دی جس نے اسلامی حکومت کو حیات تازہ بخشی اور مسلمانوں کا عزم جو مردہ ہو چلا تھا اس کو ایسا زندہ کیا کہ ان کی فتوحات کا دائرہ ممالک ایشیا سے یورپ کے حدود کے اندر دور تک وسیع ہوگیا تھا۔ غرضکہ تاریخ سلطنت اسلامیہ کے تاج کا ایک گوہر بے بہا یہ عثمانی ترک کہے جا سکتے ہیں۔

ترکی قبائل میں سے اغز یا یوغز قبیلہ تھا جس کا چشم و چراغ امیر عثمان خاں تھا جس نے دولت عثمانیہ کی تاسیس کی اور اس کی اولاد میں ۱۹۲۴ء تک سینتیس سلطان ہوئے اور اس کے اخلاف سے تین ۳

ترکی جمہوریہ کے صدر ہوئے۔

امیر عثمان خاں نے حکومت بازنطائن کے علاقے لے لیے سلطان آورخاں نے بروصہ اور نکائیہ کا الحاق کیا ہمسایہ ریاست قراسی بھی زیرنگیں آگئی۔ اور ینگ چری (انگشاریہ) فوج قائم کی جو صدیوں تک عثمانیہ فتوحات کے سرکا سہرا ثابت ہوئی۔ ۷۵۹ھ میں ہلسپانڈ عبور کر کے قلعہ گیلی پولی کو مرکز بنا کر سلطنت بازنطائن کے یورپین مقبوضات کو فتح کرنا شروع کر دیا۔ چند سال کے بعد ایڈریانوپل اور فلیوپولس مسخر ہوئے مرتزہ، کسارو بھی لے لیے ان مہمات سے قسطنطنیہ کے نواحی ضلعے کے سوا تمام جزیرہ نمائے بلقان پر ترکوں کا قبضہ ہو گیا۔ مگر تیمور کی آویزش سے قسطنطنیہ ترکوں سے کچھ عرصہ کے لیے بچا رہا۔ بایزید اور تیمور باہم برسر پیکار رہے۔ بایزید ناکام رہ کر اسیر ہو کر عدم کو روانہ ہوا، مگر محمد اول کی بیدار مغزانہ پالیسی سے اس سلطنت کا پھر اپنے سابقہ دم خم پر عود کر آنا کچھ کم حیرت انگیز نہیں۔ مراد ثانی نے ہونی ایڈی (ولاچی کے سفید نائٹ) کے حملوں کو پامردی سے روکا اور صلیبی مجاہدوں کی گوشمالی کی جس سے شمال سے پھر کسی دشمن کو مقبوضات ترکی پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور آئندہ دو صدیوں کی تاریخ میں ترکی کی فتوحات کی طول طویل فہرست کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ ۱۴۵۳ء ۸۵۵ھ میں سلطان محمد ثانی نے قسطنطنیہ فتح کر لیا۔ اس کے ساتھ ہی سلطنت بازنطائن کا چراغ گل ہو گیا۔ ۸۷۵ھ ۱۴۷۵ء میں کریمیا کا الحاق ہوا، جزائر ایجین عثمانیہ قلمرو میں داخل

ہوئے۔ حتیٰ کہ اٹلی میں ترکی جھنڈا قلعہ اٹرنٹو پر لہرانے لگا۔ سلطان سلیم اوّل نے اپنے آٹھ سالہ قلیل دورِ حکومت میں ایران کو شکست دے کر خراسان و دیار بکر کو ترکی قلمرو میں ملا لیا۔ ۱۵۱۷ء میں شام، مصر اور عرب کے صوبجات مملوکوں سے چھینے گئے۔ اور دائرہ حکومت قلمرو عثمانیہ کا بڑھ گیا۔ سلیمان اعظم نے اپنی مہتم بالشان فتوحات سے سلیم کے کارناموں کو بھی دلوں سے بھلا دیا۔ ۱۵۲۲ء میں سلطان نے رہوڈس کے نائٹوں کو ان کے مضبوط مورچوں سے نکال دیا۔ شمال میں بلگراڈ (بلغرید) مسخر ہوا۔ ۱۵۲۶ء میں سلیمان اعظم نے میدان موہاکس میں فی الواقعہ ہنگرین سپاہ کو کچل ڈالا۔ اس جنگ میں بیس ہزار عیسائی تلوار کے گھاٹ اُترے۔ اور شاہ ہنگری لوئیس ثانی بھی مقتول ہوا۔ ڈیڑھ صدی تک ہنگری ترکی کا ایک صوبہ رہا۔ سلطان سلیمان نے ۱۵۲۹ء میں وائنا کا محاصرہ کر لیا۔ گو اسے فتح نہ کر سکا تاہم اس نے ارچ ڈیوک فرڈیننڈ کو خراج ادا کرنے پر مجبور کیا۔

مسٹر اسٹینلی لین پول اپنی تاریخ "شجرات فرمانروایان اسلام" میں لکھتے ہیں:

"سلیمان اعظم کہلانے کا دعویٰ صرف اسی بات پر مبنی نہیں کہ وہ بڑا لائق و قابل اور روشن خیال حکمران تھا یا اُسے عظیم الشان فتوحات حاصل ہوئیں بلکہ اُسے اس لحاظ سے اعظم کہنا بجا ہے۔ کہ اس نے چارلس اول، فرانسس اول، الزبتھ اور لیو دہم جیسے جلیل القدر بادشاہوں اور کلمبس کورٹس اور ایلمہ جیسے نامور مدبرین کے زمانہ میں اپنی بزرگی

کو قائم و برقرار رکھا۔ چارلس اعظم کی آنکھوں کے سامنے اس نے ہنگری کا الحاق کرلیا۔ اور وائنا کو جا گھیرا اور بحری طاقت کے عروج کے زمانہ میں جبکہ ڈوریا اور ڈریک جیسے یورپ کے امیر البحر موجود تھے سلیمان کے جنگی جہازوں نے ہسپانیہ تک بحری راستہ کو خس و خاشاک سے پاک و صاف کردیا اور سلطان کے امیر البحر باربروسہ، پیال اور ڈراگ کے نام سے بحر روم کے کنارے کی سلطنتیں کانپتی تھیں انہوں نے اہل ہسپانیہ کو بربری ریاستوں سے نکال دیا تھا۔ سنہ ۱۵۳۸ء میں بحری لڑائی میں پوپ روما۔ اور شہنشاہ کو شکست فاش دی سلیمان کی سلطنت بوڈاپسٹ (واقع ڈینوب) سے اسوان (واقع آبشار نیل) اور فرات سے آبنائے جبرالٹر تک پھیل گئی تھی ترکی کی تاریخ میں سلیمان اعظم کا عہد گویا اس کی منتہائے ترقی کا زمانہ تھا۔"

دور تنزل سلطان سلیمان کے بعد سے گو کچھ فتوحات ہوئیں مگر اس کے ساتھ ناکامیاں زیادہ تھیں سنہ ۱۵۷۱ء میں لیپانٹو میں منہزم ہوتے ہی ترکی کے بحری عروج کا تنزل شروع ہو گیا۔ باوجودیکہ بری جنگوں میں ترکوں نے متعدد فتوحات حاصل کیں۔ سنہ ۱۵۷۱ء میں قبرص کا الحاق کرلیا۔ سنہ ۱۵۹۶ء میں افواج آسٹریا کو بمقام کرزنٹر شکست

دی مگر ترک بحری طاقت کے لحاظ سے یورپ کے خوف و خطر کا موجب نہ رہے اور ان کی عظمت و شوکت و سطوت اہل یورپ کے دلوں میں پہلے بیٹھی ہوئی تھی وہ باقی نہ رہی سلطان مراد چہارم نے ۱۶۳۸ء میں بغداد لیا اور ۱۶۴۵ء میں اہل وی نیشیا سے کینڈیا اور جزیرے لے لیے مگر یورپ میں شکستوں کا منہ دیکھنا پڑا۔

۱۶۶۴ء میں سینٹ گوتھرڈ میں ۱۶۷۳ء میں چوک زم میں ۱۶۷۵ء میں لیمبرگ میں جان سوبیکی کے مقابلہ پر ترک گھونگھٹ کھا گئے اور تاب مقابلہ نہ لا سکے۔ اور بوسینیا، یونان پر اہل اسٹریا اور اہل وی نیشیا نے کئی حملے کیے۔ ۱۶۹۷ء میں زنٹا کی لڑائی میں شاہزادہ یوجین نے صدر اعظم ترکوں کو پہنچایا اور ۱۶۹۹ء میں صلحنامہ کارلووٹز اور ۱۷۱۸ء کے پاس سرودٹز کے عہدنامہ نے ہنگری، پوڈولیا۔ ٹرنسا لونیا میں ترکوں کا تسلط کچھ باقی نہ رکھا۔

۱۷۳۶ء میں روس نے اوکنزے کو اور ازدو کو ترکوں سے لے لیا ۱۷۸۳ء میں کریمیا کو قبضہ میں لایا اور دریائے ڈینوب کی مملکتوں پر کئی حملے کیے۔ افریقہ میں مصر کو محمد علی نے ترکی سلطنت سے عملاً آزاد کر لیا۔ الجیریا ۱۶۵۶ء ٹیونس ۱۷۰۵ء میں آزاد ہوئے تھے ۱۸۳۰ء میں فرانس نے الجیریا پر قبضہ کیا اور ٹیونس پر ۱۸۸۱ء میں متصرف ہو گیا۔ سلطان مراد چہارم نے اپنے مقبوضہ بغداد کو ایران سے واپس لیا۔ ۱۸۷۸ء میں برلن کے عہدنامہ کے موافق باطوم روس کے ہاتھ لگا، اور برطانیہ نے جزیرہ قبرص

ہتیا لیا۔ روس کے دباؤ سے رومینیا، سرویا میں سلطنتیں قائم ہوئیں اور مونٹی نیگرو آزاد ہوا۔ یونان کو تھسلی ملا۔ بوسینیا، ہرزی گونیا آسٹریا کے سپرد ہوئے ۱۸۸۵ء میں ایک نئی باجگزار ریاست مشرقی رومیلیا قائم ہوئی۔ جس کے سبب سے کوہ بالکین کے شمال میں ترکی سلطنت باقی نہ رہی عبدالحمید کے عہد میں ترکی کا رہا سہا بھرم جاتا رہا۔ طرابلس اٹلی نے لیا، تمام بلقان میں آتش بغاوت روشن ہوئی۔ اتحادیوں کی ریشہ دوانیوں نے ترکی کے حصے بخرے کر دیے کچھ علاقہ بچا تھا اس کو بھی بانٹا جا رہا تھا۔ محمد خامس کے زمانہ میں عرب بھی نکل گیا۔ وہ وقت آگیا کہ یونانیوں نے تھریس پر قبضہ جمایا، قسطنطنیہ پر اتحادی قابض ہوئے، مگر نوجوان ترکوں نے یونان کو پیٹا، اتحادی بھاگ کھڑے ہوئے سلطنت عثمانیہ کی کشتی ڈوبتی دیکھ کر کمال پاشا نے انگورہ میں جمہوریہ ترکیہ کی تشکیل کی اور خلافت عثمانیہ کا خاتمہ کر دیا۔ ترکی جمہوریہ تنزل کے بعد پہلا زینہ ترقی کا ہے، تفصیلی حالات ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

سیاسی بیداری

ترکوں میں بجز ذات شاہی کے کوئی ادارہ سیاسی نہ تھا حتیٰ کہ انقلاب فرانس سے عثمانی عیسائی رعایا اثر پذیر ہو کر آزادی کی جدوجہد میں لگ کر کامیاب ہوئے مگر ترکی طبائع پر اس انقلاب کا بہت کم اثر پڑا۔ سب سے پہلے جس شخص نے ترکوں میں حریت کا احساس پیدا کیا وہ

مدحت پاشا تھا جس نے سلطان عبدالحمید کے شروع عہد میں دستوری حکومت کا اعلان کرایا مگر سلطان کے استبداد کی بدولت دستور نہ چلا اور مدحت پاشا طائف میں نظر بند ہوا اور اس کے ہمنوا شہر بدر کیے گئے مگر اس واقعہ نے نوجوانوں میں حریت کا جذبہ پیدا کر دیا ادھر سید جمال الدین افغانی نے عبدالحمید کو اتحاد ملت کی طرف متوجہ کیا اور حجاز ریلوے کو امت کی مشترکہ ملکیت قرار دے کر عالم اسلامی میں ترکی خلیفہ اور خلافت کا احساس پھیلایا اس کے بعد ہی سلطان نے سید صاحب کو ٹھکانے لگوا دیا۔ انہی دنوں شیخ عبدالرحمٰن الکواکبی نے ترکوں میں اصلاح دینی کی تحریک پیش کی، دو کتابیں طبائع الاستبداد اور جمعیۃ ام القریٰ لکھ کر شائع کیں ترکوں میں ان کی مقبولیت بہت ہوئی سلطان کے انشرار یلدز نے استبداد سیاسی سے الکواکبی کو دینی اصلاح سے روک دیا، بلکہ دونوں مذکورہ کتابوں کو مملکت عثمانیہ میں ممنوع الاشاعت قرار دے دیا۔ ملک میں اس کا اثر پڑا کچھ دنوں کے بعد ہی وطنی تحریک اٹھ کھڑی ہوئی نیازی بک، انور بک، محمود شوکت پاشا وغیرہ نے انجمن اتحاد ترقی کی تشکیل کی اور کارہائے نمایاں کیے سلطان کو معزول کر دیا کمال پاشا نے آگے چل کر خلافت ہی کا الغاء کر دیا۔ اور اس کے بجائے جمہوریہ ترکیہ قائم ہو گئی۔ پہلے صدر جمہوریہ کمال پاشا رہے پھر عصمت انونو اور ۱۹۵۰ء میں جلال بائر صدر جمہوریہ ترکیہ ہیں۔ اس جمہوریہ کے تحت میں صرف ایشیائے کوچک اور یورپ میں تھوڑا سا علاقہ ہے

آبادی زیادہ تر مسلمان ہیں۔ پہلے سرکاری مذہب اسلام تھا لیکن ۱۹۲۸ء میں سرکاری مذہب کی حیثیت اڑا دی گئی اور ترکی کو صحیح معنی میں ایک جمہوریہ قرار دیا گیا ترکی کا رقبہ اب ۷۸۰,۵۷۶ مربع کلومیٹر ہے جس میں زیادہ تر پہاڑی علاقہ ہے۔ دریاؤں کی وادیاں اور ساحلی علاقہ زرخیز ہیں۔ انقرہ، ازمیر، استامبول بڑے شہر ہیں۔

نظامِ مملکت

سلاطین عثمانیہ میں سے پہلے جو سلاطین تھے ان کے یہاں نظمِ مملکت سلجوقی فرمانرواؤں کے طرز پر تھا۔ آگے چل کر اضافہ کر لیا سلجوقیوں کی طرح مہمات سلطنت میں سلطان فرمانروائے مطلق تھا جس کی اطاعت لازمی تھی اور بشرط رعایت نصوص قرآن مجید سلطان۔ رعایا کے جان و مال اور ملک و فوج وغیرہ پر سیاہ وسفید کا کلی اختیار رکھتا تھا۔ دولت عثمانیہ کے سب سے بڑے دو عہدہ دار تھے ایک صدر اعظم جو امور ملکی و فوجی کا کفیل ہوتا تھا دوسرا شیخ الاسلام جو شرع شریف کا حامل ہوتا تھا۔ صدر اعظم کے ماتحت جملہ وزرا اور ملکی دفاتر تھے اور شیخ الاسلام کی نگرانی میں محکمہ جات شرع و قضاۃ۔ شیخ الاسلام علاوہ مذہبی امور کے مہمات سلطنت میں اعلانِ جنگ معاہدۂ صلح عزل و نصب سلاطین وغیرہ میں دخیل تھا۔

شیخ الاسلام کے بعد قاضی عسکر روم ایلی اور قاضی عسکر اناطولیہ کا

درجہ تھا ان میں سے ہی شیخ الاسلام بنایا جاتا۔ سلطان شیخ الاسلام کے علیحدہ کرنے کا مجاز رکھتا تھا مگر حرمت شرع کی وجہ سے ایسا نہیں کرتا تھا اور نہ سلطان ان کے فتوے کی مخالفت کا اختیار رکھتا تھا بلکہ شیخ الاسلام کی عظمت اور بزرگی ملحوظ رکھنی پڑتی تھی چنانچہ سلاطین عثمانیہ میں سلطان سلیم خاں بڑے جلال اور ہیبت کا بادشاہ ہوا ہے۔ ایک موقع پر اس کو ملازمانِ خزانہ پر غصہ آگیا اور ان میں سے ڈیڑھ سو آدمیوں کے قتل کا حکم دے دیا اور مولانا علاءالدین جمالی ان دنوں قسطنطنیہ میں مفتی تھے اُنہوں نے جو یہ سخت حکم سُنا تو ان بیکس ملازموں پر رحم آیا اور سلطان کو سمجھانے کے لیے باب عالی کو تشریف لے گئے۔ قاعدہ یہ تھا کہ مفتی صدر بدوں کسی حادثہ عظیم کے باب عالی کا قصد نہیں کرتا تھا۔ جب یہ ایوان وزراء میں داخل ہوئے تو سارے اہلِ دیوان حیران رہ گئے کہ خدا خیر کرے مفتی صاحب کیسے تشریف لائے حضور سلطانی میں ان کی اطلاع ہوئی اور یہ اجازت ملی کہ تنہا آئیں۔ یہ وہاں پہنچے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ بیٹھنے کے بعد سلسلۂ تقریر یوں شروع کیا۔ "جو علماء منصب فتویٰ رکھتے ہیں ان کا فرض ہے کہ سلطانِ وقت کی آخرت درست رکھنے کی فکر رکھیں میں نے سُنا ہے کہ سلطان نے ڈیڑھ سو آدمیوں کے قتل کا حکم دیا ہے حالانکہ شرعاً یہ تجویز ناجائز ہے، لہذا میں عفو سلطانی کی استدعا کرتا ہوں"۔ سلطان کو اپنے مفتی کی یہ مداخلت نہایت شاق اور ناگوار معلوم ہوئی۔ اور قہر آلود ہو کر کہا کہ تم کو اپنے حدِ اختیار

سے بڑھنا اور امورِ سلطنت میں دخل دینا نہیں چاہیے اُنھوں نے جواب دیا کہ میں معاملات سلطنت میں دخل نہیں دیتا بلکہ عاقبت سلطانی کی عافیت چاہتا ہوں اور یہ میرا فرض ہے۔

ان عفوت فلك النجاة والافلاك عقاب عظیم

سلطان کے دل پر اس کلام کی جلالت اثر کر گئی اور غصہ فرو ہو گیا، اور ان تمام ملازموں کی خطائیں معاف کر دیں۔ جب مفتی ممدوح نے اٹھنے کا قصد کیا تو فرمایا کہ میں سلطان کی آخرت کے متعلق تو فرض منصبی ادا کر چکا اب ایک بات شان سلطنت کی نسبت کہنا چاہتا ہوں۔ سلطان نے پوچھا وہ کیا؟ تو اُنھوں نے جواب دیا کہ یہ سب بیچارے آپ کے غلام ہیں کیا یہ مناسب ہوگا کہ غلام شاہی ہو کر دربدر مانگتے پھریں؟۔ سلطان نے فرمایا کہ نہیں۔ انھوں نے کہا، تو ان کی جگہ پھر انہیں کو عطا فرمائی جائے۔ سلطان نے ازراہ مراحم خسروانہ اس کو بھی قبول کیا، مگر یہ کہا کہ ان کو قصور کی سزا ضرور دی جائیگی۔ مولانا نے فرمایا کہ اس میں مجھ کو کچھ کلام نہیں ہے کیونکہ تعزیری سزا رائے سلطانی پر منحصر ہے۔ اتنا کہہ کر سلام کیا اور گھر کو چلے آئے۔[1]

ایک دن سلیم نے ان سے پوچھا کہ دنیا کو فتح کرنا بہتر ہے یا قوموں کو مسلمان بنانا۔ شیخ جمالی نے جواب دیا کہ مسلمان بنانے میں زیادہ ثواب ہے۔ سلطان نے صدر اعظم کو حکم بھیجا کہ ہر گوشہ میں اعلان کر دیا جائے کہ جو

---

[1] علمائے سلف از نواب حبیب الرحمٰن خان شروانی صدر یار جنگ بہادر ص ۱۱۳

اسلام نہ لائے گا قتل کر دیا جائیگا"
شیخ کو خبر لگی تو بطریق کو لے کر سلطان سلیم کے پاس پہنچے اور وہ عہدنامے دکھائے جو قسطنطنیہ کی فتح کے بعد سلطان محمد نے نصاریٰ کے ساتھ کیے تھے۔ پھر قرآن مجید کا حکم سنایا کہ اہل کتاب سے جزیہ لے کر مذہب میں آزاد چھوڑ دینا چاہیے۔ سلیم کو شیخ کے ارشاد پر پابند ہونا پڑا اور حکم واپس لے لیا۔
داخلی نظم ونسق کے دفتر کو دیوان دولت سے خطاب کرتے تھے

وزراء

تین وزراء مقرر کیے جاتے تھے۔ سلطان احمد ثالث نے آٹھ کی تعداد وزراء کی مقرر کی اور ان کا رئیس صدر اعظم کو بنایا انہی کی مشاورت سے امور سلطنت طے پاتے اور ما تحت دفاتر نیز سلطنت کے صوبوں اور ریاستوں کے حکام وعمال کے بھی وزراء نگراں تھے۔
قپودان دریا کا وہ عہدہ تھا جس کے تحت میں بحری افواج تھیں اور بری فوج صدر اعظم کے تحت میں تھی۔

رعایا کے ساتھ سلوک

سلاطین عثمانیہ جہاں شجاعت میں سب سے نمایاں وصف رکھتے تھے اس کے ساتھ ہی رواداری میں بھی اقوام عالم میں بینظیر تھے۔

ترکوں نے ہمیشہ رعایا کے ساتھ عدل وانصاف کا برتاؤ کیا۔ عیسائی اور یہودی سب ہی خوش اور چین سے زندگی بسر کرتے تھے۔ یورپ میں یہودیوں پر بڑے ظلم روا رکھے جاتے مگر ترک ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے مگر اس پر بھی وہ فتنہ اٹھاتے نصرانیوں سے میل کر لیتے پھر بھی ان پر ظلم نہ کیا جاتا بلکہ تادیب ضرور کر دی جاتی۔ غیر مسلموں کو مذہبی آزادی تھی قسطنطنیہ میں بطریق کے عہدہ کو قائم رکھا اور اس کے حقوق محفوظ کر دیے۔

مذہب

ترک اسلام میں داخل ہونے کے بعد سے اسلام کے سچے فدائی ہو گئے اور شعائر اسلام کا ہمیشہ احترام رکھا۔ یہ ان کے بے ریا اور مخلصانہ اسلام کا ہی اثر تھا کہ ایک طرف اپنی آبائی شجاعت کے جوہر دکھاتے دوسری طرف اپنے اخلاق اور بلند سیرت اور رواداری سے اپنی زیر اثر قوموں کو گرویدہ کر لیتے چنانچہ سربیا۔ بلغاریہ۔ رومانیہ اور یونان، البانیا کے بے شمار افراد بلا جبر و اکراہ عیسائیت کی خرافات سے بیزار ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ انکشاریہ فوج میں وہ نصرانی نوجوان لیے جاتے تھے جو مسلمان ہو جاتے تھے ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی تھی۔ لطف یہ ہے کہ ان نوجوانوں کی اسلامی طور طریق سے تعلیم و تربیت کی جاتی کہ ان کے اخلاق اعلیٰ ہوتے اور ان میں مجاہدانہ سرگرمی پیدا ہو جاتی

نماز روزے کے بڑے پابند اور اوراد و وظائف کے عادی قرآن مجید بڑے خوش الحانی سے پڑھتے نیک چلن ایسے ہو جاتے کہ پاکیزگی ان کے چہروں سے عیاں ہوتی۔ ان کی اعلیٰ سیرت کے چرچے دور دور تک تھے بلقان کے عیسائی رؤسا اپنے بیٹوں کو خوشی سے لاکر خود انکشاریہ فوج میں بھرتی کراتے تھے۔

ترک بالعموم مجاہد اور سرفروش ہونے کے ساتھ دینی عقائد کے پکے۔ عبادت کے پابند اور خانگی زندگی روزمرہ کے معاملات اور اخلاق میں خالص مسلمان اور باہمی اخوت رکھنے والے غیر متعصب، نیک اوصاف سے متصف۔ ان خوبیوں کی وجہ سے ان کی سیرت بلند تھی۔ سلاطین عثمانیہ اور رعایا حنفی مذہب کے پابند اس وجہ سے اختلافی جھگڑے بہت کم پیدا ہوئے۔ شیخ الاسلام کی پوری اطاعت کرتے۔ جو وہ حکم دیتا اس کو دل سے مانتے۔

ترکوں کو تصوف سے بھی دلی لگاؤ تھا۔ اور پیری مریدی کا سلسلہ بھی رائج تھا۔ خانقاہیں، تکیے ان کے مرکز تھے۔ البتہ نام نہاد صوفیوں کی وجہ سے فتنوں کا ظہور ہوتا رہتا جس کا اثر ترکوں کی باہمی اخوت اور ان کی سیاست ملکی پر پڑتا تھا۔ جمہوریہ ترکیہ نے تمام زوایا اور تکیے بند کرا دیے۔ علما رسو بھی اپنے وقار کی خاطر بعض ایسی حرکتیں کرنے لگے تھے جس کا اثر نقصان رساں تھا یہ حکومت کے آلہ کار بن کر حریت نواز قوم کو غلط راستہ پر لگانا چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ ان علما میں قدامت

پسندی زیادہ تھی وسعتِ نظر کم۔ اس وجہ سے ہی مذہب کے نام سے مفید دنیاوی علوم وفنون کے پڑھنے سے روکتے ملک کی فلاح کے لیے جدید اصلاحات پیش کی جاتیں تو ان کی مخالفت کرتے۔ نوجوان ترکوں نے ان کے اقتدار پر ایسی سیاسی کاری ضرب لگائی کہ یہ حضرات لاچار ہو کر رہ گئے۔ پھر ان کا کوئی پرسانِ حال نہ رہا۔ البتہ علمائے حق کی ہر زمانہ میں توقیر و منزلت رہی، تمام سلاطین عثمانیہ ان کے سامنے جھکتے رہے اور ان کی قدر و منزلت شایان شان کرتے رہے۔ ان علمار احناف کا ہی اثر تھا کہ سلطان سلیم اول مذہب حنفی کا سب سے بڑا علم بردار تھا جس کی خواہش یہ تھی کہ اس کے قلمرو میں بجز حنفیت کے کوئی دوسرا مذہب نہ رہنے پائے۔ اور اس کو اس سلسلہ میں بڑی کامیابی بھی ہوئی اور اس کے اخلاف بھی سرگرم سعی رہے۔ البتہ کمال پاشا کے عہد میں اسلام سے ہی اگلا سا شغف نہ رہا تو حنفیت کی پرسش کیا ہوتی۔ مگر ترک حنفی ہی کہلاتے ہیں۔

عثمانی ترکوں کا علمی عہد

ترک ہمیشہ علم کے شیدائی اور دوسرے علمی اقوام کے ہونہار شاگرد رہے ہیں۔ ترکی علمار عجمی عربی تمدن پر گہری نظر رکھتے تھے اور چونکہ ازمنہ وسطیٰ میں علم کا مطلب ہی علم دین تھا اس لیے اسلامی دینیات کے مطالعہ کا شوق بہت جلد ترکوں میں پیدا ہو گیا۔

شروع عہد میں ترکی علماء میں مشہور شخصیت شیخ ادوے بلی کی تھی جس کی دامادی کا فخر عثمان خان کو تھا ان کے ہم عصر علماء میں درسوں فانی، چندرالی - قرا خلیل یگانۂ روزگار تھے -

سلطان اور خان نے مدرسہ ازنک قائم کیا جہاں سے علوم عربیہ کے بڑے بڑے صاحب فضل و کمال نکلے۔ سلطان سلیم نے ادرنہ میں عظیم الشان درس گاہ قائم کی اور قسطنطنیہ کا دار العلوم سلیمانی خاص شہرت رکھتے ہیں، جہاں دور دور سے طلباء نے آکر علم کی تحصیل کی یہاں کے اساتذہ میں عسکر بے لی جمال الدین اور علامہ سعد الدین تفتازانی بھی خاص شہرت ہے -

شیخ بدر الدین نے تصوف کے متعلق قابل قدر کتابیں لکھیں سلطان محمد فاتح کے عہد میں ملا خسرو نے کتب فقہ کے مصنف کی حیثیت سے خاص نام پایا اور ان کی کتاب "غرر" اور اس کی شرح "درر" بہت شہرت پذیر ہیں۔ زمبلی، علی جمالی اور مفتی اعظم کمال پاشا زادہ نے سلطان سلیم اول کے عہد میں اپنے فضل و کمال کے ڈنکے بجا دیے ان کے تبحر علمی کی تمام عالم اسلامی میں شہرت تھی -

تفسیر

سلطان سلیمان کے زمانہ میں مفسر قرآن علامہ ابو سعود آفندی نامور عالم تھے۔ ابن کمال نے تفسیر اور کمالیات میں بڑی شہرت پائی انہوں نے تاریخ پر بھی قلم اٹھایا، شاعر بھی تھے۔ غرضکہ جامع العلوم اپنے زمانے کے تھے -

طب | ترکی علماء نے طب یونانی کو نوازا اور اپنی زبان میں اس کی کتب کو منتقل کر لیا۔ مشاہیر اطباء میں حکیم اسحاق اور حاجی پاشا تھے یہ بایزید کے معاصر تھے۔ الیجی زادہ، خاونجی زادہ محمد فاتح کے ہمعصر تھے۔ علی احمد چلپی وسیم عباس کی بھی بڑی شہرت ہے۔ فن جراحی میں خصوصاً کحال کی حیثیت سے ان کی شہرت وسطی یورپ تک پہنچی ہوئی تھی۔

شفاخانہ | سلطان بایزید نے ۱۴۰۱ء میں بروصہ میں شفاخانہ تعمیر کرایا تھا۔ اس کے ساتھ مطب بھی حاذق اطباء کا تھا۔ مدرسہ سلیمانی اور مدرسہ محمد فاتح میں درسیات کے ساتھ طب یونانی کا بھی درس لازمی تھا۔

تاریخ | عاشق پاشازادہ سب سے پہلا ترکی مورخ تھا۔ وہ بایزید ثانی کے عہد میں گزرا ہے اور اپنے ہم عصر نشری کی جہاں نما کی طرح اس کی تصنیف میں ترکوں کی لڑائیوں کا حال نہایت سلیس اور صاف زبان میں ہے۔

سعد الدین مدا ثانی متوفی ۱۵۹۹ء نے عثمانی خاندان کی ایک مفصل تاریخ ترکی نثر میں تحریر کی جس میں ابتدا سے لے کر سلیم اول تک کے تاریخی حالات مندرج تھے۔ اس کا نام تاج التواریخ تھا۔ اس تاریخی تصنیف سے ترکی ادب میں عمدہ سوانح نگاری کا آغاز ہوا جس کی بڑی حد تک کمی تھی۔

نعیمات نے تاریخ عثمانی کے نام سے ایک تاریخی کتاب لکھی اس کا زمانہ ۱۵۹۲ سنہ تا ۱۶۵۹ سنہ تھا محمد رابع کے زمانہ میں ایک مشہور ترکی سیاح اولیا نے اپنی سیر و سیاحت کا حال ایک سفرنامہ میں تحریر کیا ہے۔

طاش کپری زادہ بھی ترکی زبان کا مشہور عالم و فاضل تھا اس نے فقہا و مشائخ کی سوانح حیات تحریر کیں۔ ایک دوسرے عالم عطاء اللہ نے بھی اس قسم کی کتاب لکھی۔

ترکی قوم میں حاجی خلیفہ نامور شخصیت ہے جو عربی فارسی ترکی کا زبردست عالم تھا۔ اس نے کشف الظنون کے نام سے عربی، ترکی، فارسی کے مصنفین اور ان کی تصنیفات پر مبسوط کتاب لکھی جو محققین کے لیے شمع راہ ہے یہ عربی زبان میں ہے اس کا ۱۰۶۸ھ ۱۶۵۵ء میں انتقال ہوا۔

ترکی تاریخوں میں نائمہ کی کتاب سب سے زیادہ مستند ہے۔ دوسرے مورخین رشید محمد، اسمٰعیل عاصم، عزی سلیمان، واصف احمد بیچوی، سلانیک لی مصطفیٰ، علی آفندی۔ ان سب نے تاریخ ترکی کے انقلاب آفریں واقعات پر نظر ڈالی ہے۔ مصطفیٰ پاشا کی نتائج الوقوعات اور عطا بے کی اندرون تاریخی۔ علی آفندی کی مناقب ہنروراں۔ نتائج الوقوعات میں صرف واقعہ نگاری پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ سلطنت کے نظم و نسق کی تصویریں کھینچی گئی ہیں۔

جغرافیہ سپاہ زادہ محمد کا جغرافیہ مشہور ہے اور امیر محمد ابن حسن نے سولھویں صدی میں امریکہ کے حالات پہلی مرتبہ ترکی زبان

میں لکھے۔ حاجی خلیفہ نے بھی جہاں نما تصنیف کی۔ اطلاس خورد کا ترکی ترجمہ بھی اسی نے کیا نیز بحری جنگ پر کئی تالیفوں کا سہرا بھی اسی کے ہی سر ہے۔ رئیف احمد نے عہد سلیم میں جغرافیہ پر انگریزی میں مقالہ لکھا۔ اور ایک اطلس مرتب کی۔ سلطان عبدالحمید کے زمانہ میں مغربی علوم کے تراجم کثرت سے ہوئے اور اس عہد میں ترکی کے بڑے بڑے مصنف و مولف تھے بیشتر کے حالات ترکی زبان کی قاموس الاعلام میں تحریر ہیں۔

ترکی نظم و نثر

ترکی زبان اپنے وطن سے دور جا کر غیر ملکوں میں بار آور ہوئی ترکوں نے ایشیائے کوچک میں اپنی حکومت قائم کی تو وہاں کے ایک حاکم امیر قراماں نے جو قونیہ کا حاکم اور شیخ نورالدین صوفی کا خلف ارشد تھا، اس نے اپنے علاقہ میں ترکی زبان کو پہلی پہل سرکاری زبان بنایا اور عربی علمی و دینی زبان تھی۔ سرکاری زبان بنتے ہی اس علاقہ میں جسے آج کل مملکت ترکیہ کے نام سے پکارا جاتا ہے ترکی زبان پھیلنی شروع ہوئی۔ اس کے بعد خاندان عثمانیہ کے زیر سایہ ترکی زبان نے علمی و ادبی زبان بننے کا رنگ ڈھنگ اختیار کرنا شروع کیا۔ ورنہ اپنے وطن ترکستان میں بول چال سے زیادہ حیثیت اس کی نہ تھی

ادب قدیم | قدیم ترکی ادب میں کچھ نظمیں ہیں جو چند بزرگوں نے تصوف اور اخلاق پر تحریر کی تھیں یہ پہلے مجموعے ترکی زبان کے ہیں

احمد یسوی جو یسوی طریقے کے بانی تھے انہوں نے لہجۂ خاقانیہ میں اپنی نظمیں ترکی زبان میں لکھی تھیں ان کے بعد سلطان ولد بہاء الدین کی نظمیں ہیں جو لہجہ اغوذیہ میں ہیں۔ یہ بزرگ مولانا جلال الدین رومی کے صاحبزادے تھے۔

غرضکہ ترکی شاعری کی بنیاد ایسے بزرگ ہاتھوں سے تصوف پر قائم ہوئی، اس کے بعد شعرا نے یہی رنگ اختیار کیا اور فارسی عربی کے وسیع سرمایہ سے فائدہ اٹھا کر انہوں نے ترکی زبان میں سلاست و روانی پاکیزگی اور بلند خیالی پیدا کی۔ قدیمی یونس شاعر نے عوام کی بول چال میں چند نظمیں اس ذہنیت کے مطابق لکھیں جو ترکی ادب کا قدیم ترین سرمایہ ہے۔ قدیم شعرا میں عاشق پاشا مشہور شاعر تھا ایک اور شاعر فاضل نے سلیمان بن اورخاں کے معرکہ گیلی پولی اور دیگر کارناموں پر رزمیہ نظمیں لکھ کر ترکی زبان میں رزمیہ شاعری کی بنیاد ڈالی۔ شیخ کرمیان نے فارسی کی عاشقانہ مثنویوں کی طرز پر محمد اول اور مراد کے زمانے میں مثنوی شیریں خسرو لکھی۔ فتح قسطنطنیہ کے بعد یحیی اوغلو نے محمدیہ کے عنوان سے آنحضرت صلعم کی سیرت پاک اور تاریخی حالات پر ایک تاریخی مثنوی لکھی اس طرح مختلف مثنویوں کے ذریعے ترکی شاعری کا دائرہ وسیع ہوتا گیا لیکن غزل گوئی معراج کمال تک نہ پہنچی تھی۔ کچھ عرصہ بعد ایک تاتاری شیر نوائی شہزادہ علی نے بہت شہرت حاصل کی وہ نہایت عمدہ غزل گو شاعر تھا مگر جس شخص نے ترکی غزل گوئی کا بہترین طریقہ نکالا وہ محمد ثانی کا وزیر احمد پاشا تھا۔ وزیر کی وجہ

سے ترکی شاعری سلطانی دربار تک پہنچ گئی اور امراء و سلاطین کی تفریح طبع کا ذریعہ بن گئی چنانچہ تمام خلفائے عثمانیہ شعروادب کا نہایت عمدہ مذاق رکھتے تھے اور عام طور پر سلاطین خود بھی شعر کہتے تھے، اور شعراء کی قدردانی کرتے تھے۔

سلیمان اعظم کے زمانہ میں محمد بن سلیمان فضولی مشہور شاعر تھا اس کے بعد باقی، کیفی، نابی، شیخ غالب مولوی، نفعی، ندیم یہ سب قدیم دور کے شعراء تھے۔

کیفی ارض روم کا باشندہ تھا قصیدہ گوئی میں اس نے نمایاں شہرت حاصل کی یہ سلطان احمد اول کے عہد میں تھا اپنی قدرت زبان وبیان کا ثبوت اس نے اپنے کلام میں دیا ہے۔ اہل ذوق شعرائے قدیم میں اسے دوسرے درجہ کا شاعر مانتے ہیں۔

نابی ترکی زبان کا مشہور غزل گو شاعر تھا جس نے فارسی شاعر صائب کے تمثیلی رنگ میں غزل گوئی اختیار کی اسی وجہ سے اس کے کلام میں صائب کا رنگ صاف نمایاں ہوا اس نے سلطان ابراہیم اور سلطان محمد رابع دونوں کا زمانہ دیکھا تھا۔

ندیم احمد اول کے زمانہ سے احمد ثالث کے زمانہ تک تھا۔ یہ مقبول عام شاعر تھا۔ ترکی شاعری میں اس کا مرتبہ بہت بلند ہے اسمٰعیل حبیب اس کے متعلق لکھتا ہے:

"اس کی شاعری میں نشاط و طرب کی روح حالت وجد

تک پہنچ گئی تھی۔

شیخ غالب مولوی سلطان سلیم ثالث کے عہد کا شاعر تھا۔ ۱۲۱۳ھ میں فوت ہوا۔ حسن و عشق اس کا پسندیدہ موضوع رہا ہے۔ ترکی نقادوں نے اسے قدیم شعراء میں چوتھے درجہ کا قرار دیا ہے۔ اس کے اشعار میں رنگا رنگ خیالات و جذبات کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔

قدیم شعراء میں ایک شاعرہ نیفی بھی بلند درجہ رکھتی تھی سلطان مراد رابع کی مصاحبہ تھی اور قدیم شاعرات میں وہی ایسی خاتون ہے جس نے ترکی ادب میں لافانی شہرت حاصل کی۔ نقاد مذکور اس کے متعلق لکھتا ہے:

"وہ ایسی آبشار تھی جس میں شان و شوکت اور عظمت کی لہریں متلاطم رہتی تھیں"۔

مذکورہ بالا ممتاز شعراء میں روحی، لامعی، یحیٰی بیگ، نوائی، ہفتی، ابو سعود، بلخ، نورس، حشمت، حنبلی زادہ، وہبی، پرتو اور نصیحت کے نام بھی قدیم شعراء میں نظر آتے ہیں لیکن ان کا ترکی ادبیات میں کوئی مستقل مقام نہیں ہے۔

ان ترکی شعراء کی یہ شاعری نہ صرف وزن و بحر بلکہ معنی و روح کے لحاظ سے بھی قدیم فارسی شاعری کے مشابہ تھی جس کے تمام رشتے حیات اور عمل سے منقطع ہو چکے تھے۔

آخری دور میں جب مغربی خیالات کے اثر سے ترکی میں نئی ذہنیت

پیدا ہوئی تو ان کی شاعری نے بھی نیا رنگ بدلا جس کے علمبردار نامق کمال، حامد، توفیق بک اور محمد عاکف وغیرہ ہیں ان شعراء نے حسن و عشق اور ہجر و وصل کے افسانے چھوڑ کر اثبات زندگی اور ذوق عمل کے نغمے گائے اور عقل و تدبیر کی تحقیر اور توکل و تقدیر کی غلط تعبیر جو گوشہ گیر اور زاویہ نشین متصوفین کے اثر سے دلوں میں جاگزین ہو گئی تھی دور کر کے ارتقائے فکر اور سعی پیہم کے جذبات ابھارے۔

ترکی کے انقلاب میں بھی ان شعراء کی سعی مشکور ہے۔

ترکی نثر ترکی نثر کا آغاز نظم کے عرصہ بعد ہوا پہلے قصے کہانی لکھے گئے شیخ زادہ اور سنان پاشا کی تصانیف اسی پر مبنی ہیں شیخ زادہ نے ترکی میں "چالیس وزیروں کی کہانی" تحریر کی اور اس کتاب کو مراد ثانی کی خدمت میں پیش کیا۔ سنان پاشا جو محمد فاتح کا وزیر تھا نثر میں ایک کتاب لکھی جو نثر کا عمدہ نمونہ ہے اس کا انتقال سنہ ۱۴۳۱ء میں ہوا۔

علی چلپی نے انوار سہیلی کا ترجمہ کر کے ہمایوں کے نام سے سلیمان اول کی خدمت میں پیش کیا یہ ترکی ترجمہ بہت مقبول ہوا۔ اس کے بعد سے بہت سی کتابیں ترکی زبان میں لکھی گئیں اور بڑے بڑے مصنف پیدا ہوئے۔ دینیات، تاریخ، ادب میں زیادہ کتابیں لکھی گئیں۔ البتہ دیگر علوم و فنون میں خلفائے عثمانیہ کے عہد میں کم لکھی گئیں۔ کمال پاشا کے عہد میں اس کی بڑی تلافی ہوئی مگر وہ سب ذخیرہ لاطینی رسم الخط میں ہے۔

کمال پاشا نے تعلیم عام کر دی ۱۹۳۱ء میں یہ قانون منظور ہوا جو تعلیم یافتہ نہیں ہے وہ شہری حق نہیں رکھتا جس سے جہالت ختم ہو گئی۔

صنعت و حرفت ترکوں نے اپنے عہد ترقی میں صنعت و حرفت کی طرف بھی توجہ کی۔ مگر یہ ضرور ہے کہ وہ یورپین ممالک کی مانند نہ ترقی دے سکے۔ بعض صنعتوں کو ضرور فروغ دیا۔ البتہ کمال پاشا کے عہد میں کارخانے بڑے پیمانہ پر قائم ہوئے جس سے اقتصادی حالت سدھر گئی اور زراعت کو بھی شہروں میں جدید طریقہ پر ترقی دی مگر زیادہ کامیابی دیہات میں ابھی نہیں ہوئی۔ مگر افلاس و غربت بہ مشکل ہی کہیں نظر آتی ہے۔ امید کہ موجودہ صدر کے عہد میں ان دیہات کی حالت بھی سدھر جائے۔

تجارت خاندان عثمانی کے زمانے میں ترکیہ کی تجارت زیادہ تر یونانیوں اور دوسری اقلیتوں کے ہاتھ میں تھی ترک تجارت کے لیے موزوں نہ تھے۔ وہ تجارت کو اپنے لیے ناموزوں خیال کرتے تھے وہ دشمن سے لڑنا اور حکومت کے امور میں شرکت اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتے تھے۔ مگر جمہوریہ ترکیہ نے ان ترکوں میں بھی تجارت سے لگاؤ پیدا کر دیا۔ اور اب وہ تجارت پر متوجہ ہو گئے۔ اور تھوڑے عرصہ میں کچھ سے کچھ ہو گئے۔ اب ترک تاجر کا دفتر نہایت قرینہ سے سجایا ہوا ملتا ہے۔

انقرہ اور استنبول میں ترکوں کی زندگی کے آثار ابھر آتے ہیں ہزاروں مرد و عورت ٹراموں، بسوں، ریلوں میں علی الصبح کام کاج کو روانہ ہو جاتے

ہین گاڑیاں ان سے کھچا کھچ بھری ہوئی نظر آتی ہیں۔

لوگوں کے رنگ، لباس اور اداب سے یہ اندازہ لگانا محال ہے کہ وہ مغربی یورپ کے باشندوں سے مختلف ہیں۔

استنبول جہاں آٹھ لاکھ کی آبادی ہے یہاں کثرت سے باغات ہیں۔ باغوں میں جو بچے کھیلتے نظر آتے ہیں ان میں اور انگریز یا امریکن بچوں میں امتیاز کرنا مشکل ہے۔

ترک مغربی معاشرت اختیار کر چکے ہیں۔ مرد اور عورت لباس کے متعلق سخت محتاط ہیں ان کی ہر بات میں سلیقہ اور قرینہ ہے ترک خواتین فیشن میں اپنی فرانسیسی بہنوں کی تقلید کرتی ہیں۔ مگر چال چلن میں دور کا واسطہ نہیں رکھتیں نیکی اور پاک بازی ان کا قومی شعار ہے۔

ترک خواتین

ترکی خواتین کا ہر زمانہ میں یہ امتیاز رہا ہے کہ وہ عفت و عصمت ما بہ مثل عرب خواتین کے رہی ہیں۔ عام طلاق و خلع نے کسی غلط راستہ پر انہیں نہیں لگنے دیا۔ ان میں بھی اپنے مردوں کی طرح بہادری کے جذبات ہیں انگورہ میں پہلی کانفرنس کمال پاشا نے منعقد کی تھی اس میں خواتین بھی شریک ہوئی تھیں کمال پاشا نے ان کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ اب سوال گھر میں بیٹھنے کا نہیں ہے مردوں کے پہلو بہ پہلو خلوتوں سے نکل کر دشمن سے ملک و وطن کو آزاد کرانا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد ہر جنگ میں ترک

عورتوں نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں کیے توپیں گھسیٹ کر لاتیں دشمن پر مردوں کے ساتھ حملہ آور ہوتیں نرسنگ کا کام انجام دیتیں۔ ترکوں کی کامیابی میں عورتوں کا بھی برابر کا ہاتھ رہا ہے۔ خالدہ ادیب خانم کی زندگی شاہد ہے۔ قیام جمہوریت کے بعد بھی کمال پاشا کی توجہ عورتوں کی تعلیم و تربیت کی طرف بہت زیادہ رہی ہے چنانچہ مردوں کے پہلو بہ پہلو ترک عورتیں ترقی کے میدان میں گامزن ہیں۔ ترکیہ وزارت تعلیم کی طرف سے ایک رسالہ (کادین دایو) عورتیں اور خانہ داری کے نام سے نکلتا ہے جس میں عورتوں کو لباس اور قومی شعار اپنانے کی ترغیب دی جاتی ہے عصمت انونو نے صنعت کے زنانے ادارے کثرت سے کھولے جہاں ہزاروں ترک لڑکیاں لباس بنانے، لباس مرمت کرنے، کپڑے دھونے اور نئے فیشن کے مطابق قطع و برید کی تربیت حاصل کرتی ہیں کھانا پکانے کی تربیت دی جاتی ہے

ترکوں کا نظریہ خلافت

خلافت راشدہ کے عہد میں مذہب اور سیاست جدا جدا نہ تھے خلیفہ مذہبی اور سیاسی دونوں قسم کی فرمانروائی کا مظہر ہوتا تھا۔ تاریخ گواہ ہے کہ خلفائے اربعہ نے حدودِ شرع میں رہ کر حکومت کے فرائض بھی بہترین طور سے انجام دیے ان کی فرمانروائی کی بنیاد شرعی دستور حکومت کے مطابق تھی اور وہ اس سے سرمو انحراف نہیں کرتے تھے اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ صحیح خلافت جو تمام شروط اور قدیم روایات عرب کی حامل تھی وہ

مجموعی حیثیت سے صرف خلفائے اربعہ کی خلافت حقہ تھی۔ امیر معاویہ نے خلافت راشدہ کا وہ نظام سیاسی ختم کر دیا تھا جس کی بنیاد شوریٰ اور مذہبی اصول پر قائم تھی اس جگہ اس بزرگوار نے موروثی نظام کی داغ بیل ڈالی جس میں سیاسی مصلحتوں کے سامنے مذہبی اصول ثانوی درجہ رکھتے تھے۔ ان کے جانشیں عالم اسلامی پر اس حکمت عملی کے زیر اثر حکومت کرتے رہے۔

امیر معاویہ کی وجہ سے خلافت موروثی و خاندانی بن کے رہ گئی۔ اور یہی طریقہ بنی عباس کے یہاں رہا۔ البتہ خلفائے راشدین کی طرح بیعت اور امامت کا سلسلہ ضرور قائم رکھا گیا گو خلافت کی جگہ ملوکیت نے لے لی تھی۔ مگر یہ سب بادشاہ یا شہنشاہ کے بجائے خلیفہ ہی کہلائے گئے۔ باوجودیکہ آنحضرت صلعم فرما گئے تھے کہ خلافت میرے بعد تیس سال تک رہیگی۔ پھر جبر و استبداد کی حکومت ہو جائیگی حضرت ابوبکر سے لے کر حضرت حسن تک چالیس سال پورے ہوتے ہیں اس کے بعد جبر و استبداد اور ملوکیت کا دور شروع ہو جاتا ہے۔ مگر مسلمانوں کے ذہنوں میں جاگزیں تھا کہ خلافت ایک ایسا نظام ہے جو اصلاح عالم اور دنیا کے نظام کو صحیح حالت میں رکھنے کے لیے ناگزیر ہے اور خلیفہ اس نظام خلافت اور اس اقتدار کا مرکز اور سرچشمہ ہے۔ اسی بنا پر بنی امیہ اور بنی عباس کے خلفا کو آنحضرت صلعم کا جانشین بھی سمجھا جاتا تھا اور عوام تو عوام بڑے سے بڑے بادشاہ سلطان محمود جیسے نے اپنے معاصر خلیفہ مقتدی باللہ

عباسی سے سند حکومت وخطاب حاصل کرتے اور اپنے خطاب کو طرۂ امتیاز سمجھتے تھے۔ علامہ سیوطی نے لکھا ہے۔

"یوسف بن تاشفین نے سنہ ومراکش کے حاکم کو مقتدی کی خدمت میں بھیجا تاکہ جن ممالک پر اس نے قبضہ کیا ہے ان پر حکومت کرنے کی اجازت اس کے لیے خلیفہ سے حاصل کرے اور اس کے سلطان ہونے کا اعلان کرائے خلیفہ نے اس کی اس فرمائش کو شرف قبول بخشا، اور اس کے پاس خلعت، نشان اور فرمان بھیجا، اور اس کو امیر المسلمین کا لقب عطا فرمایا اس سے انتہائی خوشی ہوئی اور فقہاء مغرب بھی بے حد مسرور ہوئے۔[1]"

سلطان صلاح الدین ایوبی شمس الدین التمش یہ سب خلفائے عباسیہ کی سند نیابت پائے ہوئے تھے۔ چوتھی صدی میں آخری خلفائے عباسیہ کا اقتدار بالکل کم ہوگیا اور مرکز خلافت میں ترک جنرلوں کا اثر ونفوذ بہت بڑھ گیا۔ اور خود مختار حکومتیں بن گئیں فارس میں علی بن بویہ۔ بنو حمدان موصل میں۔ مصر و شام میں محمد بن طغج اخشید کی آزاد مملکت، خراسان میں نصر بن احمد سامانی کی خود مختار سلطنت قائم تھی[2] اس کے ساتھ ہی عالم اسلامی میں تین خلافتیں قائم ہوگئیں اندلس میں اموی خلافت، بغداد میں خلافت عباسیہ، بلاد مغرب میں خلافت فاطمیہ ۲۹۷ھ میں خلافت

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۸۱ [2] الفخری۔ ص ۲۴۹

فاطمیہ ختم ہوئی۔ اور ۶۵۶ھ میں خلافت عباسیہ کا لاشہ تڑپ کر سرد ہو گیا اور اس کے ساتھ خلافت کے قدیم نظام کا خاتمہ ہو گیا۔ اب ہر طاقتور حاکم خود خلیفہ بن بیٹھا تھا اور اپنی حکومت کے شرعی جواز کے لئے خلفاء سے فرمان یا سندِ حکومت حاصل کرنا ضروری نہ سمجھتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مغلوں نے مسلمان ہونے کے بعد قاہرہ میں خلفائے عباسیہ کی کوئی پروانہ کی فارس میں غازان مسلمان ہونے کے بعد سلطان اعظم، سلطان الاسلام والمسلمین بن گیا۔ شاہ رُخ اور تونس کا حاکم ابو عبداللہ محمد حفصی نے بھی خلیفہ کا لقب اختیار کیا۔ ابو عنان فارس مراکش کے خانوادۂ مرینیہ کے ایک فرد اور سلطان علاء الدین خلجی اور اوزن حسن ترکمانی بھی خلافت کے مدعی تھے۔[1]

بلاد ماوراء النہر میں محمد شیبانی، اور مصر کے بعض مملوک سلاطین قائتبائی اور قانصوہ غوری نے بھی اپنے لیے امامت کا دعویٰ کیا تھا۔

سقوط بغداد کے بعد خلیفہ کے مفہوم کا دائرہ عالم اسلامی کے روحانی اور مذہبی فرمانروا تک محدود نہ رہا تھا بلکہ اب اس کا اطلاق ہر طاقتور فرمانروا پر کیا جانے لگا تھا۔ مگر مملوک فرمانروا مصر بیبرس نے اپنے اقتدار کے لیے پھر خلافت بنی عباس کے ڈھانچہ میں زندگی پیدا کرنا چاہی کیونکہ اہل مصر مملوکوں کے استحقاق حکومت کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھتے تھے اس نے استحکام حکومت کے لیے یہ حکمت عملی اختیار کی کہ عباسیہ خاندان کے ایک رکن کو خلیفہ بنایا اور ان کا نام خطبہ میں اپنے نام سے پہلے پڑھوایا۔

[1] مسلمانوں کا نظم مملکت۔ ص ۱۱۵۔

اور دوبارِ عام کرکے خلافت مآب سے شرعی نیابت کی سند لی[1] اور وہ چاہتا تھا کہ بغداد میں پھر نئے سرے سے خلافت کی بنیاد کو مستحکم کرے۔ خلیفہ کو لے کر روانہ ہوا مگر یہ دمشق سے لوٹ آیا خلیفہ پر تاتاری ٹوٹ پڑے اور وہ شہید ہو گئے تو عباسی خاندان کے دوسرے فرد ابوالعباس احمد جو تاتاریوں کے ہاتھ سے بچ رہا تھا اس کو خلیفہ بنایا اور بیعت مع ارکان سلطنت کے کرلی حاکم بامراللہ لقب دیا گیا۔ مگر عباسی خلیفہ کا دائرہ عمل مذہبی اجارہ داری تک محدود رکھا گیا حکومت کے نظم ونسق میں اس کا مطلق دخل نہ تھا۔ بقول مقریزی خلیفہ کی حیثیت صرف ایک نظر بند کی تھی جو عزلت نشینی کی زندگی گزارے۔

بیبرس کو اپنی اس سیاسی چال سے بڑا فائدہ پہنچا۔ ملک کو وسعت ہوئی اور اس کا دائرۂ اقتدار حامی دین کے پردے میں بہت وسیع ہو گیا۔ مصر میں خلافت کا یہ نظام سلطان سلیم اول کی تسخیر تک قائم رہا سلطان سلیم مصر پر تسلط قائم کرنے کے بعد خلیفہ عباس کو اپنے ساتھ لے گیا۔ سلطان مملوکوں کے ملک پر جس میں حرمین شریفین بھی داخل تھے اس کے قبضے میں آئے اور خلیفہ نے تبرکات خلافت بھی سلطان کو تفویض کیے[2] مگر اس کی نگاہ میں خلیفہ کی کوئی قیمت نہ تھی کہ وہ اپنے نام کے ساتھ خلیفہ کا اضافہ کرتا بلکہ اس نے بہت فخر وانبساط کے ساتھ اپنے لیے خادم الحرمین کا لقب استعمال کیا اور ہمیشہ اپنے لیے باعثِ صد

---

[1] النجوم الزاہرہ، ج ۲ ص ۱۱۸
[2] تاریخ مصر ج ۲ ص ۱۷۶

عزت خیال کرتا رہا۔ گو فتح مصر سے قبل وہ خود دوسرے سلاطینِ اسلام کی طرح خلیفہ کے لقب سے انتساب رکھتا تھا اور اس کے آباواجداد ڈیڑھ سو برس سے اس لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔ مگر فتح مصر کے بعد یہ لقب اس کے نام کے ساتھ نظر نہیں آتا۔[۱] البتہ الخاقان الاعظم، ملک ملوک العرب والعجم اس کے القاب تھے ہاں وابستگان دولت عثمانیہ قصائد وغیرہ میں خلیفہ کے لقب سے سلطان کو یاد کرتے مگر سرکاری طور سے تاریخ خاموش ہے۔

سلطان سلیم کے جانشینوں میں بھی کسی سلطان نے خلیفہ، امام یا امیر المومنین کا لقب اختیار نہیں کیا۔

سلاطین عثمانیہ نے اٹھارہویں صدی میں سب سے پہلے خلیفہ کا لقب سیاسی اغراض کے لیے استعمال کیا، اور تبرکاتِ خلافت کے استعمال کا سلطان محمود کو سنہ ۱۲۴۱ھ میں انکشاریہ کی بغاوت پر موقعہ پیش آیا۔ سلطان نے علمِ نبوی کو نکالا اور اس کی روحانی قوت سے انکشاریہ کے خاتمہ میں کام لیا۔[۲]

ورنہ سلیم اول کے بعد جملہ سلاطین عثمانیہ آخر تک بجز حرمین شریفین کے خادم اور جزیرۂ عرب کے محافظ ہونے کے جو ان کی سلطنت کا ایک جزو تھا فرائضِ خلافت کا خیال نہ رکھتے تھے اور نہ ان سلاطین نے عالم اسلامی کی کوئی دینی یا دماغی رہبری کی نہ ان کی وحدت کا کوئی ذریعہ

۱؎ مسلمانوں کا نظم مملکت ص ۳۴۳ ۲؎ تاریخ الدولۃ العلیۃ العثمانیہ۔

پیدا کیا۔ حتیٰ کہ خلفائے بنی عباس حج کو جاتے تھے مگر کوئی عثمانی سلطان حج سے مشرف اندوز نہ ہوا۔ البتہ سید جمال الدین افغانی نے سلطان عبدالحمید کو اتحادِ ملت کے لیے آمادہ کیا اور حجاز ریلوے کی تعمیر سے عالم اسلامی میں ترکی خلیفہ اور خلافت کا احساس پھیلایا۔ ہندوستان کے علماء و سیاسی ہنماؤں نے ترکوں کی خلافت کی اہمیت ظاہر کی اور اس کے ذریعہ دولِ یورپ کو مرعوب کرنا چاہا اور دول یورپ بھی ترکی خلافت کو خطرہ سمجھتے تھے اور اس کے خاتمہ کے درپے تھے۔ مگر کمال پاشا نے ۱۳۴۲ھ میں جمہوریہ ترکیہ قائم کر کے خلافت کا الغا کر دیا۔ اور شخصی خلفاء کو اٹھا کر قوم کے ہر فرد کو انتخاب کے ذریعہ صدرِ جمہوریہ بننے کا موقع دیا مگر یہ جمہوریہ دول مغربیہ کے طرز پر قائم کی گئی ہے کمال پاشا کے بعد صدر عصمت انونو منتخب ہوئے۔ جدید انتخاب کے موقع پر جلال بائر کو صدارت کا عہدہ کثرت رائے سے انونو کے مقابلہ پر ملا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ موجودہ صدر خلفاءِ راشدین کے طریقہ پر فرائضِ صدارت جمہوریہ ترکیہ انجام دیں۔ آمین۔

خدیو

سلیمان سلیم اول کے فتح مصر ۹۲۳ھ ۱۵۱۷ء جس کی تفصیل بیان کی جا چکی ہے تین صدیوں تک مصر ترکی سلطنت کا صوبہ رہا۔ یہاں گورنر مقرر ہوتے رہے مگر مملوکوں کی کونسل کے سامنے جس میں بے لوگ شامل تھے ان گورنروں کا اقتدار برائے نام تھا۔ ۱۷۹۸ء میں نپولین نے مصر میں وارد

ہو کر اس دخل کو موقوف کیا۔

نپولین

جمہوریہ فرانس نے ۱۲۱۳ھ میں نپولین بوناپارٹ کو چھتیس ہزار بحری فوج کے ساتھ مصر کے فتح کے لیے بھیجا تا کہ انگریز جو تجارتی تعلق ہندوستان سے رکھ رہے تھے وہ منقطع ہو جائے۔ نپولین نے بلا اعلان جنگ کیے ہوئے پہلے مالطہ پر قبضہ کیا۔ پھر اسکندریہ میں فوجیں لاکر اتار دیں۔ ابراہیم بک اور مراد بک امراء ممالیک جو دولت عثمانیہ سے باغی ہو کر مصر پر بالاستقلال قابض و متصرف ہو گئے تھے نپولین کے مقابلہ میں شکست کھا گئے۔ نپولین فاتحانہ طور سے قاہرہ میں داخل ہوا اور مصر پر تسلط حاصل کر لیا۔ دولت عثمانیہ کو اطلاع پہنچی اس نے نپولین سے لڑنے کی تیاری کر دی۔ انگریز بھی مصر سے نپولین کو نکالنے میں ترکوں کے معاون بننے کو تیار ہو گئے اور روس نے بھی بحرۂ اسود کے جنگی جہازوں سے ترکوں کے دوش بدوش لڑنے کی درخواست کی۔

باب عالی نے ۲۱۔ ربیع الاول ۱۲۱۳ھ میں فرانس کے ساتھ جنگ کا اعلان کیا اور دمشق میں فوجیں جمع کیں بحری حملہ کے لیے ترکی جہازوں کے ساتھ روسی اور انگریزی آہن پوش بحرۂ روم میں آجمع ہوئے۔

نپولین ترکوں کے مقابلہ کے لیے تیرہ ہزار فوج لے کر عریش سے شام کی طرف بڑھا غزہ، رملہ، یافا فتح کرتا ہوا عکا کا محاصرہ کیا۔ والی عکا احمد پاشا جزار نے مدافعت کا معقول انتظام کر رکھا تھا نپولین بمجبوری محاصرہ اٹھا کر قاہرہ لوٹ آیا ترکی فوجیں دمشق سے بڑھیں اور ادھر ترکی جہازوں سے

روڈس سے اٹھارہ ہزار فوجیں آ اتریں۔ نپولین فوج لے کر مقابل ہوا ترکی فوج گھونگٹ کھا گئی۔ سپہ سالار فوج مصطفےٰ پاشا معہ بہت سی فوج کے گرفتار ہو گئے۔ مگر نپولین کو خبر لگی کہ فرانس میں اسٹریا سے شکستیں کھانے کے بعد طوائف الملوکی پھیل گئی ہے اس لیے انگریزی جہازوں کے خوف سے نپولین خفیہ طور سے اسکندریہ سے نکل بھاگا۔ اس کی فوج بھی چلتی بنی۔

اسکندریہ کا والی ان دنوں محمد علی پاشا تھا۔ مگر انگریزی اقتدار مصر پر ہو گیا اور باب عالی کے دباؤ سے دوسرے سال انگریز بھی مصر سے چلتے بنے میدان خالی پاکر محمد علی پاشا نے ۱۸۰۵ء میں مصر پر اپنا اقتدار جمایا اس نے مملوکی افسروں کو تہ تیغ کیا اور خود مصر کا حکمراں بن گیا۔

محمد علی پاشا

محمد علی مقام قوالہ کا رہنے والا تھا ۱۱۸۲ھ میں پیدا ہوا نپولین کے اختلال مصر پر جو فوج ترکی نپولین کے مقابلہ کے لیے آئی تھی، اس میں یہ بھی شریک تھا خسرو پاشا نے جو مصر کا والی مقرر ہوا تھا اس نے چار ہزار فوج کا امیر محمد علی کو کر دیا۔ رفتہ رفتہ مصر کی ولایت کو قبضہ میں لایا۔ ۱۸۱۱ء میں بقیہ مملوکی افسر بھی ختم کر دیے گئے اور پورے طور سے مصر کا حکمراں بن گیا اور برائے نام دولت عثمانیہ سے تعلق رکھا۔

محمد علی کے بعد عباس اول (۱۸۴۸ء) حکمراں ہوا اس کے بعد اسمٰعیل (۱۸۶۳ء) تخت نشیں ہوا اس نے اپنا خطاب خدیو اختیار کیا۔ اس نے سوڈان کو مسخر کر لیا۔ مگر ۱۸۸۵ء میں جنرل گارڈن کے مارے جانے پر یہ ملک چھوڑ دیا گیا۔ لارڈ کچنر نے دوبارہ سوڈان فتح کر کے جنرل گارڈن کا انتقام

لے لیا ۱۸۸۲ء سے انگریزوں نے اعرابی پاشا کی فوجی بغاوت فرو کرکے مصر پر اپنا اقتدار جما لیا جس کے کچھ اثرات تا حال موجود ہیں۔

اسمٰعیل کے بعد ابراہیم (۱۸۴۸ء) سعید (۱۸۵۴ء) توفیق (۱۸۸۲ء) عباس (۱۸۹۴ء) یکے بعد دیگرے مصر کے حکمراں ہوئے آج کل خدیو فاروق پاشا ہیں۔

شاہانِ ایران

۹۰۷ھ / ۱۵۰۲ء سے ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء تک صفوی، افغان، افشار، زند، قاچار مختلف خاندان حکمراں رہے۔

سلاطین صفویہ:۔ اسمٰعیل صفوی (۹۰۷) طہماسپ (۹۳۰) اسمعیل ثانی (۹۸۴) محمد خدابندہ (۹۸۵) عباس اوّل (۹۸۵) صفی اول (۱۰۳۸) عباس ثانی (۱۰۵۰) سلیمان اول (۱۰۷۷) حسین اول (۱۱۰۵) طہماسپ ثانی (۱۱۳۵) عباس ثالث (۱۱۴۴-۱۱۴۸)

افغان:۔ محمود (۱۱۳۵)۔ اشرف (۱۱۳۷-۱۱۴۲)

افشاریہ:۔ نادر (۱۱۴۸) عادل (۱۱۶۰) شاہ رخ (۱۱۶۱-۱۲۱۰)

زندیہ:۔ کریم خاں (۱۱۶۳)۔ ابوالفتح (۱۱۹۳) علی مراد (۱۱۹۳) محمد علی (۱۱۹۳) صادق (۱۱۹۳) علی مراد مکرر (۱۱۹۶) جعفر (۱۱۹۹) لطف علی (۱۲۰۳-۱۲۰۹)

قاچاریہ:۔ آقا محمد خاں بن محمد حسین قاچاریہ (۱۱۹۳) فتح علی (۱۲۱۱) محمد شاہ (۱۲۵۰) ناصرالدین (۱۲۶۴) مظفرالدین (۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء)

مختصر تاریخ ایران کی جلد ششم تاریخ ملت میں لکھ آئے ہیں۔ اس جگہ دولت عثمانیہ کی معاصر ہونے کی وجہ سے قاچاریوں کے ضروری حالات اور لکھے دیتے ہیں۔

لطف علی زندیہ سے آقا محمد خاں قاچار نے حکومت ایران بقوت حاصل کی۔ فتح علی اس کا برادر زادہ تھا اس کے پوتے ناصر الدین کے زمانے میں حکومت ایران دورِ استبداد سے گزر رہی تھی۔ ناصر کو علم اور ترقی سے بیر تھا۔ نااہل اس کے مشیر تھے یورپ کی سیاحت سے شاہ سبق لیتا مگر غیر ملکیوں سے قرضے لے کر حکومت پر اس کا بار ڈالا اور تجارتی مراعات سے اہل یورپ کے لیے ایران میں فتنہ وفساد کا دروازہ کھولا تجار مغرب نے جا و بیجا طریقے لوٹ کھسوٹ کے ایران میں جاری کر دیے جس سے عوام میں بےچینی رونما ہوئی۔ اسی زمانے میں علامہ سید جمال الدین افغانی ایران وارد ہوئے۔ ایرانیوں کی ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر بڑا اثر لیا مجتہدین کرام سے مشورے کیے بادشاہ کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی لیکن وہ ناکام ہوئے۔ دل برداشتہ ہو کر چلے گئے۔ اسی زمانہ میں بابیت اور بہائیت کا مذہبی فتنہ پھل پھول رہا تھا۔ ۱۸۹۶ء میں تحریک مشروطہ کے رکن نے ناصر الدین کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد مظفر الدین شاہ تخت نشین ہوا مگر جو خرابیاں ناصر کے عہد میں پیدا ہو چکی تھیں کمی ہونے کے بجائے ان میں اور اضافہ ہوا آخر عوام میں صبر کا کوئی یارا نہ رہا ۱۳۔ دسمبر ۱۹۰۵ء میں طہران میں طلبہ اور تجار نے مظاہرہ کیا اس کا اثر یہ ہوا کہ شاہ کو عوام کے مطالبات ماننے پڑے مگر شاہ نے بعد میں

وعدہ خلافی کی جس پر ہنگامہ ہوا اور شاہ نے وطن پرستوں پر گولیاں چلوائیں مگر یہ وطنی
سب مظالم بخندہ پیشانی جھیل گئے۔ آخر شاہ کو مجبور ہو کر جھکنا پڑا اور ایران میں
دستور کا نفاذ کیا مگر تھوڑے عرصہ بعد شاہ نے محب وطن لوگوں کو کچلنے کی کوشش کی
اور ایران کے دشمن روس سے فوجی مدد لی ۱۹۰۸ء میں طہران پر قبضہ کیا۔
ایرانی پارلیمنٹ پر گولے برسائے اور مشاہیر کو پھانسی دی مگر وطن پرست کل
ایران پر چھائے ہوئے تھے قوم ان کی ہمنوا تھی شاہ کے خلاف جہاد بول رکھا
تھا۔ آخر شاہ کو تخت چھوڑنا ہی پڑا ۱۹۱۴ء میں عالمگیر جنگ کا آغاز ہوا،
روس اور برطانیہ نے وطن پرستوں پر دباؤ ڈال کر بڑھتی ہوئی تحریک کو خاموش کرا
دیا۔ ۱۹۱۷ء میں روس میں اشتراکی انقلاب آیا جس سے روسی فوجیں ایران سے
چلتی ہوئیں۔ انگریز اس موقعہ سے فائدہ اٹھا گیا۔ مگر ایرانیوں نے ہر جگہ ان
کی مدارات اچھی طرح کی اس وقت ایران کے نجات دہندہ رضا شاہ پہلوی
کا ظہور ہوا شاہ نے فوج کی مدد سے طہران پر قبضہ کیا اور سید ضیاء الدین کو
وزیر اعظم بنا کر خود وزیر جنگ بن کر نئی حکومت کا سنگ بنیاد رکھا یہ زمانہ ۱۹۲۱ء
کا تھا کچھ عرصہ بعد سید ضیاء الدین ایران سے بھاگ گیا تو رضا خان نے وزارت
کو سنبھالا اہل ایران کے اصرار پر رضا شاہ لقب سے تخت و تاج منظور کیا
رضا شاہ پہلوی کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ ایران کو ظالم انگریز کی غلامی سے آزاد
کرایا اور ایران کو ایک منظم حکومت آشنا کیا۔ طوائف الملوکی کو ختم کیا اور سب
علاقوں کو مرکز کے ماتحت رکھا۔ رضا شاہ نے ایران کو سیاسی وحدت بخشی
جدید اصلاحات نافذ کر کے اسے متمدن ملک بنانے کی سعی کی اور بہت کچھ

کامیاب بھی ہوئے۔

تھوڑے عرصہ میں ایران کچھ سے کچھ ہو گیا کہ دوسری جنگ جرمنی و روس چھڑ گئی۔ کچھ واقعات ایسے پیش آئے جس کی وجہ سے رضا شاہ تخت ایران سے ۱۶ ستمبر ۱۹۴۱ء کو اپنے خلف ارشد اعلیٰ حضرت محمد رضا شاہ پہلوی کے حق میں دست بردار ہوئے۔ شہنشاہ ایران محمد رضا شاہ نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی ملک کی حالت کچھ سے کچھ کر دی۔ ایران ترقی کی راہ پر گامزن ہے اور اپنے اسلاف کے وقار اور عظمت کو قائم کئے ہوئے ہے۔

ایران کا رقبہ چھ لاکھ اٹھائیس ہزار مربع میل ہے۔ آبادی ایک کروڑ ہے۔ مغربی تہذیب کا زیادہ چلن ہے۔ جاگیرداری نظام کے باعث عوام کا بڑا طبقہ محکوم ہے، تعلیم کم ہے اور شہنشاہ خاص طور پر اس طرف توجہ دے رہے ہیں۔

تاریخِ ملّت

جلد ہشتم

خلافتِ عثمانیہ

تالیف

مفتی انتظام اللہ شہابی اکبرآبادی

ندوۃ المصنفین جامع مسجد دہلی